ترجمہ: ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور ہم سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ 

آپ کا بیٹا جنگ یرموک میں عہد فاروقی میں جام شہادت سے سرفراز ہوا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایں چیز بزور بازو نیست

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس کو چاہتا ہی عطا فرما دیتا ہے اور خدا بہت بڑے فضل کا مالک ہے

یہ بات اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے لیکن وہ بے نیاز بھی ہے۔ قبیلہ بنی بکر بن وائل کا رئیس اعمش بن قیس نے آپ ﷺ کی شان میں قصیدہ بھی لکھا اور آپ ﷺ کے پاس قبول اسلام کے لیے بھی آیا۔ جب مکہ پہنچا تو کفار نے اس کو کہا کہ اگر تو اسلام لے آیا تو اس میں زنا بالکل حرام ہے اور تو کیسے گزارہ کرے گا وہ کہنے لگا بخدا اب مجھے بالکل اس کا شوق نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں تو شراب بھی حرام ہے۔ اس نے کہا کہ اس چیز کی طاقت میں اپنے دل میں نہیں پاتا۔ میں اس سال چلا جاتا ہوں اور غور وخوض کے بعد اگلے سال دوبارہ آؤں گا۔ لیکن اگلے سال تک موت نے اسے مہلت نہ دی اور وہ بغیر اسلام لائے ہی فوت ہوگیا۔

رکانہ پہلوان

رکانہ پہلوان بہت نامی گرامی قریش کا پہلوان تھا۔ کوئی بھی اسے نہیں بچھاڑ سکتا تھا۔ ایک دن مکہ کی گھاٹیوں میں حضور ﷺ کی اس سے ملاقات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اسے خدا کا خوف دلایا اور اسلام کی دعوت دی۔

وہ پس وپیش کرنے لگا اور کہنے لگا اگر مجھے یقین ہوجائے کہ آپ کی دعوت سچ ہے تو ضرور ایمان لے آؤں گا۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں تمہیں پچھاڑ دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولا کہ ہاں اور آپ کو اتنی بکریاں بھی دوں گا۔ وہ تیار ہوگیا۔

آپ ﷺ نے کُشتی کی غرض سے اس کے ہاتھ کو پکڑا اور اس کو ایک دم زمین پر چاروں شانے پٹخ دیا۔ وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اوپر اٹھا تو پھر کشتی کے لے عرض کی آپ ﷺ نے دوسری بار بھی اس کو صرف ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔

اس نے تیسری بار کشتی کے لیے عرض کی۔ آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی اسے زمین پر بچھاڑ دیا۔ اس نے کہا کہ آج تک کسی نے اسے نہیں بچھاڑا ہے۔

حضور ﷺ نے اس کی بکریاں بھی اسے واپس کردیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے بڑی نشانی تجھے دکھاؤں وہ بولا: ہاں۔

آپ نے دور سامنے کھڑے درخت کو اشارہ فرمایا تو درخت اپنی جڑوں سمیت آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوگیا۔ پھر آپ نے درخت کو واپس جانے کا حکم دیا تو وہ اسی طرح واپس بھی اپنی جگہ پر چلا گیا۔

وہ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا اور بے اختیار کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔

اَشْھَدُ ان لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہ

(ضیاء النبی جلد:۲، صفحہ ۴۰۸، ۴۰۹، سیرت ابن ہشام، صفحہ:۴۱۸)

ضماد ازدی کا اسلام لانا

یہ قبیلہ ازدشنوءۃ جو کہ ایک نامور قبیلہ تھا۔ کا ایک رئیس فرد تھا اور لوگوں کو دم کیا کرتا تھا۔ جب وہ مکے آیا تو لوگوں نے اسے کہا کہ یہاں ایک شخص ہے جسے (نعوذ باللہ) دورے پڑتے ہیں اور وہ (نعوذ باللہ) بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔ علاوہ ازیں اس نے ایک نئے مذہب کا آغاز کیا ہوا ہے۔ اگر تو ان کو دم کر کے ٹھیک کردے تو یہ تیرا احسان پوری قوم پر ہوگا اس نے حامی بھر لی۔

ایک دن حضور نبی کریم ﷺ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اگر آپ فرمائیں تو میں آپ ﷺ کو دم کردوں۔ کیونکہ میرا دم اچھا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے شفا بخش دیتا ہے۔ اس کے جواب میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الحمد للہ۔ نحمدہٗ و نستعینہٗ من یھد اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و
اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہ و ان محمد عبدہٗ و رسولہ○

حضور اکرم ﷺ کے یہ کلمات سن کر ضماد سکتے میں آگیا اور بے اختیار کہنے لگا کہ آپ ان کو دوبارہ ارشاد فرمائیں نبی کریم ﷺ نے یہ کلمات تین بار دہرائے۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے جادوگروں، کاہنوں اور شعرا کے اشعار سنے ہیں۔ آپ کے کلام مثل کوئی کلام نہیں۔ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ ہیں۔ آپ اپنا ہاتھ دیں۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور آپ علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بیعت صرف تیری نہیں بلکہ تیری قوم کی طرف سے بھی ہے۔ اس نے کہا بے شک آپ علیہ السلام میری قوم کی طرف سے بھی بیعت قبول فرمائیں۔

وفد نجران کا قبول اسلام

علامہ حلبی کی تصنیف سیرت حلبیہ کے مطابق یہ وفد نجران کے عیسائیوں کا تھا جو کہ بیس افراد پر مشتمل تھا یہ شہر مکہ اور یمن کے درمیان ہے اور ان لوگوں نے ہجرت حبشہ کرنے والوں سے حضور اکرم ﷺ کے نبی معبوث ہونے کا سنا تھا لیکن ابن اسحاق کے مطابق یہ حبشہ کے نصاریٰ تھے جو حبشہ ہجرت کرنے والوں سے ملتے رہتے تھے اور ان کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ سے

ملنے کا شوق موجزن تھا۔ [47]

یہ آپ ﷺ کے پاس اس وقت حاضر ہوتے جب آپ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے۔انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے دل میں جو سوالات تھے وہ پوچھے۔آپ ﷺ نے ان کو جوابات دیے۔جن سے یہ لوگ بہت مطمئن ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے ان پر آیات تلاوت فرمائیں تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو امڈ کر باہر آنے لگے۔اور کلام الٰہی سن کر ان کے دل بے اختیار پکار اٹھے کہ یہی چیز حق ہی اور وہ فوراً آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور ان لوگوں ہی کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

القرآن: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: اور جب سنتے ہیں (قرآن) جو اتارا گیا رسول (علیہ السلام) کی طرف تو دیکھے گا ان کی آنکھوں کو کہ ان سے آنسو امڈ امڈ کر باہر آ رہے ہیں۔اس لیے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں تو ہمیں (اسلام کی صداقت کی) گواہی دینے والوں میں لکھ دے۔

جب یہ لوگ یہاں سے واپس چلے تو کفار مکہ اور ابوجہل نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور کہنے لگے کہ تمہاری قوم نے تو تم لوگوں کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا اور تم لوگ آپ پر ایمان لے آئے۔تم نے اپنا پرانا دین ترک کر دیا۔تم لوگ کتنے بے وقوف اور احمق ہو۔انہوں نے کہا کہ ہم جاہلوں اور بے وقوفوں سے گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔اور ہم نے جو پسند کیا ہے وہ ہمارے لیے ہے اور تم جس دین کو پسند کرتے ہو وہ تمہارے لیے ہے۔ ہم لوگ تم سے کوئی جھگڑا کرنا نہیں چاہتے۔اس طرح یہ لوگ ازلی سعادت کے خزانے سمیٹے واپس چلے گئے۔

عام الحزن (غم واندوہ کا سال)

وفات حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آقا دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ نبوت کے دسویں سال شعب ابی طالب کے حصار سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے تبلیغ کا کام اور زور وشور سے شروع کر دیا۔مسلسل تکلیفوں اور مصیبتوں نے آپ کے عزم میں اور اضافہ کر دیا تھا۔

اچانک حضرت ابو طالب بیمار ہو گئے۔جب آپ کے بچنے کی امید نہ رہی تو کفار کے سردار آپ کے پاس ائے اور آپ سے کہنے لگے کہ آپ اپنے بھتیجے کو بلائیں۔تا کہ کچھ دو کچھ لو کے اصول پر ہم آپس میں مفاہمت کر لیں۔آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بلا بھیجا۔جب آپ ﷺ تشریف لائے تو حضرت ابو طالب نے کہا کہ یہ لوگ کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر آپ سے

صلح کرنے کو تیار ہیں۔

آقا دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میری صرف ایک بات مان لیں۔ ابوجہل جھٹ بولا کہ ہم آپ کی دس باتیں ماننے کو تیار ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم لوگ صرف یہ کہہ دو:

لا الٰہ الا اللہ۔ وتخلعون ما تعبدون من دونہ۔

یعنی عبادت کے لائق کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے علاوہ تم جن معبودوں کی پرستش کرتے ہو ان کو پرے پھینک دو۔

یہ سنتے ہی وہ لوگ کہنے لگے آپ چاہتے ہیں کہ ہم لوگ بہت سے معبودوں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی عبادت کریں۔ تم لوگ اپنے عقیدے پر پکے رہو۔ یہاں تک خدا ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ پھر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجے تم نے کسی غلط بات کا ان سے مطالبہ نہیں کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے محترم چچا آپ یہ کلمات کہیے۔ کہ اس سے میری شفاعت قیامت کے دن آپ کے لیے واجب ہو جائے گی۔''

آپ نے جواب دیا۔

اے میرے بھتیجے اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میرے کہنے کے بعد تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو لوگ مطعون کہیں گے اور قریش یہ گمان کریں گے کہ میں نے یہ کلمہ موت کے خوف سے پڑھا ہے تو میں یہ ضرور پڑھتا اور میں یہ کلمہ تمہیں خوش کرنے کے لیے بھی پڑھتا۔

جب موت کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے ہیں۔ آپ نے کان ان کے قریب کیے تو آپ نے حضور اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے میرے بھتیجے میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا ہے جس کا آپ نے انہیں پڑھنے کا حکم کیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے نہیں سنا۔

حضرت ابو طالب نے آخری وقت میں بھی لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی مدد کی تلقین کی۔ اچھے اخلاق کی اور آپس میں صلہ رحمی کی تلقین کی۔ سچ بولنے کی تلقین کی۔ بیت اللہ کی تعظیم کی تلقین کی اور جنگوں میں حضور ﷺ کے ساتھ مل کر کفار سے لڑنے کی تلقین کی اور کہا کہ میری موت میں تاخیر ہوتی تو میں تمام جنگوں میں ان کے ساتھ رہتا اور تمام آلام و مصائب سے ان کا دفاع کرتا اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عام عرب و عجم کے لوگ ان کی دعوت کو قبول کر رہے ہیں اور آپ علیہ السلام تمام عرب و عجم کے سردار بن گئے ہیں۔

ایک کثیر تعداد علماء نے حضرت ابو طالب کے ایمان لانے کو تسلیم کیا ہے۔ 47

وفات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

حضرت ابوطالب کی کے صرف پینتیس دن کے بعد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلسل دو صدمے برداشت کرنے پڑے۔اس لیے اس سال کو عام الحزن (غم و اندوہ) کا سال کہتے ہیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے پینسٹھ سال کی عمر پائی اور آپ کو حجون کے قبرستان (جنت المعالیٰ) میں دفن کیا گیا۔ابھی تک نماز جنازہ کا آغاز نہیں ہوا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود تشریف لے گئے اور آپ کو مرقد میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا۔

راقم الحروف فقیر پُرتقصیر نثارالنبی کو ۱۹۸۱ء میں جرمنی سے واپسی کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے صرف اکیس سال کی عمر میں حج کی دولت سے نوازا تو میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی مرقد پر حاضری کے لیے حاضر ہوا۔کافی دیر بالکل اکیلا اپنی والدہ کے پاس بیٹھا رہا۔آپ کے ساتھ ایک قبر خالی تیار پڑی تھی۔میرا دل بے اختیار چاہا کہ اس قبر میں داخل ہو کر لیٹ جاؤں۔تاکہ ان پاک لوگوں کی ہمسائیگی کا شرف حاصل ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی زندگی میں اور کوئی شادی نہیں فرمائی۔آپ ہمیشہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی دل جوئی فرماتے رہے سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے باقی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔شام کے سفر سے واپسی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ کو اپنی زوجیت کے لیے قبول فرمایا تھا۔

آپ نے بھی اپنا تن من دھن سب کچھ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دیا۔سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نچھاور فرما دیا۔آپ مکہ کی امیر ترین عورت تھیں۔لیکن جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔

آپ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلجوئی فرماتیں جب کہ مصیبتوں و تکلیفوں کے پہاڑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ٹوٹتے تو آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو تسلی دیتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ابھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی حاضر ہونا چاہتی ہیں۔ان کے ہاتھ میں برتن ہے۔برتن میں سالن ہے۔آپ ان کو اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے سلام دیں۔اور اللہ تعالیٰ ان کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں موتیوں سے بنا ہوا ایک محل ان کو عطا فرمایا ہے جس میں نہ کسی قسم کا شور ہوگا اور نہ ہی کوئی پریشانی ہوگی۔جب آپ کو اللہ تعالیٰ کا سلام دیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خود سلام ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرئیل علیہ السلام پر سلامتی ہو۔

آپ کی وفات کے بعد حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ آپ کا ذکر کثرت سے فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

فرماتی ہیں کہ مجھے کسی عورت پر اتنا رشک نہ آتا تھا جتنا آپ پر آتا تھا۔ ؓ

نبی کریم ﷺ جب بھی بکری ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو گوشت بھیجتے تھے۔

بعد از وفات حضرت ابو طالب

حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد کفار مکہ کے تو جیسے بند کھل گئے۔ اِس سے پہلے تو کفار صرف زبانی ہی آپ علیہ السلام کو ستاتے تھے اس کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کو ہاتھوں سے بھی تکالیف دینا شروع کر دیں۔ آپ ﷺ تو ان ظالموں کے لیے ہر وقت ہدایت کے طالب رہتے اور وہ لوگ ہر وقت آپ کو شہید کرنے اور آپ کو تکالیف دینے کے درپے رہتے تھے۔

راقم الحروف فقیر پُر تحصیر نثار النبی کو ایک دن اللہ تعالیٰ نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف فرمایا۔ آپ ﷺ ایک پہاڑی پر اپنے چند صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ صحابہ کرام پوری پہاڑی پر تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہیں اور سامنے کفار کا لشکر ہے۔ جو قدرے نیچے کھڑا ہے اور کفار سب اکٹھے ایک میدان میں کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں نیزے ہیں۔ اتنے میں حضور ﷺ پہاڑی سے ہوا میں پرواز فرماتے ہوئے کفار کے سروں پر اکر تیرنے کی شکل میں معلق ہو جاتے ہیں۔ کفار کا پورا لشکر اپنے نیزوں کے ساتھ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ہلاک کرنے کی کوشش میں ہیں اور اپنے اپنے نیزے اوپر آپ ﷺ کو مارنے کو کرتے ہیں اور آپ ﷺ ان کی پہنچ سے دور ہیں اور آپ ﷺ نہایت شفقت ان پر فرما رہے ہیں کہ شاید یہ یا ان کی اولاد ہی اسلام لے آئے ہدایت کا راستہ اپنا لے۔"

حضور نبی کریم ﷺ رات دن ان لوگوں کی ہدایت کے فکر میں رہتے تھے۔ لیکن وہ لوگ ہر وقت آپ ﷺ کے قلب نازک کو تکالیف پہنچاتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ حضور ﷺ گزر رہے تھے کہ ایک کمینہ خصلت انسان نے آپ ﷺ کے سر مبارک پر مٹی ڈال دی۔ آپ ﷺ کے وہ بال وہ گیسو جن کی قسم اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمائی ہے، مٹی سے بھر گئے۔ اور تو اور اس خدائے پاک کو کتنا غصہ آیا ہوگا کیوں نہ زمین پھٹ گئی اور آسمان گر نہ پڑا۔ کہ اس کے محبوب ﷺ کو اتنی تکالیف دی گئیں۔

اس خدائے پاک نے اپنے غصے کو حضور علیہ السلام کی خاطر ضبط کیا۔

القرآن: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے تا وقت کہ آپ بھی ان میں موجود ہوں۔

آپ گھر تشریف لائے آپ کی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہرا ؓ رو پڑیں اور سر مبارک پر پانی ڈالا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مت روؤ۔ بیشک اللہ تعالیٰ تیرے باپ کا نگہبان ہے۔

کفار کو عذاب

یہ بھی میرے خدا کا ان پر کرم تھا کہ آپ ﷺ کی ذات پاک ان میں تشریف فرما تھی اس لیے ان کو عذاب نہ آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ تھوڑا تھوڑا ان کو ضرور جھنجوڑتے رہتے تا کہ وہ سنور جائیں جب کفار نے حد سے زیادہ زیادتیاں شروع کیں تو آپ ﷺ نے ولید بن مغیرہ اسود بن عبدالبعوث، اسود بن مطلب' ابو زعمہ' حارث بن لیطل اور عاص بن وائل سہمی کے بارے میں جو یہ لوگ زیادہ استہزاء کیا کرتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام سے شکایت کی تو انہوں نے اول الذکر کا گلہ دبا کر قلع قمع کیا۔ اسود بن بعوث کا سر دبایا تو اس کے سر میں مستقل زخم ہوگیا حارث بن بیطل کا پیٹ دبایا تو اس نے بھی آپ سے دست کش ہونے کا اقرار کیا ان لوگوں کو اپنی ہی پڑ گئی۔ عاص بن وائل اتنا بیمار ہوا اور اس کے اتنی پھنسیاں پیدا ہوگئیں۔ اس کو اتنی سوزش بڑھ گئی کہ وہ بھی اپنی حرکت سے باز آ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے ولید کی جب کے وہ بنی خزامہ کے کسی شخص کے ساتھ جا رہا تھا گردن پر وار کیا۔ اسود بن مطلب اندھا ہوگیا تھا۔ حارث بن لیطل کے پیٹ میں پانی جمع ہوگیا اور اسے مرض استقا ہوگیا تھا جس سے وہ فوت ہوگیا۔ اس کے منہ سے ہر وقت پانی خارج ہوتا رہتا تھا۔ عاص بن وائل کے سر میں زخم ہوگیا تھا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ (البدایہ والنہایہ، تاریخ ابن کثیر جلد ۳، صفحہ ۱۵۵)

قحط

اس کے علاوہ دوسرے عام کفار قریش بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ کفار قریش بھوک کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس حد تک کہ وہ مردہ جانور اور ان کی ہڈیاں تک کھانے کو مجبور ہو گئے لیکن پھر بھی ان کی بھوک نہیں کم ہوتی تھی۔ پھر قحط پڑا اور اس کے باعث درخت سوکھ گئے۔ گھاس کا نام ونشان نہ رہا۔ بارش قطعی طور پر بند ہوگئی۔ زمین وآسمان کے درمیان دھوئیں کی ایک چادر تنی رہتی تھی۔ جس سے زمین پر ایسی تپش ہوتی کہ کفار بھنے جاتے تھے۔ البتہ حضور اکرم ﷺ پر ابر رحمت اللہ تعالیٰ کے حکم سے سایہ فگن رہتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ابن کثیر جلد ۲، صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

کفار کی فریاد

ابن سعود کہتے ہیں کہ عاجز آ کر مشرکین قریش سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور بڑی عاجزی سے کہا کہ آپ ﷺ کے خدا نے تو آپ ﷺ کے بقول آپ ﷺ کو ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس عذاب سے نجات کے لیے آپ ﷺ سے دعا کے طالب ہوئے۔ بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ روایت عبدالرزاق کی زبانی محمد' ایوب' عکرمہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کے حوالے سے بیان کی ہے اور انہوں نے بیان کیا ہے کہ ابوسفیان نے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ مذکورہ بالا عذاب اور بھوک سے قریش کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ وہ خشک سالی کی وجہ سے اون

کے کھانے تک مجبور ہو گئے ہیں اور ان کا یہ بیان سن کر نبی رحمت ﷺ کا ابر رحمت جوش میں آیا اور آپ ﷺ نے ان جانی کے پیاسے دشمنوں کے لیے بھی دعائے خیر فرمائی اور تب کہیں جا کر ان پر سے عذاب ختم ہوا۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ۝

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا درجہ اور فضیلت

ایک دن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے لوگوں سے فرمایا۔ بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین آپ ہی فرمایئے۔ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ بہادر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ ایک دن سب کفار مکہ نے حضور اکرم ﷺ کو گھیر لیا۔ کوئی آپ ﷺ کو زدوکوب کر رہا تھا' کوئی کہہ رہا تھا کہ آپ ہی ہیں جو ہمارے معبودوں کو یوں اور یوں فرماتے ہیں۔ کوئی گالیاں بک رہا تھا۔ وہ لوگ اس قدر غضب ناک اور بپھرے ہوئے تھے کہ ہم میں سے کسی کی جرأت نہیں ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کو ان سے چھڑا سکے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کفار کے اندر گھس گئے۔ کسی کو تھپڑ مارا کسی کو دھکا دیا۔ وہاں سے نبی ﷺ کو کھینچ کر باہر نکالا اور ان لوگوں سے کہا کہ ظالموں تم ایک شخص کو صرف اس لیے ہلاک کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔

پھر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنی چادر جو اوپر لیے ہوئے تھے۔ اسے اٹھایا اور اتنا روئے اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی مبارک تر ہوگئی۔ پھر آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے یہ بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن بہتر تھا یا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ نے انہیں جھنجھوڑا اور فرمایا میرے سوال کا جواب دو۔ لوگ پھر بھی خاموش رہے۔ آپ نے خود ہی جواب ارشاد فرمایا:

''بخدا! ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کی ایک گھڑی مومن آل فرعون کی ساری زندگی سے بہتر ہے وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ایمان کا ببانگ دہل اعلان فرماتے تھے۔''

طائف کا سفر

طائف کے شہر کو طائف اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے گرداگرد ایک فصیل ہے کہتے ہیں کہ طائف کے ایک شخص نے ایران کے بارشاہ کی عظیم خدمات کی تھیں۔ اس نے خوش ہو کر کہا کہ کیا چاہیے۔ اس نے کہا کہ اے بادشاہ میرے شہر کے گرداگرد ایک فصیل بنا دیں یہ کاریگر ایران کے تھے۔ جنہوں نے فصیل بنائی۔ پہلے طائف کا نام وج تھا۔

طائف شہر مکہ مکرمہ سے ایک سو بیس میل دور واقع ہے۔ یہاں بنوثقیف آباد تھے جو حضور اکرم ﷺ کے دور کے رشتے

دار بھی تھے۔ یہ بہت سرسبز اور شاداب علاقہ ہے جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے لوگ کھیتی باڑی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ خاص کر یہاں انگوروں اور سیبوں کے باغات تھے۔ اہل مکہ کے خاص خاص امیر لوگ مکہ کی گرمی سے گھبرا کر یہاں آ کر رہا کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے یہاں زمینیں اور مکان بھی خرید رکھے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے جب دیکھا کہ مکہ کے کافر بہت سخت دل ہیں اور کسی طرح سے بھی ہدایت اپنانے کو تیار نہیں تو آپ ﷺ نے سوچا کہ بنوثقیف جو دور کے رشتے دار بھی ہیں کے پاس طائف جا کر ان کو تبلیغ کرتے ہیں۔شاید وہ راہ راست پر آ جائیں۔

آپ ﷺ نے طائف میں ایک روایت کے مطابق بارہ دن اور ایک روایت کے مطابق ایک مہینہ قیام فرمایا۔ پہلے آپ علیہ السلام نے چیدہ چیدہ لوگوں کو ذاتی طور پر نصیحت کی آپ مختلف لوگوں کو ملتے رہے اور اپنے رب کی طرف بلاتے رہے لیکن کسی نے بھی آپ کی بات نہ مانی۔

طائف کے تین سردار

آخر میں آپ طائف کے تین سرداروں کے پاس گئے۔ جن کے نام عبد یالیل بن عمرو مسعود بن عمرو حبیب بن عمرو تھے۔ یہ تینوں سگے بھائی تھے اور ان میں سے ایک کی شادی خاندان قریش میں ہوئی تھی۔

آپ نے ان تینوں کو بڑی محبت سے اپنے رب کی طرف بلایا اور دونوں جہانوں میں سرخروئی کا وعدہ فرمایا اور دوزخ کے عذاب سے ڈرایا۔لیکن ان لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ بجائے یہ خدا کے خوف سے ڈرتے اور آپ کی تعظیم وعزت کرتے ان لوگوں نے الٹے بکواس شروع کر دیے۔

ایک نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول (علیہ السلام) بنا کر بھیجا ہے تو گویا میں نے (نعوذ باللہ) غلاف کعبہ کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

دوسرا بولا کہ (نعوذ باللہ) خدا تعالیٰ کو آپ ﷺ کے سوا اور کوئی نہیں ملا کہ اس کو رسول بنا کر معبوث کرتا۔

تیسرا بولا کہ میں تو کچھ نہیں بولوں گا اگر آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو آپ کا مقام اور شان بہت بلند ہے۔مجھ میں طاقت نہیں کہ آپ کے کلام کا جواب دوں۔ اور اگر (نعوذ باللہ) آپ خدا کے رسول نہیں تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ آپ سے کلام کروں۔

آپ جب ان کی طرف سے ناامید ہو کر واپس چلنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس بات کو راز رکھنا۔کہیں سارے قریش کو اس کی خبر ہو جائے اور وہ مزید سرکشی کریں۔

47

طائف کے لوگوں کا ظلم

ان لوگوں نے حضور ﷺ کی بات ماننے کی بجائے الٹا طائف کے اوباش نوجوانوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ لوگ آپ پر آوازیں کستے۔ مذاق اڑاتے۔ وہ لوگ ایک جلوس کی شکل میں آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے اس طرح کی حرکتیں کرتے گئے۔ وہ لوگ سڑک کے دونوں کناروں پر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اب ہاتھوں میں پتھر پکڑ لیے اور ان کا نشانہ حضور اکرم ﷺ کے پاؤں مبارک تھے۔ آپ ﷺ ایک قدم رکھتے تو ایک طرف سے پتھر آ کر آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر پڑتا۔ آپ ﷺ دوسرا قدم اٹھاتے تو دوسرا پتھر آپ ﷺ کے قدم مبارک پر آ کر پڑتا۔ آپ ﷺ کے غلام حضرت زید جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ ان پتھروں سے آپ ﷺ کو بچاتے ہوئے خود زخمی ہو گئے۔

باغ میں داخلہ

مسلسل پتھروں کی چوٹوں سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے اور ان سے خون بہہ بہہ کر آپ ﷺ کے جوتوں میں جمنا شروع ہو گیا۔ جس سے آپ کا چلنا بھی محال ہو گیا۔ جب آپ ﷺ درد سے بیٹھتے تو آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر یہ لوگ پھر اٹھا دیتے آپ ﷺ چلتے تو وہ پتھر مارتے۔ آپ ﷺ نڈھال ہو کر ایک باغ میں داخل ہو گئے۔ یہ باغ مکہ کے ربیعہ کا تھا۔ اس کے دو بیٹے یہاں موجود تھے یہ عتبہ اور شیبہ تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ بنوثقیف کے سلوک کو خود اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا تھا۔ حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ جب باغ میں داخل ہوتے تو اوباش نوجوان عتبہ اور شیبہ کی وجہ سے باغ کے اندر نہ داخل ہو سکے۔ آقا دو جہاں ﷺ نے ایک انگور کی بیل کے نیچے آ کر دم لیا۔ بنوثقیف کے سلوک کو دیکھ کر مکہ کے اِن کافروں کو بھی رحم آ گیا۔ اُنہوں نے اپنے ملازم کو جس کا نام عداس تھا۔ وہ عیسائی تھا اور نینوا کا رہنے والا تھا۔ کہا کہ انگور توڑ کر آپ کی خدمت میں لے جاؤ۔ وہ تازہ انگور توڑ کر ایک برتن میں رکھ کر آپ کے لیے لایا۔

حضور اکرم ﷺ نے انگور کھانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھی تو عداس نے کہا کہ یہ کلام اس بستیوں کے لوگ تو نہیں کہا کرتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ اور تمہارا دین کیا ہے۔

اس نے کہا کہ میں نصرانی ہوں اور نینویٰ کا باشندہ ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ نینوا جو مرد صالح یونس بن متی (علیہ السلام) کا شہر ہے۔

عداس بولا۔ آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

ذٰلِكَ اَخِیْ کَانَ نَبِیًّا وَّ اَنَا نَبِیٌّ۔

وہ میرے بھائی نہیں۔ وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔

عداس نے اُٹھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کو بوسا دیا۔ پھر آپ کے ہاتھوں کو چوما۔ اور آخر میں آپ کے پاؤں کو چومنے لگا۔

عتبہ اور ربیعہ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ اب یہ کام کا نہیں رہا۔ عداس اُن کے پاس گیا تو اُسے ربیعہ کہنے لگا۔ تو ان کے سر اور پاؤں کو کیوں بوسے دے رہا تھا۔

وہ کہنے لگا کہ ساری روئے زمین پر اس ہستی سے بہتر کوئی ہستی نہیں۔ اُس نے ایسی بات مجھے بتائی ہے کہ سوائے نبی کے اور کوئی نہیں بتا سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نفل ادا کیے اور اپنے رب کے حضور یوں عرض پرداز ہوئے۔

طائف میں حضور علیہ السلام کی دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ الیك ضعف قوتی و قِلَّۃَ حیلتی وَھُوَ اِنِّیْ عَلی النَاسِ یا ارحم الرَّحمین اَنت رب المستضعفین۔ و انت ربی الی من تکلنی اِلی بعید یَتَجَھَّمُنِیْ او علی عَدُوٍّ مَلَّکْتَہٗ اَمْرِیْ اِنْ لم یَکُن بِكَ عَلیَّ غضبٌ فَلَا اُبَالِیْ وَ لٰکِنْ عافیتك اوسَعُ لِیْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الَّذِیْ اشرقت لہُ الظُّلُمٰتُ وَ صَلُحَ عَلَیہ اَمْرَ الدنیا والاٰخِرَۃِ مِن ان تُنْزِلَ بِیْ غَضْبُكَ اَوْ تَحُلَّ عَلَیَّ سُخطَكَ لك الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِكَ۔

ترجمہ: اے اللہ میں اپنی طاقت کی ناتوانی اور اپنی قوت عمل کی کمی اور لوگوں کی نگاہوں میں بے بسی کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ اے ارحم الرّحمین تو کمزوروں کا رب ہے اور تو میرا بھی رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے۔ ایسے بعید کے حوالے جو ترش روئی سے میرے ساتھ پیش آتا ہے کیا کسی دشمن کو تو نے میری قسمت کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر تو مجھ پر ناراض نہ ہو۔ تو مجھے ان تکلیفوں کی ذرا پروا نہیں۔ پھر بھی تیری طرف سے عافیت اور سلامتی میرے لیے زیادہ دلکشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے نور کے ساتھ جس سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور دنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں کہ تو نازل کرے اپنا غضب مجھ پر اور تو اُتارے ناراضگی مجھ پر۔ میں تیری رضا طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ تیری ذات کے بغیر نہ میرے پاس کوئی طاقت ہے اور نہ قوت ہے۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۴۲۴)

حضور نبی کریم رؤوف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب لوگ پتھر برسا رہے تھے۔ تو آپ نے دیکھا کہ ایک ابر آپ پر سایہ فگن ہے۔ آپ نے اوپر نظر کی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز آئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پہاڑوں کا فرشتہ ملک الجبال حاضر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے ساتھ آپ کے طرزِ عمل کو دیکھ لیا ہے۔ آپ جو چاہیں اِسے فرما دیں یہ وہی کرے گا پھر ملک الجبال آپ

کے پاس آیا اور بولا یارسول اللہ ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہاں کے دائیں اور بائیں دونوں پہاڑوں کو اِن پر اُلٹ دوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد خدائے واحد پر ایمان لے آئے گی اور پھر شرک میں مبتلا نہیں ہوگی۔ (البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۹۴، ضیاء النبی جلد: ۲، صفحہ ۴۴۴)

علامہ ابن کثیر نے صحیحین کے حوالے سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ

هَلْ اَتٰی عَلَیْكَ یَوْمٌ کَان اشدَّ علیكَ مِن یومِ اُحُدٍ؟ (فقال لَقَدْ لَقِیْتُ قَوْمِكِ وَ کَان اشَدَّ مَا لقیتُ یَوْمَ العقبہ)

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا:

''یارسول اللہ ﷺ کیا اُحد کے دن سے بھی زیادہ تکلیف دہ دن آپ پر گزرا ہے؟

''فرمایا تیری قوم کے ہاتھوں جو تکلیفیں مجھے یوم العقبہ کو پہنچیں وہ بہت زیادہ سخت تھیں''۔ (یعنی جس روز میں نے بنی ثقیف کے سرداروں عبد یالیل وغیرہ کو دعوت دی اور اُنہوں نے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا وہ بڑا روح فرسا تھا)

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ میں اُس روز لوٹا۔ میں سخت غمگین و پریشان تھا اور اپنے افکار و اندیشوں میں کھویا ہوا چلتا رہا جب میں قَرن الثعالب[1] کے مقام پر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ میں یہاں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے اچانک سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے وہاں دکھائی دیے انہوں نے بلند آواز سے مجھے پکارا۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ گفتگو سن لی ہے کہ جو آپ کی قوم نے آپ سے کی ہے اور جو روکھا اور درشت جواب انہوں نے آپ کو دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ اُسے جو حکم کریں گے وہ آپ کی خدمت میں بجا لائے گا۔ پہاڑوں کے فرشتے نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ کی قوم نے آپ سے جو گفتگو کی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے۔ آپ جو حکم دیں گے میں اُس کی تعمیل کروں گا۔ اگر آپ فرمائیں تو میں دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں اور یہ سارے ظالم لوگ پس کر رہ جائیں۔ رحمت مجسم ﷺ نے فرمایا:

اَرْجُوْا یُخْرِجَ اللّٰہُ مِن اَصْلَابِھِمْ مَنْ یعبدُ اللّٰہَ لَا یُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا۔

ترجمہ: میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

راقم الحروف فقیر پُرتقصیر نثارالنبی نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک بہت ہی کھلا میدان ہے۔ جس میں کھجور کے

(۱) ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جو اہلِ نجد کا میقات ہے۔ (از ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۲۲۴)

درخت بھی ہیں۔ اور یہ علاقہ میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ گوہر الدین موضع چنڈ شریف نزد کڑیانوالہ ضلع گجرات کے مزار مبارک کا قرب و جوار ہے۔ لیکن مزار مبارک نظر نہیں آ رہا اور وہاں صرف بڑا سا کمرہ ہے جس کے آگے چھوٹا سا صحن ہے جس کی چھوٹی چھوٹی چار دیواری ہے۔ اور اس کا ایک گیٹ ہے اور اس کمرہ میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ باہر کا گیٹ کھول کر جب اندر داخل ہوتا ہوں۔ تو دل میں خیال کرتا ہوں۔ کمرہ کا جو دروازہ بند ہے۔ اُس میں حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ تو میں بہت آہستہ اور ادب سے اِس کو کھولوں کہ کہیں آپ دروازے کے بالکل ساتھ ہی تشریف فرما نہ ہوں۔ میں آہستہ سے دروازہ کھولتا ہوں۔ تو دیکھتا ہوں کہ آقا دو جہاں سرورِ کون و مکان وہ جن کے لیے دونوں جہانوں کی محفل سجی ہے۔ وہ جو ٹوٹے دِلوں کا ارمان اور بے کس لوگوں کی پناہ گاہ ہیں۔ وہ محبوب رب العالمین ﷺ بالکل دروازہ کے ساتھ تشریف فرما نیم دراز لیٹے ہوئے ہیں۔ میں آپ کے پاس پاؤں کے قریب آپ کی خدمت میں سلام کرتا ہوا بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ نیم دراز ہیں۔ آپ نے سفید تہبند پہنا ہوا ہے اور ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھی ہوئی ہے۔ اور آپ کی پنڈلیاں مبارک جو چاندی جیسی ہیں نظر آ رہی ہیں۔ اور اُن پر کالے کالے بال اتنے خوبصورت نظر آ رہے ہیں وہ بال تر و تازہ خوبصورت اور گول گول علیحدہ علیحدہ اور خوبصورتی کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ میں آپ سے اجازت لے کر آپ کی پنڈلیوں مبارک کو دبانا شروع کر دیتا ہوں۔ کچھ دیر دباتا رہتا ہوں۔ آپ بغور مجھ پر توجہ فرما رہے ہیں۔ پنڈلیوں کو دباتا ہوا جب پاؤں کے پاس جاتا ہوں تو وہاں ایک زخم کا نشان جو مندمل ہو چکا ہے۔ نظر آتا ہے۔ میں پنڈلیوں مبارک کو دباتا جاتا ہوں اور اس زخم کے نشان کو دیکھ رہا ہوں جو کسی جگہ آپ کو لگا تھا۔ پھر میں آپ کی پنڈلیوں کی خنکی کو محسوس کرتا ہوں اور اسے دل میں خیال کرتا ہوں کہ زیادہ دبانے سے میرے ہاتھوں کی گرمی سے آپ کو تکلیف نہ پہنچ رہی ہو تو میں ایک دم چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ ﷺ میرے دل کے خیال کو پہچان کر مسکراتے ہیں اور مجھے میرے نام نثار النبی سے پکارتے ہیں تو ایک دم میری جاگ اُگڑ جاتی ہے۔

ہمارے نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اِتنی مصیبتیں اٹھائیں کہ اگر یہ پہاڑ پر بھی اُترتیں تو وہ زمین کے ساتھ دَب کر ہموار ہو جاتا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰، سبل الہدیٰ، جلد: ۲، صفحہ ۵۷۷، ضیاء النبی جلد: ۲، صفحہ ۴۴۳)

طائف سے واپسی اور جنوں کا قبولِ اسلام

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۵﴾ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ﴿۶﴾

ترجمہ: پس تکلیف کے بعد آسانی ہے۔ بیشک ہر تکلیف کے بعد آسانی ہے۔

یُسْرًا: تکلیف کے بعد دو آسانیوں کا فرمایا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے رات واپسی پر نخلہ کے مقام پر بَسر فرمائی۔ نماز صبح ادا فرمانے کے بعد آپ اللہ تعالیٰ کے حضور تلاوت میں مشغول تھے کہ نصیبین کے جنوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ انہوں نے جب تلاوت کلام پاک حضور نبی کریم ﷺ کی دلکش آواز مین سنی تو اس کو سننے کے لیے ٹھہر گئے۔ اور اُسے بغور سننے لگے۔ کتنی

پیاری آپ کی آواز ہوگی۔ کتنے خوش قسمت وہ لوگ ہوں گے جو اس کو سنتے ہوں گے۔ کتنی خوش قسمت وہ وادیاں وہ درو دیوار ہوں گے۔ جو اس آواز کو سنتے ہوں گے۔ یا اللہ ہمیں بھی آپ ﷺ کے پیارے پیارے لبوں کے صدقے آپ کی آواز سنوا دے۔ تا کہ ہمارے دونوں جہانوں کے بخت بیدار ہو جائیں۔ کتنے خوش قسمت وہ ذرے ہوں گے جو آپ کے پاؤں کو چومتے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنوں کے واقعہ کو قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا ہے:

وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ (سورۃ جن)

ترجمہ: اور جس وقت ہم نے متوجہ کیا جنات کی ایک جماعت کو تا کہ قرآن سنیں تو جب وہ آپ کی جماعت میں پہنچے تو بولے کہ خاموش ہو کر سنو۔ پھر جب تلاوت ہو چکی تو لوٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔ انہوں نے جا کر کہا کہ اے ہماری قوم کہ ہم نے آج ایک کتاب سنی ہے جو اتاری گئی ہے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصدیق کرنے والی ہے۔ پہلی کتابوں کی راہنمائی کرتی ہے۔ رب کی طرف اور راہِ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم قبول کرلو اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو۔ اس پر ایمان لاؤ۔ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہوں کو اور بَری کردے گا تمہیں دردناک عذاب سے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات سے حضور نبی کریم ﷺ کے صدقے جنوں کی قوم کو بھی ہدایت عطا فرما دی۔ وہ ہادی برحق ﷺ دونوں جہانوں اور دونوں جہانوں کی تمام مخلوق کے لیے ہادی بنا کر رحمت بنا کر قیامت تک کے لیے بھیجے گئے ہیں۔

القرآن: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔ اُس کا انتظام ہے جس طریقہ سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔

نخلی سے واپسی

نخلہ سے واپسی پر سرکارِ دوعالم ﷺ پا پیادہ چلتے ہوئے غارِ حرا میں پہنچے۔ اِس وقت شام کا وقت ہو چکا تھا۔ حضرت زید عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ کفار تو ہمارے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ ہم کس طرح مکہ میں داخل ہوں گے۔ یہ تو آپ کو اور زیادہ اذیتیں پہنچائیں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا زَيْدُ اِنَّ اللهَ جَاعِلٌ لِمَا تَرٰى فَرَجًا وَ مَخْرَجًا اِنَّ اللهَ مُظْهِرُ دِيْنِهٖ وَنَاصِرُ نَبِيِّهٖ۔

ترجمہ: اے زید اللہ تعالیٰ اِس مشکل کو خود آسان فرما دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اپنے نبی کی مدد فرمائے گا۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۴۵۱)

دراصل طائف والوں کے سلوک کے متعلق قریش کو خبر مل گئی ہوتی تھی اس لیے کہ سیدنا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آقا دو جہاں سرکارِ دوعالم ﷺ کو مشورہ دیا کہ عرب کے رواج کے مطابق ہمیں کسی کی پناہ لے کر مکہ میں داخل ہونا چاہیے تاکہ وہ کفار مکہ کسی قسم کی آپ ﷺ کو تکلیف نہ پہنچا سکیں۔ حرا کے مقام پر حضور نبی کریم ﷺ کی ملاقات عبداللہ بن اریقط سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو اخنس بن شریف الثقفی کے پاس بھیجا کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو اپنی پناہ میں مکہ مکرمہ میں لے آئے۔ لیکن اُس نے اس عظیم شرف کو حاصل کرنے سے معذرت کر لی۔ اس طرح آپ نے عبداللہ بن اریقط کو سہیل بن عمرو کے پاس بھیجا۔ اس کی بھی بدقسمتی آڑے آئی اور اُس نے بھی نفی میں جواب دے دیا۔

مطعم بن عدی

پھر آپ ﷺ نے عبداللہ بن اریقط کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا۔ اُس نے کہا: میں حاضر ہوں۔ حضور ﷺ مطعم بن عدی کے پاس تشریف لے آئے اور رات اُس کے پاس بسر کی۔ صبح اٹھ کر مطعم بن عدی اپنے چھ جوان بیٹوں کو ہتھیار سجائے ہوئے لے کر کعبہ شریف میں ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر آیا۔ اُس کے چار بیٹے بیت اللہ شریف کے چار کونوں پر کھڑے ہو گئے اور اس کے باقی بیٹے مطاف میں اپنے باپ کے ساتھ موجود رہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام نے طواف مکمل فرمایا۔ اِس طرح تمام مکہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ مطعم بن عدی نے حضور اکرم ﷺ کو پناہ دی ہے۔ ابوسفیان نے مطعم بن عدی سے پوچھا کہ تو نے پناہ دی ہے یا ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ مطعم نے کہا کہ صرف پناہ دی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ جس کو تو نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے بھی پناہ دی ہے۔ ورنہ کفار نے حضور علیہ السلام کو مکہ میں داخل نہ ہونے دینے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اس حکیمانہ فیصلے کے بعد حضور علیہ السلام آرام سے مکہ میں رہنے لگے۔

یہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے۔ وہ دونوں جہانوں کا مالک ہے۔ جس سے چاہے اپنے دین کی مدد کروا لے۔ آقا دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اس دین کی امداد کسی فاسق و فاجر سے بھی کروا دیتا ہے۔ اور دوسری حدیثوں کے مطابق ”اللہ تعالیٰ ایسی قوموں سے جن کا اس دین سے کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ اپنے دین کی مدد کروا دیتا ہے۔

(ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۴۵۴)

آپ ﷺ نے فتح بدر کے موقع پر ارشاد فرمایا ”کہ اگر مطعم آج زندہ ہوتا اور وہ ان قیدیوں کے بارے میں سفارش

کرتا تو اس کی وجہ سے میں ان تمام قیدیوں کو آزاد کر دیتا۔" ﷫

(السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان، جلد:۱،صفحہ ۲۷۴،ضیاء النبی جلد:۲،صفحہ ۴۵۴)

حج کے لیے آئے قافلوں کو تبلیغ

آقا دو جہاں سرکارِ دوعالم ﷺ شوال کے مہینہ میں طائف سے واپس تشریف لائے۔ کچھ دنوں بعد مختلف عرب کے علاقوں سے حج کے وفود آنے شروع ہو گئے۔حضور نبی کریم ﷺ منیٰ میں ان قافلہ والوں کے پاس تشریف لے جاتے۔اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے۔اور فرماتے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول تمہاری طرف ہوں، ابن اسحاق، ربیعہ بن عباد سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے باپ نے انہیں بتایا کہ میں ابھی نوجوان تھا اور میں نے منیٰ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ فرداً فرداً تمام قبیلہ والوں کے پاس جاتے اور فرماتے:

یا بنی فلان اِنی رسولُ اللہ اِلیکم امرکم ان تعبد اللہ ولا تشرکو شیئا ان تخلعو ما تعبدون من دونہ من ھذہ انداد و ان تومنو بی و تصدقوا بی و تمنعونی حتی اُبَیِّنَ عن اللہ ما بعثنی بہ۔ (سیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۱۵۵،ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۴۵۵)

ترجمہ: اے بنی فلاں! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔اللہ تعالیٰ کے سوا جن بتوں کی تم پوجا کرتے ہو۔ان کی بندگی کا قلاوہ اپنے گلے سے اتار پھینکو۔مجھ پر ایمان لاؤ میری تصدیق کرو۔اور کفار کی دست درازیوں سے میری حفاظت کرو۔تاکہ میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کیا دے کر تمہاری طرف مبعوث کیا ہے۔"

ربیعہ کے والد عباد کہتے ہیں کہ آپ کے پیچھے ایک بھینگا شخص ہوتا تھا اور اس کی دو لٹیں تھیں جب آپ علیہ السلام اپنے خطبہ سے فارغ ہوتے تو وہ کہتا کہ اے بنی فلاں۔ان کی بات نہ ماننا۔یہ تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے برگشتہ کرتا ہے اور بتوں کی پیروی سے روکتا ہے۔اس کی بات مت ماننا۔میں نے پوچھا وہ بھینگا شخص کون تھا۔وہ کہنے لگے کہ وہ ابولہب تھا جو کہ آپ کا چچا تھا۔

آقا دو جہاں ﷺ بنی کلب قبیلہ کی ایک شاخ بنی عبداللہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اے بنی عبداللہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام (عبداللہ) بہت خوبصورت رکھا ہے۔دستور یہ ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اُس کو ایک مانو لیکن انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

اِس کے بعد آپ بنی حنیفہ کی طرف اُن کے خیمہ میں تشریف لے گئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ایمان لانے کی

دعوت دی۔ اِسی قبیلہ میں مسیلمہ کذاب جھوٹا مدعی نبوت پیدا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے بھی آپ کی دعوت کو مسترد کر دیا۔ 47

پھر آپ بنی عامر قبیلہ میں تشریف لے گئے اور ان کو ایک خدا کو ماننے کی دعوت دی وہاں بحیرہ بن فراس یا فراس بن عبداللہ تھا اُس نے کہا کہ ''بخدا اگر میں اس شخص کو قابو کرلوں تو سارے عرب پر حکومت کر سکتا ہوں۔

اس نے آپ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر ہم آپ کے دین کو قبول کرلیں تو کیا آپ اپنے مخالفین پر قابو پانے کے بعد ہم کو مملکت کا وارث بنا دیں گے۔ آپ ﷺ نے جواب فرمایا کہ یہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کا ہے جس کو چاہے گا اس کا سربراہ بنا دے گا۔

وہ کہنے لگا کہ عجیب بات ہے۔ گردنیں ہم کٹائیں، جب آپ کو فتح وغلبہ ہو جائے تو کسی اور کو آپ مالک بنا دیں۔ اس لیے ہمیں ایسے دین کی ضرورت نہیں۔

جب یہ لوگ واپس گئے تو ایک بوڑھا جو بہت عقلمند تھا۔ اور کمزوری کی وجہ سے ان کے ساتھ نہیں آسکا تھا اور اس قبیلہ کا شیخ بھی تھا۔ نے ان سے حج کی باتیں پوچھیں۔ جب اس کو نبی کریم ﷺ کی دعوت کا علم ہوا تو اس نے حسرت اور افسوس سے اپنے دونوں ہاتھ سر پر رکھ لیے۔ اور کہا کہ آج تک حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کسی نے نبی ہونے کا جھوٹا دعویٰ نہیں کیا۔ آپ نے تم کو سچ بات کی دعوت کی ہے اور آپ اللہ کے سچے نبی علیہ السلام ہیں۔ اے بنو عامر تمہاری عقل کہاں چلی گئی ہوئی تھی۔ تم نے اُن کی بات کیوں نہیں مانی کہ تم ان کو ساتھ لے کر یہاں آجاتے اور ان کی حفاظت کرتے اور ان کی دعوت پر لبیک کرتے۔ تم نے موقع ضائع کر دیا۔ (السیرۃ النبویہ ابن کثیر، جلد: ۲، صفحہ ۱۵۸)

بنی شیبان بن ثعلبہ

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ حج کے موقع پر مختلف قبائل کی نشست گاہوں سے ہوتے ہوئے ایک ایسی محفل میں پہنچے۔ جس پر وقار غالب تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اُنہیں سلام کیا آپ ہر کار خیر میں آگے آگے ہوتے تھے۔ آپ نے اُن سے پوچھا کہ کس قبیلہ سے ان کا تعلق ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بنی شیبان بن ثعلبہ سے۔ وہاں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنی بن حارثہ، نعمان بن شریک ان کے سرداروں میں سے موجود تھے۔ مفروق بن عمرو چونکہ آپ کے نزدیک تھا۔ اس کی دو زلفیں اس کے سینہ پر لٹک رہی تھیں۔ آپ نے اُن سے اس کے قبیلہ کی تعداد کا پوچھا۔ اس نے کہا کہ ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ اور یہ اتنا لشکر ہوتا ہے کہ قلت تعداد سے مغلوب نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے اُس سے کہا کہ آپ لوگوں کو ایک رسول ﷺ کے مبعوث ہونے کی خبر تو مل چکی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ بے شک ہمیں آپ کے مبعوث ہونے کی خبر ملی ہے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ یہ وہ رسول علیہ السلام ہیں آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ تھوڑا آگے ہو کر بیٹھ گئے اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

کھڑے ہو کر آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کرلیا۔

آقاومولاو ہادی دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لا شریک کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں اللہ کا رسول ہوں اور مجھے پناہ دو۔ اور میری مدد کرو۔ تاکہ جو دین اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے اُس کی تبلیغ کا حق ادا کرسکوں۔ کیونکہ قریش نے حکم الٰہی کے خلاف بغاوت کی۔ اُس کے رسول ﷺ کو جھٹلایا اور حق کو چھوڑ کر باطل کو پسند کیا ہے۔ **(واللہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ)** (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۴۵۹)

مفروق نے کہا اور فرمائیے اللہ تعالیٰ کے رسول سرکارِ دوعالم، رہبر دوعالم ﷺ نے فرمایا:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ: آپ فرمادیں آؤ میں پڑھ کرسناؤں جوحرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اُس کے ساتھ کسی چیز کو اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف کے سبب قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کی باتیں جو ظاہر اور چھپی ہوں۔ ان کے نزدیک نہ جاؤ اور سوائے حق کے اُس جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرو۔ ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو (حقیقت کو) اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے۔ مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب بات کہو تو انصاف کی بات کہو۔ چاہے وہ رشتہ دار ہی ہو۔ اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ ان باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔ بے شک یہ میرا راستہ ہے۔ سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو اور راستوں کی ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا تمہیں حکم دیا ہے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ (سورۃ انعام: ۱۵۱ تا ۱۵۳)

مفروق یہ آیات سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔اس نے کہا۔بخدا یہ کسی انسان کا کلام نہیں اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو ہم بھی اسے جانتے۔مفروق نے کہا کہ آپ اور کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ (سورۃ النحل:۹۰)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں ہر معاملہ میں انصاف اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی، برے کاموں سے اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم اسے قبول کرو۔(سورۃ النحل:۹۰)

مفروق نے یہ سن کر کہا کہ اے میرے قریشی بھائی خدا کی قسم آپ نے بہت اعلیٰ اخلاق اور اچھے اعمال کی طرف دعوت دی ہے۔وہ لوگ جھوٹے ہیں جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کا مقابلہ کرتے ہیں۔

مفروق نے ہانی بن قبیصہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہ ہمارے شیخ اور دین کے رہنما ہیں۔ہانی کہنے لگا: میں نے آپ کا کلام اور آپ کی گفتگو سنی۔میں آپ کی بات کی تصدیق کرتا ہوں۔ہم پیچھے اپنی قوم چھوڑ آئے ہیں ہم ان سے مشورہ کریں گے۔

ہانی کے ساتھ مثنیٰ بن حارثہ بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا: مجھے آپ کی گفتگو نے بہت متاثر کیا ہے۔لیکن میرے خیال میں پہلی ہی نشست میں ہم اپنا آبائی دین نہیں چھوڑ سکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے غلط جواب نہیں دیا ہے کیونکہ تم نے سچی بات ظاہر کی ہے۔اللہ کے دین کا کوئی آدمی حق نہیں ادا کرسکتا ہے۔جب تک وہ اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہ کرلے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایرانیوں کے جس غلبہ سے تم لوگ خوفزدہ ہو۔اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے اموال اور ممالک کا مالک بنادے تو کیا تم اللہ کی تسبیح اور تقدیس کرو گے۔نعمان بن شریک کہنے لگا: اے میرے قریشی بھائی! اگر ایسا ہوا تو ہم ضرور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے آخر اُٹھنے سے پہلے آیت شریف تلاوت فرمائی:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ (الاحزاب)

ترجمہ: بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر (گواہ) اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چراغ روشن (چمکا دینے والا آفتاب۔)

پھر حضور نبی کریم ﷺ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے بہت اچھے اخلاق کا مظاہرہ اُنہوں

نے کیا ہے اور انہی اعلیٰ اخلاق کی بنا پر وہ لوگ دنیاوی زندگی میں اپنا دفاع کر رہے ہیں۔

کچھ عرصہ بعد ان کی جنگ ایرانیوں سے ہوئی اور قراقر کے مقام پر فرات کے قریب ان کا معرکہ ہوا۔ جنگ کے دوران ان لوگوں نے حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک کو اپنا جنگی شعار بنایا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حضور اکرم ﷺ کے نام مبارک کی برکت سے ان لوگوں کو فتح عطا فرما دی۔ پھر یہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

(السیرۃ النبویہ، جلد: ۲، صفحہ ۱۶۹، ضیاء النبی جلد: ۲، صفحہ ۴۶۲)

بنی عبس

عبداللہ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم جمرۃ اولیٰ کے سامنے منیٰ میں خیمہ زن تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت زید بن حارث آپ کے ساتھ اونٹنی پر بیٹھ کر آئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو خدا اور اس کے رسول کی طرف بلایا۔ لیکن ہم میں سے کسی نے آپ کی دعوت قبول نہ کی۔ ہمارے ساتھ میسرہ بن مسروق العبسی تھا۔ اس نے کہا میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم ان کی تصدیق کریں اور ان کو اپنے علاقہ میں لے جائیں۔ تو یہ بہت اچھی بات ہوگی۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان کا دین دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل جائے گا۔

میسرہ کی قوم نے کہا کہ ہم اس ذمہ داری کو نہیں قبول کر سکتے اور نہ نبھا سکتے ہیں۔

میسرہ کی بات سن کر ہادی دوعالم ﷺ کو امید ہوئی آپ ﷺ نے اس سے گفتگو فرمائی۔ تو اس نے کہا آپ کی گفتگو بڑی عمدہ اور سراپا نور ہے لیکن میری قوم میرے مخالف ہے۔

آقا دوعالم ﷺ واپس تشریف لے آئے اور وہ لوگ بھی واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اپنے گھروں کو فدک کے مقام پر واپس جاتے میسرہ نے کہا کہ یہاں یہود بہت عالم ہیں۔ میں ان سے سرکار، دوعالم ﷺ کے بارے میں پوچھتا ہوں۔ میسرہ فدک کے مقام پر یہودیوں کے پاس گیا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں آپ ﷺ کے بارے میں دیکھا۔ وہاں لکھا تھا:

النبی الأُمی العربی یرکب الحمار و یجتزی بالکسرۃ لیس بالطویل ولا بالقصر ولا بالسبط فی عینیہ حمرۃ مشرق اللَّوْنِ۝ (ضیاء النبی جلد دوم ۴۶۳)

ترجمہ: نبی اُمی (بن پڑھے) عربی۔ دراز گوش پر سواری فرمانے والے مبعوث ہوں گے انتہائی کفایت شعاری ان کی شان ہوگی۔ دراز گوش پر سواری فرمائیں گے۔ بدنی حسن کے لحاظ سے نہ ضرورت سے زیادہ لانبے اور نہ پست قامت گیسوئے مبارک نہ زیادہ گھنگھریالے نہ بالکل سیدھے۔ آپ کی آنکھوں میں سرخی کا ڈورا اور چہرہ چمکدار ہوگا۔

یہودی علماء نے میسرہ سے کہا کہ جنہوں نے تمہیں دعوت دی ہے اگر ان میں یہ نشانیاں ہیں توان کی دعوت کو قبول کرلو۔

میسرہ نے کہا: اے میری قوم، واقعی اُن میں یہ سب نشانیاں ہیں۔آپ دوبارہ موسم حج میں آئیں گے۔تو ان سے ملاقات کریں گے۔وہ واپس لوٹ گئے اورکسی نے اسلام قبول نہ کیا۔ یہاں تک کہ جب اسلام غالب آ گیا تو حج الوداع کے موقع پر میسرہ کی ملاقات نبی کریم ﷺ سے ہوئی۔آقا دو عالم ﷺ نے اس کو پہچان لیا۔میسرہ کہنے لگا۔میں بڑی تاخیر سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔دوسرے لوگ جو اُس دن آپ کے پاس حاضر ہوتے تھے بغیر اسلام لائے مر گئے۔ یارسول اللہ ﷺ اُن کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔آپ نے فرمایا:''جو اسلام قبول کیے بغیر مر گیا اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

میسرہ کہنے لگا: اللہ تعالیٰ کے لیے سب تعریفیں ہیں جس نے مجھے آتش جہنم سے بچا لیا۔پھر وہ مسلمان ہوگیا۔سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میسرہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔

ہادی دو عالم ﷺ اس کے بعد بھی مختلف قبائل کو دعوت اسلام دیتے رہے۔آپ ﷺ حج کے اجتماعات میں لوگوں کے پاس تشریف لے جاتے۔اُن کو اپنے رب کی طرف بلاتے۔ان کو بتاتے میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول (علیہ السلام) ہوں۔مجھ پر ایمان لاؤ۔میری پیروی کرو۔بتوں کی پوجا چھوڑ کر خدا وحدہٗ لاشریک کی عبادت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لو۔اُن چند چیدہ چیدہ قبیلوں کے یہ نام ہیں:

بنی عامر، غسان، بنی خزارہ، بنی مروہ، بنی حنیفہ، بنی سلیم، بنی قیس، بنی نصر بن ہوازن، بنی ثعلبہ، کندہ، کلب، بنی حارث، بنی کعب، بنی عذری، قیس بن حطیم وغیرہ وغیرہ۔

آپ ﷺ اِن سے فرماتے:''کیا تم میں ایسا مرد ہے جو مجھے اپنے ساتھ قبیلہ میں لے جائے جہاں مجھے تبلیغ اسلام کی آزادی ہو کیونکہ قریش نے مجھ پر قدغن لگا دی ہے کہ میں اپنے رب کا کلام اس کے بندوں تک پہنچاؤں۔

لیکن کسی کی قسمت نے بھی اُن کے ساتھ یاوری نہ کی۔اور وہ اس عظیم نعمت سے بے بہرہ رہے۔

(السیرۃ النبویہ ابن کثیر جلد:۲، صفحہ ۱۷۱، ضیاء النبی جلد:۲، صفحہ ۴۶۴)

تجارتی منڈیاں

آقائے دو عالم ﷺ نے چیدہ چیدہ تجارتی منڈیوں میں جہاں سب عرب لوگ جمع ہو گئے تھے اور شعر و شاعری ہوتی اور لوگ اپنی برتری کو ایک دوسرے پر ثابت کرتے تشریف لے جاتے تھے۔

ان منڈیوں میں عکاظ، ذوالمجاز اور مجنہ کی منڈیاں مکہ مکرمہ سے بہت نزدیک تھیں۔اور یہ حج کے دنوں کے قریب لگتی تھیں۔اور ان میں بہت زیادہ رش ہوتا تھا۔اور معاہدہ کے مطابق جانی دشمن بھی یہاں ایک دوسرے کو کچھ نہیں کہتے تھے۔

عکاظ نخلہ اور طائف کے درمیان واقع تھا۔ ذوالمجاز عرفہ کے پیچھے اور مجنہ مرالظہران میں واقع تھا۔
(معجم البلدان جلد چہارم صفحہ ۱۴۳)

عکاظ کی منڈی پورے شوال کے مہینہ میں لگتی تھی۔ یہ سب سے بڑی منڈی ہوتی تھی پھر لوگ مجنہ کی منڈی بھی آتے تھے۔ جو ذوالقعدہ کے پہلے بیس دن لگتی تھی۔ وہاں سے لوگ ذی المجاز میں عرفہ کے پاس آتے۔ یہ حج کے دنوں تک لگی رہتی تھی پھر لوگ زمانہ جاہلیت کے رواج وطریقوں کے مطابق حج کرتے پھر واپس اپنے گھروں کو چلے جاتے تھے۔

ابوطارق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو ذوالمجاز کی منڈی میں دیکھا۔ قبائل کے سامنے آپ ﷺ اپنے آپ کو پیش کر رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْا۔

ترجمہ: اے لوگو کہو لا الہ الا اللہ یعنی کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر اللہ۔ تو دونوں جہانوں میں فلاح پا جاؤ گے۔

ابن طارق کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے پیچھے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا جس کے بال دونوں طرف سے اس کے سینے پر لٹکے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے قدموں پر پتھر بھی مار رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا اے لوگو اس کی بات (نعوذ باللہ) ہرگز نہ ماننا یہ جھوٹا ہے (نعوذ باللہ) وہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ آدمی کون ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کا چچا ابولہب ہے۔

مدرک نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ حضور فرما رہے تھے۔ اے لوگو! کہو: لا الہ الا اللہ۔ دونوں جہانوں میں فلاح پا جاؤ گے۔ یہ سن کر کسی نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر تھوکنا شروع کر دیا۔ کسی نے مٹھی میں مٹی بھر بھر کر خاک ڈالنی شروع کر دی۔ کوئی گالیاں بکنے لگا۔ آقا دو جہاں ﷺ سب کی برداشت فرماتے رہے یہ سلسلہ دو پہر تک جاری رہا۔ پس ایک بچی ایک پانی کا پیالہ لے کر آئی۔ حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو دھویا۔ اپنے چہرہ مبارک کو دھویا اور فرمایا: اے میری بیٹی! اپنے باپ کے بارے میں یہ اندیشہ نہ کرو کہ کوئی ان کو مغلوب کر لے گا۔ یا کوئی ان کو رسوا کرے گا۔ میں نے کہا: یہ بچی کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی بیٹی ہے جس کا نام زینب ہے۔
(ضیاء النبی از پیر کرم شاہؒ جلد دوم صفحہ ۴۷۰ ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد دوم صفحہ ۵۹۴)

سرکارِ دوعالم اپنے نبوت کے فرائض ادا کرنے میں بڑی تندہی سے مصروف رہتے۔ کسی بھی تکلیف کو آپ خاطر میں نہ لاتے۔ نہ کبھی رات دن کی پرواہ کی۔ نہ کبھی موسم کی سختی آپ کو اپنے کام سے باز رکھ سکی۔ نہ کسی کا بھی خوف آپ کی راہ کی رکاوٹ بنا۔ آپ تن تنہا ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کے سامنے سینہ سپر رہے۔ اپنی جان کی پروا کیے بغیر آپ بہت ہی دلیری اور شجاعت اور جوانمردی کے ساتھ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تبلیغ کا حق ادا کیا۔ آپ اپنے راستے کی سب رکاوٹوں کو تن تنہا اللہ تعالیٰ کے حکم سے

پار کرتے گئے۔ کیوں نہ ہو آپ کا رب عظیم آپ کے ساتھ تھا۔ آپ ہر ہر لحظہ اُس کو دیکھتے تھے۔ ہر ہر لمحہ آپ کی اُس خدائے وحدہٗ لاشریک کی بڑائی پر نظر تھی۔ ہر ہر لحظہ اُس کی رحمت آپ کے ساتھ شریک تھی۔ جس سے آپ لوگوں کی ناگوار باتوں کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

اس طرح کے کمال حوصلے اور عزم والے انسان کی مثال پوری تاریخ عالم میں نہیں ملتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی لالچ آپ ﷺ کے قدموں کو نہ ڈگمگا سکا۔ آپ کے دل پر ہر وقت اللہ کی محبت کا ایسا غلبہ تھا کہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت اُس کے سامنے ہیچ تھی۔ کسی بھی بڑے سے بڑے بادشاہ کو آپ کبھی خاطر میں نہ لائے تھے اور آپ نے جس کو بھی کوئی پیغام بھیجا حکماً بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات پاک کو اپنی ذات کے سوا ہر ایک چیز سے مستغنی کر دیا ہوا تھا۔

(معجم البلدان، جلد: ۴، صفحہ ۱۴۲) (السیرۃ الحلبیہ، جلد: ۱، صفحہ ۳۹۷)

آپ سب لوگوں کو اسی طرح سمجھاتے رہے۔ ایک دفعہ آپ کی قوم نے آپ سے ایک عجیب مطالبہ پیش کر دیا۔

معجزہ شق القمر

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ ایک دن مشرک اکٹھے ہو کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ سچے ہیں تو چاند کو دو ٹکڑے کر کے دکھائیے۔ آپ نے فرمایا کہ "اِنْ فَعَلْتُ تُؤْمِنُوْن" کہ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ وہ بولے ضرور۔ اُس دن چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ آپ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک دائیں طرف چلا گیا ایک بائیں طرف۔

آپ ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے کر پکار رہے تھے: یافُلاں یافُلاں اِشْھَدُوْ۔

اے فلاں فلاں اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور شہادت دو۔

لیکن ان بدقسمت کفار نے آپ کے اس عظیم معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی کہا۔ (نعوذ باللہ) یہ ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے۔

یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے رونما ہوا۔ جن قصہ گو لوگوں نے یہ کہا ہے کہ چاند آپ کی بغلوں مین سے ہوتا ہوا واپس چلا گیا غلط کہا ہے۔

جب چاند دو ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں چلا گیا تو پھر کچھ دیر بعد آپ نے اُسے دوبارہ ملنے کا اشارہ فرمایا تو وہ دوبارہ پہلے کی طرح مل گیا۔ (السیرۃ الحلبیہ امام محمد زہرہ، جلد: ۱، صفحہ ۴۰۰، السیرۃ النبویہ جلد: ۲، صفحہ ۱۵۸، ضیاء النبی جلد: ۲، صفحہ ۴۲۷)



معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از حرم کعبہ تا بیت المقدس)

القرآن: سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① (الاسراء)

ترجمہ: ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف بابرکت بنا دیا ہے ہم نے اس کے گرد ونواح کو۔ تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بے شک وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا"

آقا دو جہاں، سرورِ کون ومکاں، ہادی دوعالم، رحمۃ للعالمین اور محبوب رب العالمین۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن کعبہ شریف میں آرام فرما رہے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور نہایت ہی ادب سے آقا دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار فرمایا اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مجدہٗ کے ارادہ پاک سے مطلع فرمایا۔ آقا دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمزم کے کنوئیں کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو لٹایا اور سینہ مبارک کو چاک فرما دیا اور سینہ مبارک میں ایمان وحکمت سے بھرا ہوا طشت اُنڈیل دیا۔

یہ طشت زمرد سے بنا ہوا تھا۔ اس کے چار گوشے تھے اور ہر گوشے پر ایک ایک گوہر تاباں جڑا ہوا تھا اور اُن سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوثر کے پانی سے غسل فرمایا اور وہ نورانی لباس مرقع زیب تن فرمایا جو جبرئیل امین ساتھ لائے تھے اور وہ نورانی عمامہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر رکھا جو آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی سات ہزار سال پہلے سنبھال رکھا تھا۔ اور چالیس ہزار فرشتے اس عمامہ کی تعظیم کے لیے اس کے گرد اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے تھے اور درود پڑھتے تھے۔ اس وقت وہ چالیس ہزار فرشتے بھی حاضر تھے تاکہ آپ کی زیارت کرسکیں۔ اس عمامے پر چالیس ہزار تحریریں تھیں۔ اور ہر تحریر پر سونے کی طرح چمکتی چار سطریں تھیں اور ان پر محمد رسول اللہ محمد نبی اللہ محمد خلیل اللہ محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا تھا۔ (مرقع نبوت (سوالاً جواباً) از آغا اشرف صفحہ ۱۸۳، ۱۸۴)

اور پھر سینہ مبارک کو درست فرما دیا۔ وہ کیا چیز تھی جو خاص آپ کو عطا فرمائی گی، اس کی کیفیت خدا یا خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جانتے ہیں اور اس خاص چیز کو عطا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دیدار کے لیے تیار فرمایا۔ اے میرے پیارے تو نے دنیا میں میری خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ بہت ستم برداشت کیے۔ بہت مصیبتیں سہیں۔ بہت پریشانیاں اٹھائیں۔ تیرا رب تجھے یوں ہی نہیں چھوڑ دے گا۔ تجھے میں وہ چیز عطا فرماؤں گا اور تجھے وہ مقام عطا فرماؤں گا جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اے میرے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو میری ملاقات کے لیے تیار ہو جا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک نورانی چادر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر ڈال دی اور زمرد کے نعلین جوتے مبارک آپ کو

پہنا دیے اور یاقوت کا پٹکا حضور ﷺ کی کمر میں باندھا اور زمرد کا چابک آپ ﷺ کے ہاتھ میں دیا جس میں چار مروارید جڑے ہوئے تھے جو چمک رہے تھے۔

سرکار دو عالم ﷺ حرم شریف سے باہر تشریف لائے باہر آپ کے لیے براق تیار تھا جس پر آپ علیہ السلام سوار ہوئے۔ اُس کی رفتار ایسی تھی کہ جہاں تک نظر جاتی تھی وہاں پر اس کا قدم پڑتا تھا۔ یہ براق حضور ﷺ کے انتظار میں کوہِ صفا پر کھڑا تھا اس کے دو بڑے خوشنما اور چمکدار پَر تھے۔ بُراق کا سینہ سرخ یاقوت کی طرح چمک رہا تھا۔ اس کی پشت پر سرخ یاقوت کی زین تھی۔ اس کے سَر پر جواہرات کا تاج تھا۔ اس کی لگام زبرجد کی تھی۔ رکابیں زمرد کی تھیں اور دونوں طرف لٹک رہی تھیں۔ اور اِس کی پیشانی پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ لکھا ہوا تھا۔ دائیں بائیں براق کے اسی اسی ہزار فرشتے کھڑے تھے۔

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ سے کوئی سوال کرے تو آپ نے جواب نہیں دینا۔ راستے میں ایک عورت نے کہا کہ آپ راستہ بھول گئے ہیں۔ دوسری نے آپ ﷺ کو آواز دی۔ پھر راستے میں تیسری عورت نے آپ ﷺ کو بلایا اور کہا میرے آپ کے درمیان بُعد ہے۔ آپ ﷺ نے کسی کو جواب نہ دیا۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اگر آپ پہلی عورت کا جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت یہودیوں کی طرف مائل ہو جاتی۔ اگر آپ ﷺ دوسری عورت کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت عیسائیوں کی طرف مائل ہو جاتی۔ اور آخری عورت کا جواب دیتے تو آپ ﷺ کی امت دنیا کی طرف مائل ہو جاتی۔ پھر تین شخص آپ ﷺ کے سامنے آئے۔ جوان، بوڑھا اور ادھیڑ عمر۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ آپ ﷺ حق کی طرف پہنچ گئے۔ بوڑھا شخص دولت، ادھیڑ عمر قسمت اور جوان شخص عافیت ہے۔ چونکہ آپ ﷺ نے عافیت کی طرف توجہ فرمائی ہے اس لیے آپ ﷺ کی امت کو عافیت رہے گی۔

پھر آپ ﷺ کو دائیں ہاتھ میں دودھ اور بائیں مین شراب کا پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے دودھ پسند فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی آپ ﷺ کی امت کو سچا دین دیا گیا ہے۔ اور شراب آپ ﷺ کی امت پر حرام کی گئی ہے۔ پھر ایک خوشبو دار لباس والے نوعمر نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور آپ ﷺ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر غائب وہ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یہ دین تھا آپ ﷺ کی امت دین کی حالت میں زندگی بسر کرے گی۔

حضور نبی کریم ﷺ مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ کے استقبال کے لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام موجود تھے۔ سب نے آپ ﷺ کو مرحبا (خوش آمدید) کہا۔

سرورِ دو جہاں ﷺ نے وہاں پر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو دو رکعت نماز کی امامت فرمائی۔ سب انبیاء کرام علیہم السلام آپ کو دیکھ کر رشک فرما رہے تھے۔ (مرقع النبوت، جلد: ۱۸۳، ۱۸۴)

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

ترجمہ: (تم سب انبیاء کرام علیہم السلام میرے رسول ﷺ پر ضرور ایمان لانا اور اُس کی مدد کرنا) کی تکمیل ہوئی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ بلندیوں کی طرف اٹھائے گئے۔ وہ کس طرح گئے اور کتنی تیز رفتاری سے گئے اس کی کیفیت سے عقل عاجز ہے۔

اور گئے بھی اس طرح کہ نہ صرف آپ ﷺ کی روح مبارک گئی بلکہ ساتھ آپ ﷺ کا جسم مبارک بھی گیا۔

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دِگر ‏ ‏ ‏ مَا سَراپا انتظار اُو منتظر

بندہ ہونا او چیز ہے اور خدا کا بندہ ہونا اور چیز۔ بندہ تو ہر وقت اُس خدا کے انتظار میں ہے اور خدا کے بندے کے لیے خدا خود انتظار فرما رہا ہے۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا (بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ: ”پاک ہے وہ ذات ہر عیب سے جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔“

بندہ اُس وقت ہی اُس کو کہا جاتا ہے جب وہ جسم او رروح کا مرکب ہو۔ بعض لوگ جو آپ ﷺ کی صرف روحانی معراج کے قائل ہیں۔ وہ اس آیت شریف میں غور نہیں کرتے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ دکھائے اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سفر کے دوران جب مقام ضحبان میں پہنچا تو فلاں لوگ مجھ کو ملے۔ یہ قافلہ سو رہا تھا اور ایک طرف پانی کا برتن بھر کر ڈھک کر رکھا تھا میں نے اس کو کھول کر پانی پیا اور پھر اُسی طرح اُس کو ڈھک دیا۔ اَب وہ قافلہ مقام بیعتہ النعیم (مکہ کے قریب ایک مقام) کی طرف سے آ رہا ہے اُن کے آگے ایک اونٹ پر ایک سیاہ اور ایک مٹیالے رنگ کے دو بورے لدے ہوئے ہیں۔ اگر یہ واقعہ خواب ہوتا تو قافلے والوں کے برتن سے پانی نہ غائب ہوتا۔ جیسا کہ انہوں نے آنے کے بعد تصدیق کی۔ دوسرے قافلے والوں نے بھی آنے کے بعد تصدیق کی کہ ہمارا اونٹ واقعی بھاگ گیا تھا اور ہم نے آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہاں اِس طرف آپ کا اونٹ ہے ہم نے کہا یہ آواز تو حضرت محمد ﷺ کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اُنہیں سلام بھی کیا۔

خواب میں تو ہر کس و ناکس طویل ترین مسافتیں پل بھر میں طے کر لیتا ہے اِس پر نہ کوئی انکار کرتا ہے او رنہ کوئی تعجب۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت کس طرح ایک اللہ تعالیٰ کے ولی نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے پلک جھپکنے میں اتنی دور سے بلقیس کا تخت آپ علیہ السلام کے حضور لا حاضر کیا۔ کیا آپ کی عقل یہاں کوئی توجیہہ پیش کر سکتی ہے کیا زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور زمین پر پہاڑ نصب کرنے اور زمین و آسمان پر ہر چیز بنانے کی عقل کوئی دلیل پیش کر سکتی ہے۔

چنانچہ قاضی عیاض الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ میں رقم طراز ہیں:

”سلف صالحین او رامت مسلمہ کی غالب اکثریت کی رائے یہ ہے کہ اسراء جسم مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں ہوا

اور یہی قول حق ہے اور حضرت ابن عباس، جابر، انس، حذیفہ، عمر ابو ہریرہ، مالک بن معصعہ ابی حبہ البدری اور ابن مسعودؓ جیسے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ضحاک، سعید بن جبیر، قتادہ ابن المسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مفروق، مجاہد عکرمہ اور ابن جریج۔ ان کے علاوہ طبری، امام ابن حنبل رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت کا یہی قول ہے۔ نیز علماء متاخرین میں سے فقہاء، محدثین، متکلمین اور مفسرین کی اکثریت کا یہی قول ہے۔

(الشفا جلد اول صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت از ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۴۸۲)

سفر معراج کا واقعہ جمہور علماء کے نزدیک ۲۷ رجب کو ہوا ہے۔ اور یہ واقعہ حضور نبی کریم ﷺ کے طائف شریف کے واقعہ کے بعد اور مدینہ منورہ ہجرت سے پہلے رونما ہوا۔ بعض لوگوں کے نزدیک ہجرت ایک سال اور جمہور علماء کے نزدیک یا ۳ سال پہلے رونما ہوا۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے مخصوص فرمالیتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ (النساء)

ترجمہ: اے حبیب اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ (بنی اسرائیل: ۸۷)

ترجمہ: اے حبیب ﷺ! یقیناً اُس کا فضل و کرم آپ پر بہت بڑا ہے۔

یہ ہے وہ بات جس کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام خواہش کرتے رہتے۔ یہ ہیں وہ خلعتیں جن کو دیکھ کر دوسرے پیغمبر علیہ السلام آپ علیہ السلام پر رشک کرتے رہے۔

کتنے خوش قسمت ہیں۔ وہ نعلین مبارک جو آپ کے جسم مبارک کے ساتھ مَس رہے۔ کتنا عظیم مرتبہ ہے اُن ذرات کا جو آپ کے نعلین مبارک سے چھوتے رہے۔

یہ وہ مسئلہ ہے کہ

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

ترجمہ: آدمی اُس کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اُس کی محبت ہے۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کتاب مدارج النبوت کے آخری باب تکملہ میں فرماتے ہیں کہ ہر نبی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی کسی نہ کسی صفاتی نام کا مظہر ہے اور آقا دو جہاں سرور دو عالم حضور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے لفظ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کے مظہر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام لفظ اللہ میں اللہ تعالیٰ کے سب صفاتی نام بھی شامل ہیں۔



حُسن یوسف علیہ السلام دم عیسیٰ علیہ السلام ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا حسن سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سورج کی طرح چمکتا ہوا ہاتھ اے میرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات کو اکٹھا کیا جائے تو آپ علیہ السلام کی خصوصیات بنتی ہیں۔

آقا دو جہاں، سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے رکاب تھامی ہوئی تھی اور حضرت میکائیل علیہ السلام نے باگ پکڑی ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دور چلے تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی آقا یہاں رُک جائیں اور دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے تو جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کی کہ حضور علیہ السلام یہ مقام جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوافل پڑھے ہیں آپ کی ہجرت کا مقام ہے۔ پھر کچھ دیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر فرماتے رہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے رکنے اور دو رکعت نماز ادا فرمانے کا عرض کیا۔ آپ نے دو نوافل ادا فرمائے اور پھر چل پڑے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے مدین میں موسیٰ علیہ السلام کے درخت کے پاس نماز ادا کی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور کچھ دیر بعد جبرئیل علیہ السلام نے رک کر دو نوافل ادا کرنے کا عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہو کر چل پڑے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ مقام طورِ سینا تھا۔ جہاں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محویت اُس ذات پاک میں خاص کر اس سفر کے دوران اتنی تھی کہ محبوب، محبوب کی ملاقات کو جا رہا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کون سی جگہ ہے تو آپ فرماتے مجھے معلوم نہیں۔ تو آپ عرض کرتے کہ یہ، یہ جگہ ہے۔ پھر آپ علیہ السلام آگے چل پڑتے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ (النجم)

ترجمہ: نہ درماندہ ہوئی چشمِ مصطفیٰ اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی۔

اس کے بعد پھر آقا دو جہاں علیہ السلام آگے چلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مولد پر اُتر کر نماز اَدا فرمائی۔

اِس سفر کے دوران آقا علیہ السلام نے ایک عفریت کو دیکھا جو آگ کا شعلہ لیے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں آپ کو ایسے کلمات نہ بتاؤں جس سے اِس کا شعلہ بجھ جاتے اور یہ منہ کے بل گر پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ضرور۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا سکھائی:

قل اعوذ بوجہ اللہ الکریم و بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من
شر ما ینزل من السماء ومن شر ما یعرج فیھا و من شر ما زرا فی الارض و من شر
ما یخرج منھا و من شر فتن الیل والنھار و من طوارق الیل والنھار الا طارقا

یطرق بخیر یارحمٰن○ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۰۶)

حضور ﷺ نے یہ دعا پڑھی تو آگ کا شعلہ بجھ گیا اور عفریت منہ کے بل نیچے جا گرا۔

پھر نبی کریم ﷺ نے منظر دیکھا کہ ایک قوم کھیتی باڑی کرتے ہوئے جو آج فصل بوتے ہیں۔ وہ دوسرے دن تیار ہو جاتی ہے۔ وہ اس کو کاٹ لیتے ہیں۔ تو پھر وہ دوسرے دن پھر تیار ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: جبرئیل یہ کیا ہے؟ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ اللہ کے مجاہد ہیں۔ جن کی نیکیوں کو سات سوگنا کر دیا جاتا ہے اور جو وہ خرچ کرتے ہیں۔ ان کو اس کی جگہ اُسی وقت دے دیا جاتا ہے۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے بڑی دلکشا خوشبو سونگھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ فرعون کی بیٹی کا بناؤ سنگھار کرنے والی کی ہے۔

اُس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز وہ فرعون کی بیٹی کی کنگھی کر رہی تھی کہ اُس کی کنگھی گر گئی۔ اُس نے کہا: اللہ کے نام سے اٹھاتی ہوں اور فرعون ہلاک ہو۔ اُس کی بیٹی نے کہا کہ کیا میرے باپ کے علاوہ بھی تیرا کوئی خدا ہے۔ وہ بولی خدا تو وہی اکیلا ہے جو مجھ کو اور تجھ کو اور سارے جہاں کو بنانے والا ہے۔ فرعون کو جب اُس کی بات کا پتہ چلا تو اُس نے اُس کو اُس کے خاوند اور اُس کے دو بچوں سب کو اکٹھا کر لیا۔ اُن کو کہا کہ مجھ کو خدا مانو۔ انہوں نے انکار کر دیا تو اُس نے کہا۔ ایک دیگ میں تانبا گرم کرو۔ جب وہ خوب گرم ہو گیا۔ تو اُس نے پھر کہا کہ مجھے خدا مانو ورنہ میں تم سب کو اِس میں ایک ایک کر کے ڈال دوں گا وہ پھر بھی نہ مانے۔ اُس نے ان کے شیر خوار بچے کو پہلے اُس میں ڈالا۔ تو خدا نے شیر خوار بچے کو زبان دے دی۔ اُس نے کہا۔ اے میری ماں صبر کرنا اور حق سے منہ نہ موڑنا۔ تو ہی حق پر ہے۔ اُس نے ایک ایک کر کے سب کو گرم گرم تانبے کی دیگ میں ڈال دیا۔

پھر آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے سَروں کو کوٹا جا رہا ہے وہ پھر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز کی ادائیگی نہیں کرتے۔

پھر آپ نے ایسی قوم دیکھی جن کے آگے پیچھے چیتھڑے تھے وہ اونٹ اور بکریوں کی طرح چَر رہے تھے اور ضریع (خاردار بوٹی) اور زقوم کھا رہے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔

پھر آپ نے ایسی قوم دیکھی ایک ہانڈی میں پکا ہوا مزیدار گوشت ہے۔ اور دوسری طرف بدبودار گوشت ہے۔ وہ لوگ اس حلال و پاک لذیذ گوشت کو چھوڑ کر بدبودار حرام گوشت کو کھا رہے ہیں۔ آپ نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ وہ لوگ ہیں جن کے گھر مین حلال بیویاں ہیں۔ لیکن یہ ان کو چھوڑ کر بدکار عورتوں کے ساتھ بدکاری کرتے ہیں اور یہی حال اُس بدکار عورت کا ہے جو اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسرے مَرد کے ساتھ بدکاری کرتی ہے۔

پھر آقا دو جہاں ﷺ نے ایک لکڑی کو دیکھا جو کوئی اُس کے نزدیک ہوتا تھا۔ وہ اُس کو پھاڑ دیتی تھی۔ جبرئیل علیہ

السلام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو راستوں پر اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں۔ 47

پھر آپ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ جو خون کی نہر میں تیر رہا ہے۔ اُس کے منہ کو پتھر سے مارا جا رہا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ سود خور ہے۔

پھر آپ نے دیکھا ایک آدمی نے بڑی بھاری گٹھڑی باندھی ہوئی ہے جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا اور اُس میں وہ اور اضافہ چاہتا ہے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں۔ جو لوگوں کی امانتیں ادا نہیں کرتے اُن میں اور اضافہ کرنے پر خواہشمند ہیں۔

پھر آپ نے منظر دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ قینچی سے کاٹے جا رہے ہیں اور وہ پھر اُسی طرح ہو جاتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو فتنہ باز خطیب ہیں۔ جو دوسروں کو کہتے ہیں اُس پر خود عمل نہیں کرتے ہیں۔

پھر آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ناخن تانبے کے ہیں جس سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو کھرچ رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں یعنی لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزتوں پر حملہ کرتے ہیں۔

سفر کے دوران آپ کو ایک خوبصورت عورت نے آواز دی جس کے سر پر دوپٹہ نہیں تھا۔ اس نے کہا: یا محمد انظرنی اسئلك۔ یارسول اللہ ﷺ توجہ فرمائیں میں کچھ سوال کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن آپ ﷺ نے اُس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ اِس کی طرف توجہ فرماتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔

پھر آقا علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس کے سرخ ٹیلے سے گزرے۔ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ آپ علیہ السلام نے اُن کے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ بیت المقدس پہنچ گئے وہاں پر جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آپ نے دو رکعتیں ادا کیں۔ یہاں تمام انبیاء کرام علیہم السلام اجمعین حضور علیہ السلام کے استقبال کے لیے موجود تھے پھر اقامت پڑھی گئی۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر آگے امامت کے مصلّے پر کھڑا کر دیا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

نماز ادا فرمانے کے بعد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا:

الحمد للهِ الذی اتخذنی خلیلاً وَّ اَعْطَانِیْ مُلْكًا عَظِیْمًا وَ جَعَلَنِیْ اُمَّةً قَانِتًا یُؤْتَمُّ بِیْ وَاَنْقَذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَ جَعَلَهَا عَلَیَّ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا۔

ترجمہ: ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا۔ مجھے ملک عظیم عطا فرمایا۔ مجھے اپنا فرمانبردار بنایا۔ جس کی پیروی کی جاتی ہے۔ مجھے آگ سے بچا لیا۔ اور اُسے میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی والا بنا دیا۔

آپ علیہ السلام کے بعد حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کیا۔ پھر حضرت سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ذکر کیا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبینا نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء فرمائی۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو گنوایا۔ آخر میں آقا دو جہاں سرکارِ دوعالم سرورِ کون و مکان حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کی حمد و ثناء فرمائی۔ آپ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَرْسَلَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِین وَ كَافَّةً لِلناس بشيرا و نذيرًا و انزل على الفرقان فيه بيان كل شيءٍ و جعل اُمتي خير اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلناس وَجَعَلَ اُمَّتِي وَسَطًا وَ جَعَلَ اُمتي هُوَ الاولون والاخرون و شرح لي صدري ووضع عني وزري و رفع لي ذكري وجعلني فاتِحًا و خاتما۔

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور مجھ پر فرقان نازل کیا اور میری اُمتوں کو تمام اُمتوں سے افضل بنایا۔ اور اُسے لوگوں کی بھلائی کے لیے پیدا فرمایا اور میری اُمت کو وسط بنایا اور میری اُمت ہی اول و آخر ہے۔ مجھے شرح صدر کی نعمت سے نوازا۔ میرا بوجھ مجھ پر سے اُٹھا لیا۔ میرے ذکر کو میرے لیے بلند فرما دیا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا۔

یہ پیارے پیارے محبت بھرے الفاظ جب آقا علیہ السلام کے سب انبیاء علیہم السلام نے سنے تو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر فرمایا:

بهذا فضلكم محمد صلى الله عليه وآله وسلم۔

انہیں احسانات اور انعامات کی بدولت محمد ﷺ ہم سب پر فضیلت پا گئے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین برتن پیش کیے۔ جن میں سے ایک میں دودھ دوسرے میں شربت اور تیسرے میں پانی تھا۔

آقا دو عالم ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا، اور پیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ علیہ السلام کا دودھ پینا یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی اُمت ہدایت یافتہ ہوگی۔

(البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۶۲، ضیاء النبی جلد: ۲، صفحہ ۵۰۶ تا ۵۱۰)

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(از بیت المقدس تا سدرۃ المنتہیٰ، از سدرۃ المنتہیٰ تا بیت المقدس)

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد آسمانوں پر جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝۱ (النجم)

ترجمہ: قسم ہے اِس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اُترا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

هو النبی ﷺ وهويه نزوله من السماء ليلة المعراج و جوذ على هٰذا ان يراد بهَوَاهُ صَعُوْدُهٗ و عروجه عليه الصلوٰة والسلام الى منقطع الاين۔ (روح المعانی)

یعنی النجم سے مراد ذات پاک مصطفیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اِذَا هَوٰى سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شب معراج آسمان سے واپس زمین پر نزول فرمانا (اور جب کوئی آسمان پر چڑھایا گیا ہو پھر ہی وہ واپس آتا ہے۔) اِس کے بعد آلوسی فرماتے ہیں۔ اِذَا هَوٰى سے یہ مراد لینا بھی جائز ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شبِ معراج وہاں تک عروج کرنا جہاں مکان کی سرحدیں ختم ہو جاتی ہیں۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۱۳)

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝۲

ترجمہ: تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا۔

آیت شریف میں مَا صَاحِبُكُمْ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ صاحب کا معنی سید اور مالک بھی ہے۔ صاحب البیت گھر کا مالک اور اِس کا معنی ساتھی اور رفیق بھی ہے۔ لیکن صرف ایسے ساتھی کو صاحب کہا جاتا ہے۔ جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔ رحمت دوعالم آقا دوجہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنی قوم کو مکہ مکرمہ میں اپنے رب کی طرف بلایا اور دعوت توحید کا آغاز کیا۔ تو کافر کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) آپ (علیہ السلام) گمراہ ہو گئے ہیں۔ آپ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کا راستہ چھوڑ دیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے پہلے قسم کھائی پھر ان کے الزامات کی تردید کی۔ اور فرمایا کہ ان کے قول و فعل و عمل و کردار میں کج روی اور گمراہی کا نام و نشان تک نہیں ہے اور نہ ہی ان کے عقیدہ میں کوئی کج روی اور غلطی ہے۔

اور صاحبکم کا لفظ فرما کر سب کو بتا دیا کہ اپنے پیارے صاحب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تم شروع سے جانتے ہو۔ اِنہوں نے اپنی ایک عمر تم میں گزاری ہے۔ آج تک تم نے ایک ذرہ بھر کی بھی کج روی نہیں دیکھی۔ تم سب ان کو صادق و امین کے نام سے یاد کرتے ہو۔ زمانہ جاہلیت کی کوئی عادت کوئی خو تم نے ان میں نہیں دیکھی ہے۔ تو پھر تم کس طرح اور کس منہ سے اِن پر (نعوذ باللہ) گمراہ ہونے کا الزام لگاتے ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیے۔

نیز اس آیت شریف سے وَوَجَدَكَ ضَآلًّا کا معنیٰ بھی صاف واضح ہو گیا ہے۔ ضَآلًّا کا معنیٰ گمراہ ہونا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرگرداں اور حیران ہونا ہے۔

یعنی اے نبی ﷺ اے میرے پیارے اے میرے محبوب آپ (علیہ السلام) کو میں نے اپنی محبت میں سرگرداں اور حیران پایا تو میں نے آپ ﷺ کو راہ بتائی راہ دکھائی۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴

ترجمہ: اور وہ تو اپنی خواہش نفس سے بولتا ہی نہیں۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

هُوَ کا مرجع قرآن کریم ہے۔ وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ هُوَ کا مرجع صرف قرآن نہیں۔ بلکہ قرآن کریم اور جو بات حضور علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتی ہے۔ وہ سب وحی ہے۔ وحی کی دو قسمیں ہیں جب معانی اور کلمات سب مُنَزَّلٌ مِنَ اللهِ ہوں تو وحی جلی کہتے ہیں جو قرآن کریم کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے اور جب معانی کا نزول من جانب اللہ ہو اور اُسے الفاظ کا جامع خود حضور ﷺ نے پہنایا ہو تو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ جیسے احادیث طیبہ۔ بعض علماء نے ان آیات کے پیش نظر حضور ﷺ کے اجتہاد کا انکار کیا ہے۔ لیکن جمہور علماء نے حضور ﷺ کے اجتہاد کو تسلیم کیا ہے اور ساتھ ہی تصریح فرمائی ہے یہ اجتہاد بھی باذن اللہ ہوا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود ہی اس اجتہاد کی پاسبانی فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ آپ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے اُس وقت یہ فرمایا تھا جب وہ آپ کی ہر بات لکھتے تھے اور پھر لوگوں کے کہنے پر اُنہوں نے موقوف کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الحدیث: اُكْتُبْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ خَرَجَ مِنِّيْ اِلَّا الْحَقّ۔

ترجمہ: اے عبداللہ تم میری ہر بات لکھ لیا کرو۔ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میری زبان سے حق کے سوا کبھی کوئی بات نہیں نکلتی۔

القرآن: عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹ فَاَوْحٰى
اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝۱۰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا
طَغٰى ۝۱۷ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝۱۸

ترجمہ: انہیں سکھایا ہے زبردست قوت والے نے۔ اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا پھر اور قریب ہوا۔ یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پس وحی کی اللہ نے اپنے محبوب بندے کی طرف جو وحی کی۔ نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ) نے کیا تم جھگڑتے ہو ان سے جو انہوں نے دیکھا۔ اور انہوں نے تو دوبارہ بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس۔ اس کے پاس ہی جنت

الماویٰ ہے۔ جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ ﷺ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

ایک مکتبہ فکر عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی سے لے کر لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی تک کی تفسیر کو حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف منسوب کرتا ہے۔ عموماً یہ وہ لوگ ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ کے ان ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے دیدار کے قائل نہیں ہیں۔

دیدارِ الٰہی

اور دوسرے لوگ جو آنحضرت ﷺ کے چشم ظاہر سے بیداری میں اللہ تعالیٰ کے معراج شریف کے موقع پر سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیدارِ الٰہی کے قائل ہیں۔ وہ ان آیات بینات کو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مجدہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اور کیوں نہ ہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تو آپ کے بُراق کی رکاب پکڑنے میں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور جہاں آپ کی پرواز ختم ہو جاتی ہے۔ باوجود یہ کہ آپ کے چھ سو پَر ہیں۔ اور آپ سدرۃ المنتہیٰ سے زمین تک چشمِ زدن میں آ جا سکتے ہیں۔ اور جہاں آپ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر میں یہاں سے ایک بال کے برابر بھی آگے جاؤں تو میرے پَر جل جائیں گے۔

دوسرے مکتبہ فکر کے علماء کے سرخیل امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

ان حضرات نے آیات کی تفسیر بڑی ہی خوبصورت فرمائی ہے۔

عَلَّمَہٗ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی اور ذُوۡ مِرَّۃٍ اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو زبردست قوتوں والا دانا ہے۔ اُس نے اپنے نبی کریم ﷺ کو قرآن حکیم کی تعلیم دی۔ جیسے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ وہ خدائے رحمٰن جس نے قرآن سکھایا۔ فَاسۡتَوٰی کا فاعل نبی کریم ﷺ ہیں۔ یعنی حضور علیہ السلام نے قصد فرمایا جب کہ آپ سفرِ معراج میں اُفقِ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر نبی کریم رؤف رحیم ﷺ مکان کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے لامکان میں رب العزت کے پاس فائز ہوئے اور وہاں فائز ہو کر فَتَدَلّٰی (سجدہ ریز ہو گئے) پس اتنے قریب ہوئے جتنی دو کمانیں جب انہیں ملایا جاتا ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ قریب۔ اُس قربت کا کیا ہی کہنا۔ اِس کیفیت کو خدا تعالیٰ یا اس کے حبیب اُس کے محبوب ﷺ ہی جانتے ہیں۔ اور یہ کیفیت کتنی دیر رہی اس کو بھی اللہ تعالیٰ اور اُس کا لاڈلا و پیارا حبیب اُس کے محبوب ﷺ ہی جانتے ہیں۔

اِس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر وحی فرمائی، جو وحی فرمائی۔

عرب شریف میں رواج تھا کہ جب دو سردار جو اپنے اپنے قبیلہ کے ہوئے تھے۔ آپس میں شیر وشکر ہو کر ایک دوسرے کے دفاع کے لیے قسمیں کھاتے تھے تو وہ دونوں اپنی اپنی کمانوں کو باہم ملا کر ایک تیر اُن میں رکھ کر چھوڑتے تھے یعنی اب ہمارے دوست بھی مشترکہ ہوں گے اور دشمن بھی مشترکہ ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔

اس حریم ناز میں اس حریم قُدس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ذاتی انوار اور صفاتی تجلیات کا جو مشاہدہ ان بے قرار ﷺ بے تاب نگاہوں نے کیا دل نے اُس کی تصدیق کی ۔ اور تمہارا یہ جھگڑا کہ یہ دیکھا کہ یہ نہیں دیکھا محض بے سود ہے ۔ دکھانے والے نے جو دکھانا تھا ۔ دکھا دیا ۔ دیکھنے والے نے جو جی بھر کر دیکھنا تھا دیکھ لیا ۔ تم لوگ بے مقصد آپس میں بحث کرتے ہو ۔

یہ نعمت دیدار صرف ایک بار نہیں بلکہ اُترتے ہوئے دوسری بار بھی نصیب ہوئی اور یہ دوبارہ شرف دید سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہوا ۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ کس اہتمام سے ملاقات کا ذکر فرما رہتے ہیں اور کس محبت سے اپنے محبوب کی ملاقات کو بیان فرما رہے ہیں ۔ اگر صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کا بتانا ہوتا تو اس اہتمام اور اس کیف انگیز اسلوب سے بیان نہ کیا جاتا ۔ صرف ایک آیت ہی میں ملاقات کا ذکر کر دیا جاتا ۔ لیکن یہاں عشق بے نیاز ہے سرافندگی ہے ۔ اور دوسری طرف حُسن ہے شانِ صمدیت ہے اور شان بندہ نوازی ہے ۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اپنے رب تعالیٰ سے ملاقات کا تصور ذہن میں رکھتے ہوئے محبت و چاہت میں ڈوب کر جب ہم یہ آیات پڑھیں گے تو اس کا کیف ہی اور ہو گا ۔

اور کفار جو یہ کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ خود قرآن گھڑلاتے ہیں ۔ س کا جواب بھی اُنہیں مل گیا کہ اس کو سکھلانے والی تو رب کائنات کی ذات پاک ہے ۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ مجدہ نے خود ہی یہ قرآن اپنے پیارے محبوب ﷺ کو سکھلایا ہے ۔ اس کے علاوہ انتشار ضمائر کی وجہ سے جو پریشانی ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ بھی قرآن پاک کے معیار فصاحت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے ۔ اسی لیے ہم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو تسلیم کرتے ہیں ۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۲۲)

اس کے علاوہ احادیث میں جو بیان فرمایا گیا ہے ۔ وہ بھی اس مفہوم کی تائید کے لیے کافی ہے ۔

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں اور یہ حدیث سب سے زیادہ محفوظ اور اعلیٰ پایہ کی ہے ۔

ثُمَّ عرج بنا الی السماء سے لے کر حتی استحییت منه، تک ۔ (الشفاء جلد اول صفحہ ۲۳۶)

ترجمہ: پھر مجھے اور جبرئیل کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا ۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لیے کہا ۔ آواز آئی کون ہے ۔ (جبرئیل نے) کہا میں جبرئیل ہوں ۔ پھر پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا کہ محمد ﷺ ہیں ۔ پھر پوچھا گیا انہیں بلایا گیا ہے ۔ جبرئیل نے کہا: ہاں ۔ پس دروازہ کھلا میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں ۔ بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں ۔ لیکن دوبارہ انہیں یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی ۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا ۔ (فقط مجھے لے جایا گیا) (اگر صرف جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر ہوتا تو پھر آگے کیوں سفر فرماتے ۔) (مصنف) اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور اس کے پھل مٹکوں کے برابر ہیں ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پھر ڈھانپ لیا اس سدرۃ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس نے ڈھانپ لیا ۔ تو

وہ اتنا خوبصورت ہوگیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اُس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کرسکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی میری طرف جو وحی فرمائی۔ اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اُتر کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اُنہوں نے پوچھا فرمائیے۔ آپ کے رب نے آپ کی اُمت پر کیا فرض کیا ہے۔ میں نے کہا: پچاس نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور تخفیف کی التجا کیجیے۔ آپ کی اُمت اِس بوجھ کو نہیں اُٹھا سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل کو آزما کر دیکھا ہے۔ چنانچہ میں اپنے رب کی طرف لوٹا اور عرض کی اے پروردگار میری امت پر تخفیف فرما۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ کم کر دیں۔ چنانچہ میں بار بار اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا اور موسیٰ علیہ السلام ان کو کم کرنے کا کہتے رہے اور اللہ تعالیٰ کم فرماتے گئے یہاں تک کہ یہ پانچ رہ گئیں پھر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب یہ تعداد میں تو پانچ ہیں لیکن حقیقت میں پچاس ہیں۔ آپ کے اُمتیوں میں سے جس نے نیک کام کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو مین اُس کے لیے ایک نیکی لکھ دوں گا۔ اور اگر اس پر عمل بھی کیا تو دس نیکیاں لکھوں گا۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو کچھ نہیں لکھا جائے گا۔ اور اگر اُس نے اِس بُرائی کو کیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اُتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا کہ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف کے لیے عرض کیجیے تو آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں کئی بار اپنے رب کے حضور حاضر ہوا ہوں۔ اَب مجھے شرم آتی ہے۔'' (مسلم شریف جلد اول صفحہ ۹۱)

ساتویں آسمان تک تو حضرت جبرئیل علیہ السلام گئے۔ یہاں تک کے لیے عُرِجَ بِنَا جمع کی ضمیر استعمال کی جا رہی ہے۔ اس سے آگے جبرئیل علیہ السلام کی حد پرواز ختم ہوگئی اور حضور علیہ السلام کو اکیلے لے جایا گیا۔ اس لیے "ذَهَبَ بِیْ" میں واحد متکلم کی ضمیر استعمال کی گئی۔ پھر ''اُوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی اور فَاَوْحٰی اِلَیَّ مَآ اَوْحٰی میں جو یکسانیت ہے۔ وہ صاف ظاہر ہے۔ وحی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس مقام پر وحی کی جا رہی ہے۔ جہاں جبرئیل علیہ السلام کی مجال نہیں پھر فَرَضَ کا فاعل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے جب ملاقات ہوئی تو واپس بارگاہِ الٰہی میں لوٹنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام کے پاس جانے کا مشورہ نہیں دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام بار بار فرماتے ہیں۔ میں اپنے رب کی بارگاہ عزت و جلال میں شرف باریابی حاصل کرتا رہا۔

دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ﴿۹﴾ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ﴿۱۱﴾ سے وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی تک۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۲۵)

ان آیات بینات میں جتنا غور کریں صاف حقیقت واضح ہوتی جائے گی۔

نویں مرتبہ جب بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا تو نہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ بلکہ آپ کی امت پر یہ مزید

کرم فرما دیا کہ اگر نیکی کا ارادہ بھی کر لے تو ایک نیکی لکھی جائے اور اگر نیکی کرے تو دس نیکیاں لکھی جائیں اور اگر بُرائی کا ارادہ کرے تو کوئی برائی نہ لکھی جائے گی اور اگر برائی کر بیٹھے تو صرف ایک برائی ہی لکھی جائے گی۔

امت محمدیہ ﷺ پر کتنی مہربانی وشفقت فرمائی جارہی ہے۔آپ کی ذات والابرکات ہی کی وجہ سے ہمارے لیے صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ہم پر تیمم کی آیات اُتریں۔ہمارے لیے تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور ہمیں الحمد شریف عطا فرمائی گئی۔

ہم لوگوں کی کتنی خوش قسمتی ہے کہ ہمیں آقا علیہ السلام عطا فرمائے گئے۔ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت میں بھیجا گیا۔

گناہ گارم ولیکن خوش نصیبم

گناہ گار ضرور ہیں،لیکن خوش نصیب ہیں۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى میں کیا عطا فرمایا گیا ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یا اُس کے محبوب ﷺ ہی جانتے ہیں۔شاید یہ بھی کہا گیا ہو کہ اے میرے پیارے محبوب:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ۵

کہ آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اور آپ علیہ السلام کی اس وقت کیا ہی شان ہوگی، جب آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا فرمایا جائے گا۔جب سرورِ کائنات ﷺ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوں گے۔اور امت تمام طرف سے ناامید ہو کر صرف آپ علیہ السلام کے دروازے کے آگے گری ہوئی ہوگی۔کسی کو اُس وقت خدا تعالیٰ کے حضور میں گفتگو کی مجال نہیں ہوگی۔

آپ کتنی ہی دیر سجدہ میں رہیں گے،تو رحمت الٰہی جوش میں آجائے گی۔حکم ہوگا:اِرْفَعْ رَأْسَكَ يا محمد۔ اے میرے حبیب محمد (ﷺ) اپنا سرِ مبارک اٹھائیے۔وقل تسمع۔آپ علیہ السلام فرمائیں سنا جائے گا۔سَلْ تُعْطَ۔آپ سوال فرمائیں۔آپ کو عطا فرمایا جائے گا۔اِشْفَعْ تُشَفَّعْ۔آپ شفاعت فرمائیں آپ کی شفاعت قبول فرمائی جائے گی۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ۵

ترجمہ: آپ کا رب آپ کو (اے حبیب ﷺ) اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اور آقا علیہ السلام جس امتی کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اس کو بھی دوزخ سے نکال لیں گے۔

اے میرے پروردگار، اے میرے اللہ تعالیٰ ہمارے نبی مکرم تاجدارِ کائنات، سرورِکون ومکاں حضرت محمد ﷺ پر اتنی رحمتیں نازل فرما کہ ان کی کوئی گنتی ہی نہ ہو۔اُس کا کوئی اندازہ ہی نہ ہو اور آپ کی روح مبارک کو ہماری طرف سے خوش فرما دے۔اور یا اللہ تو ہمارے گناہوں پر پردہ ڈال دے تا کہ ہم تیرے حبیب پاک ﷺ کی بارگاہ میں شرمندہ نہ ہوں۔کیوں کہ تو ستار العیوب ہے۔ہمیں بخش دے۔تمام امت مرحومہ کو بخش لے۔کیوں کہ تو ہی غفار الذنوب ہے۔گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیوں بار بار حاضر ہوتے رہے۔اللہ تعالیٰ کیوں بار بار اپنے حضور آپ ﷺ کو بلاتا

رہا۔اس راز کو اہلِ محبت ہی سمجھ سکتے ہیں۔

(الشفاء، جلد:۱صفحہ ۲۳۵،۲۳۶،ضیاءالنبی جلد:۲،صفحہ ۵۳۹،۵۱۱) (فیض الباری، شرح البخاری، عمدۃ القاری)

یاالٰہی! تیری ذات پاک ہے ہم صرف وہی سمجھ سکتے ہیں۔جس کو تیری ذات پاک ہی سمجھائے۔تو یقیناً جاننے والااور حکمت والا ہے۔(نثارالنبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ)

معراج سے واپسی

اس کے بعد حضور علیہ السلام جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ واپس بیت المقدس اور پھر وہاں سے مسجد حرام میں تشریف لائے۔حضور نبی کریم ﷺ جب اس سفر مبارک سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے ان حالات ومشاہدات سے اپنی چچازاد بہن حضرت ابوطالب کی صاحب زادی اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو آگاہ فرمایا۔اور اُنہیں یہ بھی بتایا کہ وہ صبح سویرے حرم شریف جا کر اپنی قوم سے یہ حالات بیان فرمائیں گے۔

حضرت ام ہانی نے اَز راہِ شفقت ومحبت حضور ﷺ کی چادر کا پلو پکڑ لیا۔اور عرض کی کہ آپ علیہ السلام کی قوم آپ ﷺ کی تکذیب کرے گی۔اور آپ علیہ السلام کا مذاق اڑائے گی۔آپ ﷺ اُن سے یہ حالات بیان نہ فرمائیں۔حضور اکرم ﷺ نے جھٹکا دے کر اپنی چادر کو چھڑایا اور حرم شریف کی طرف چل دیے۔آپ فرماتی ہیں۔اس وقت حضور اکرم ﷺ کے قلب انور سے نور کی ایک شعاع نکلی۔جس سے میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔اور میں سجدہ میں گرگئی۔جب میں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو آپ علیہ السلام تشریف لے جا چکے تھے۔میری ایک لونڈی تھی اس کا نام نبغہ تھا۔میں نے اس کو پیچھے بھیجا۔دیکھو حضور ﷺ کیا فرماتے ہیں۔اور لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔جب وہ حرم شریف پہنچی تو اس نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کعبہ شریف اور حجر اسود کے درمیان تشریف فرماہیں۔اور لوگ آپ علیہ السلام کے گرد انبوہ کیے ہوئے ہیں۔ان میں مطعم بن عدی اور ابوجہل بھی تھا۔آپ علیہ السلام نے ان کو اپنے سفر کے حالات سے آگاہ فرمایا۔تو لوگوں نے ازراہِ حیرت شور مچانا شروع کر دیا۔کچھ لوگ سیٹیاں بجانے لگے۔کچھ لوگوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے سروں پر رکھ لیا۔کچھ تالیاں بجانے لگے۔مطعم بن عدی نے کہا کہ ہم کیسے یہ یقین کریں کہ آپ اتنی جلدی اتنا زیادہ سفر طے کر کے آگئے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مطعم تو نے اپنے بھتیجے کا دل دکھایا ہے تو نے ان کی تکذیب کی ہے۔غور سے سن میں ان کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں جو کچھ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہے وہ حق ہے، سچ ہے۔لوگ حضرت ابوبکر صدیق سے الجھ پڑے۔آپ نے فرمایا کہ میں تو اس کی بھی تصدیق کرتا ہوں کہ ان پر رات دن میں کئی کئی بار وحی آتی ہے۔

مشرکین نے آپ علیہ السلام سے طرح طرح کے سوالات کرنے شروع کر دیے۔حتیٰ کہ بیت المقدس کی کھڑکیوں دروازوں کی تعداد کے متعلق بھی معلوم کرنا شروع کر دیا۔آپ علیہ السلام کے آگے اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس تک کے درمیانی پردے اٹھا

دیے اور آپ ﷺ نے ان کے ہر ہر سوال کا صحیح صحیح جواب دینا شروع کر دیا۔ ہر ہر جواب پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ یہ سچ ہے۔ یہ سچ ہے۔ اور فرماتے میں گواہی دیتا ہوں اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلَ اللهِ کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّ اللهَ سَمَّاكَ الصِّدِيق۔

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام صدیق رکھ دیا ہے۔

یہی نبغہ حضرت ام ہانی کی لونڈی کہتی ہے کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت ابوبکر کا نام صدیق اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر رکھا ہے اور آسمانوں سے نازل فرمایا ہے۔

اَب لوگوں نے آپ علیہ السلام سے راستہ کے حالات کے متعلق پوچھا اور راستہ کے قافلوں کے متعلق پوچھا۔ آپ ﷺ نے راستہ کے قافلوں کے بالکل ٹھیک ٹھیک حالات نشانیوں کے ساتھ فرما دیے اور جب یہ قافلے واپس آئے تو انہوں نے ان واقعات کی تصدیق کی۔

اللهم صلی وسلم علی رسول الکریم الطاهرین طیبین الی یوم الدین ابدًا ابدا برحمتك یا ارحم الرحمین۔

اوقات نماز کا تعین

اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اُسی روز زوال کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں بھیجا۔ وہ دو روز آپ ﷺ کی امامت فرماتے اور آقا علیہ السلام حرم شریف کے پاس اپنے صحابہ کرام کی امامت فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے:

امنی جبرئیل عند البیت و لفظ شافعی والطحاوی والبیهقی عند باب البیت مرتین فصلی بی الظهر حین زالت الشمسُ و کانت قدر الشراك و صلی بی العصر حین صار ظل کل شیءٍ مثله و صل بی المغرب حین افطرَ صائم و صلی بی العشآءَ حین غاب الشفق و صلی بی الفجر حین حَرُم الطعام والشراب علی الصَّآئِمِ فلما کان الغد صلی بی الظهر حین کان ظله مثله و فی لفظٍ کوقت العصر بالامس و صل بی العصر حین کان ظله مثلیه و فی و صل بی المغرب حین افطر الصائم و صل بی العشاء الی ثلث اللیل الاول و هل بی الفجر فاسفر ثم النفت فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبلك والوقت ما بین هذین۔

ترجمہ: جبرئیل علیہ السلام نے میری امامت کرائی بیت اللہ کے پاس اور امام شافعی طحاوی و امام بیہقی کے الفاظ میں بیت اللہ کے دروازے کے پاس دو مرتبہ۔ پہلے دن جبرئیل علیہ السلام نے مجھے ظہر کی نماز اِس وقت پڑھائی جب سورج ڈھلا اور سایہ صرف ایک تسمے کے برابر تھا۔ اور مجھے عصر کی نماز اُس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اُس کی ایک مثل ہو چکا تھا اور مجھے مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت روزے دار روزہ افطار کرتا ہے۔ مجھے عشاء کی نماز پڑھائی جب شفق غائب ہوتی ہے۔ اور مجھے صبح کی نماز پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ یعنی طلوع صبح صادق کے فوراً بعد۔ دوسرے روز پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور انہوں نے مجھے اس وقت نماز ظہر پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اُس کی ایک مثل کے برابر ہو چکا تھا۔ اور عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اُس کی دو مثل ہو چکا تھا۔ مغرب کی نماز پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ اور عشاء کی نماز پڑھائی جب رات کا پہلا تیسرا حصہ گذر چکا تھا۔ اور مجھے صبح کی نماز پڑھائی جب صبح کی روشنی پھیل چکی تھی پھر جبرئیل علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء علیہم السلام اجمعین کی نمازوں کا یہی وقت تھا۔ اور ہر نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے جن میں دو روز میں نے آپ کی جماعت کروائی۔ [47]

علامہ ابن کثیر کے مطابق پہلے مسلمان دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں شام کے وقت ادا کرتے تھے۔ شب اسریٰ جب پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ تو ظہر، عصر، عشاء کی بڑھا کر چار چار کر دی گئیں۔ اور مغرب کی نماز دو کی بجائے تین رکعتیں اور صبح کی نماز دو رکعتیں ہی رہنے دی گئی۔ بعد میں مسافروں کے لیے چار رکعتوں والی نماز میں چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں کر دی گئیں اور تین رکعتوں والی نماز کو یوں ہی رہنے دیا گیا۔

انصار کے مشرف باسلام ہونے کا آغاز

القرآن: وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ (سورہ انفال ۷۴)

ترجمہ: اور جنہوں نے پناہ دی اور اُن کی امداد کی وہی خوش نصیب لوگ سچے ایماندار ہیں انہی کے لیے بخشش اور باعزت روزی ہے۔ (یہ آیت شریف انصار کے حق میں نازل ہوئی۔ اَب انصار کے مشرف بہ اسلام ہونے کا وقت آ گیا۔)

حضور نبی کریم ﷺ نے بعثت کے تیرہ سال تک تبلیغ فرمائی لیکن سوائے چند لوگوں کے کسی کو بھی اسلام لانے کی توفیق نہ ہوئی۔ کون سی جگہ ہے جہاں آپ ﷺ نہ گئے ہوں اور کون سی سختی ہے جس کو آپ نے برداشت نہ کیا ہو۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو ہدایت نہ نصیب ہوئی۔ ان لوگوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی۔ خوش قسمتی نے بار بار ان کے دروازے پر دستک دی۔ لیکن ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ ان کے کانوں میں ثقل پڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے آگے پیچھے دیوار

کھڑی کر دی اور اوپر سے اس کو ڈھانپ دیا۔لیکن یہ دیکھتے ہی نہ تھے۔ نبی کریم ﷺ کا ہی اخلاق تھا کہ آپ نے ان کی ہر ترش و سست بات برداشت کی۔ آپ ﷺ نے ہمت نہ ہاری۔ ہر لحظہ ہر گھڑی آپ ان کی ہدایت کے منتظر رہتے۔ بجائے ہدایت پکڑنے کے اُلٹا انہوں نے آپ علیہ السلام کو بار ہا قتل کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کے ہاتھوں سے بچا لیا۔ یہ لوگ تو اسلام کی شمع کو گُل کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ:

القرآن: وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۸ (سورہ الصف:۸)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہیں گے چاہے کافر برا ہی مانیں۔

اور اِسی نور کو مکمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی مدد کے لیے انصار مدینہ کو چُن لیا۔

القرآن: من یھدی لہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ۔

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اُس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کی قسمت میں خدا نے گمراہی لکھ دی ہے تو وہ ہدایت نہیں پا سکتا۔

یہ اُس کے فیصلے ہیں۔ اس کی تقدیر ہے۔ وہ مالک ہے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ ہی رکھے اس کا علم پاک ہے اس کی بے نیازی ہے۔ جو وہ کرتا ہے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ او جو ہم کرتے ہیں اُس کی پرسش ہوگی۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت رویا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! جب تو نے مخلوق بنائی تو ایک کو دائیں ہاتھ والا بنایا اور ایک کو بائیں ہاتھ والا بنایا یا اللہ ہمیں دائیں ہاتھ والوں میں کرنا۔

ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ جمیلہ سے دعا کرتے ہیں یا اللہ تو غفور و رحیم ہے۔ تیری شان پاک ہے۔ تیرا ذکر بلند ہے۔ دونوں جہانوں میں تیری ہی ثناء ہے۔ ہمیں اپنے پیارے محبوب پاک ﷺ کے صدقے میں دائیں ہاتھ والوں میں سے کرنا۔ بائیں ہاتھ والوں میں سے نہ کرنا۔ ہمیں قیامت کو ہمارے اعمال پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں نہ پکڑانا۔ ہمیں دائیں ہاتھ میں اعمال نامے پکڑانا اس دنیا میں تو جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے یا اللہ اس دنیا میں تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کے صدقے میں بغیر حساب کے بخش دینا۔ ہمارے اہل وعیال ہمارے ماں باپ بہن بھائیوں، دوستوں عزیزوں اور تمام مسلمانوں کو بخش دینا۔ کیونکہ تو غفور و رحیم ہے۔ یا اللہ نبی کریم ﷺ کی ساری اُمت کو بخش دینا۔ اگر تو نہیں بخشے گا تو تجھے غفور و رحیم کون کہے گا۔ اگر ہم گناہ نہیں کریں گے تو تُو کن کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔ کیونکہ تو تو ستار العیوب ہے۔ غفار الذنوب ہے۔ یا اللہ تو ہمیں قیامت کو نبی کریم ﷺ کے جھنڈے تلے رکھنا۔ اور ہمارا خاتمہ بالایمان کرنا۔ ہمیں آپ ﷺ کے عشق میں زندہ رکھنا۔ ہمیں آپ ﷺ کے عشق میں موت دینا۔ ہر لحظہ آپ ﷺ کی پیاری شان کو ہماری آنکھوں کے سامنے نمایاں کرتے رہنا۔ اور قیامت کو آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا فرمانا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ اور ہم کو اُن کی شفاعت سے بہرہ مند فرمانا۔ کیونکہ تو اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ہے۔

یا اللہ حضور نبی کریم ﷺ کی ساری امت پر رحم فرماتا رہ۔ اُن پر کرم فرماتا رہ ان کی تکلیفیں مصیبتیں دور کرتا رہ۔ ان کی پریشانیوں کو حل فرماتا رہ۔ ان کو دور کرتے رہنا۔ اور اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کی امت کی مدد فرماتے رہنا۔ اور دشمنوں اور اغیار دین کے شروں سے اُن کو محفوظ فرماتے رہنا۔ اور ان سب کو شیطان مردود سے بھی اپنی پناہ میں رکھنا کیونکہ تو ہمارے رسول اللہ ﷺ کا رب ہے۔ (احقر العباد فقیر پُر تحصیر نثار النبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ)

تحریک قبولِ اسلام کا آغاز

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اپنے پاس بُلا یا۔ آپ علیہ السلام سے اپنی نصرت کا وعدہ فرمایا اور اِس نصرت کی ابتداانصار مدینہ سے شروع ہوگئی۔

یہ دو قبیلے یثرب میں اوس وخزرج کے تھے۔ جو باہم بہت برسر پیکار رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن کے دلوں میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کی محبت ڈال دی تو یہ انصار بن گئے یعنی آپ علیہ السلام کی مدد کرنے والے بن گئے اور جب آپ علیہ السلام یثرب (فساد کی سرزمین) کیونکہ یہاں بہت وبائیں بیماریاں ہوا کرتی تھیں۔ تشریف لے گئے تو یہ یثرب سے مدینہ طیبہ بن گیا۔ اور اس کی بیماریاں اور اس کا فساد یہاں سے نکل گیا۔

لغت میں اُوس کا معنی عطیہ ہے اور خزرج ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں۔

(الروض الانف جلد دوم صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳، ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۴۶)

اوس خزرج دونوں بھائی تھے ان کے والد کا نام ثعلبہ اور ان کی والدہ کا نام قیلہ تھا۔

سبل الھدیٰ کے امام محمد یوسف ثعلبی کے مطابق ان کا شجرہ نسب یہ ہے:

اوس وخزرج بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء بن حارثہ بن امرو بن ثعلبہ بہلول بن مازن زاد السفر بن ازد بن غوث بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا اسمہ عامر بن یشجب بن یعرب بن قحطان یقطن۔

بیت عقبہ سے بہت پہلے ایک دفعہ اوس کا ایک وفد اپنے مخالف قبیلے خزرج کے خلاف مدد مانگنے کے لیے اہلِ مکہ کے پاس آیا۔ اس کا سردار ابو الحیسر تھا۔ اُن کے ساتھ ایک ایاس نامی نوجوان بھی تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حسبِ معمول اس قافلے والوں کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اور ان کو قرآن پاک کی آیات بینات سنائیں۔ ایاس بن معاذ ان آیات کو سُن کر بہت متاثر ہوا۔ اس کا دل تھا کہ اہلِ مکہ سے معاہدہ نہ کریں اور حضور نبی کریم ﷺ کی بات کو تسلیم کر لیں۔ لیکن ابو الخیسر نے خاک اٹھا کر اُس کے منہ پر ماری۔ اور اس کو جھڑک دیا لیکن آپ کی تعلیمات اُس کے دل میں گھر کر گئیں اور جب وہ مَرا تو تسبیح وتہلیل کر رہا تھا۔

اسی طرح کا ایک واقعہ اور ہے کہ ایک دفعہ معاذ بن رفاعہ بن رافع عن ابیہ عن جدہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے

خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرا کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ مکہ پہنچے۔ جب اونچے درے سے نیچے اُترے تو انہوں نے ایک شخص کو ایک درخت کے سائے کے نیچے بیٹھے ہوئے پایا۔ ہم نے زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق انہیں سلام کیا انہوں نے اسلام کے طریقہ کے مطابق اس کا جواب دیا۔ ہم نے پوچھا آپ کون ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلے سواریوں سے نیچے اُترو۔ ہم نیچے اتر کر ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ یہاں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں جو طرح طرح کی باتیں کرتے اور دعوے کرتے ہیں۔ اُس شخص نے جواب دیا کہ وہ نبی میں ہی ہوں۔ ہم نے کہا کہ اپنا دین ہمیں پیش فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ زمین و آسمان کو کس نے پیدا کیا۔ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس نے پیدا کیا۔ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ نے۔ پھر آپ علیہ السلام نے ہمیں پوچھا کہ تم لوگ جس کی عبادت کرتے ہو اُن کو کس نے بنایا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمارے ہاتھوں نے۔ پھر آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ عبادت کا زیادہ حقدار خالق ہے یا مخلوق؟ ہم نے کہا کہ خالق ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس بات کے زیادہ حقدار ہو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو بجائے اس کے کہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ان بتوں کی پوجا کرو۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبادت کرو اور یہ گواہی بھی دو کہ اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول (ﷺ) ہوں۔ نیز اپنے قریبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرو۔ اور لوگوں پر زیادتی کرنا چھوڑ دو۔ ہم نے کہا کہ بفرض محال اگر آپ علیہ السلام کی بات درست نہ بھی ہو تب بھی یہ باتیں آپ علیہ السلام کی مکارم اخلاق اور محاسن اطوار کی ہیں میرا خالہ زاد بھائی معاذ بن عفرا آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ اور میں طواف کرنے کے لیے حرم شریف کی طرف چل دیا۔ رافع کہتے ہیں میں نے جب بیت کا طواف کر لیا تو میں نے فال کے لیے سات تیر لیے اور ایک تیر پر حضور نبی کریم ﷺ کا نام مبارک لکھا اور کعبہ کی طرف منہ کر کے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ اگر محمد ﷺ کا دین سچا ہے تو ساتوں بار ان کا تیر نکال۔ میں نے سات مرتبہ فال نکالی ساتوں مرتبہ آپ کے نام مبارک والا تیر نکلا۔ میں بے اختیار ہو کر چیخ اٹھا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔

میرا کلمہ شہادت سن کر لوگوں کی میرے اردگرد بھیڑ لگ گئی۔ اور لوگ مجھے مجنون رجل صباء یعنی یہ پاگل ہے اپنے دین سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: بل رجل مومن۔ یعنی وہ مرد ہوں جس کا دل نور ایمان سے روشن ہو گیا ہے۔

جب میں وہاں سے واپس رسول اکرم آقا دو جہاں ﷺ کے پاس آیا تو مجھے دور سے ہی دیکھ کر معاذ بن عفرا نے کہا کہ رافع تم جو چہرہ لے کر گئے تھے اس کے ساتھ واپس نہیں آئے۔

چنانچہ ہم دونوں مسلمان ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں سورۃ یوسف اور سورۃ اقراء پڑھائی۔ چنانچہ ہم ان دو سورتوں کے ساتھ واپس مدینہ پاک چلے آئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد سوم صفحہ ۲۶۴، ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۵۷)

مقامِ ہجرت

یثرب جو بعد میں مدینہ طیبہ بنا۔مکہ مکرمہ سے تقریباً دو سو اسی میل شمال میں واقع ہے۔ یہ پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع مستطیل ہے جس کا رقبہ طول تقریباً بارہ میل ہے۔ اور عرض تھوڑا کم ہے اس کے جنوب میں جبل عیر ہے۔ جو کافی بلند ہے شمالی حد والے پہاڑ کا نام جبل ثور ہے۔ دائیں اور بائیں یعنی شرقاً غرباً لاوے کی دیواریں ہیں۔جنہیں ''لابتین'' یا ''حرتین'' کہتے ہیں مشرقی جانب حرہ واقم اور غربی جانب حرہ وبرہ ہے میدان کے جنوبی اور مشرقی حصے کی سطح کسی قدر بلند ہے۔اس لیے یہ عالیہ یا عوالی کہلاتا ہے۔ پھر جیسے جیسے شمالی جانب جائیں سطح کسی قدر پست ہوتی جاتی ہے۔میدان کے بیچ میں چھوٹے بڑے ٹیلے ہیں مثلاً جبل سلع جو شہر مدینہ سے قریب شمالی جانب ہے اس سے آگے جبل زباب اور آگے وادی قتادہ کے جنوبی کنارے پر جبل عینین یا جبل رماۃ ہے۔اس وادی کے شمال میں جبل عینین کے سامنے جبل احد ہے جو خاصہ بلند اور طویل ٹیلہ ہے۔

اس کے علاوہ اس کی وادیاں ہیں جن میں پانی بارش کے وقت بھر جاتا ہے ان میں۔

۱- وادی رانونا	۲- حرہ واقم م ہزور	۳- وادی مذنیب
۴- وادی بطحان	۵- وادی عقیق	۶- وادی زغابہ

آبادیاں

مدینہ منورہ میں پہلے چھوٹی چھوٹی آبادیاں تھیں۔

۱- ان میں قبا مدینہ منورہ سے تین میل جنوب میں جہاں سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچے۔

۲- عالیہ یاعوالی جنوب مائل بہ شرق یہ واقع ہے۔

۳- یہود کے قبیلہ بنی نضیر کی بستی وادی مذنیب کے جنوبی کنارہ پر کعب بن اشرف کے قلعہ کے پاس۔

۴- یہود بنی قریظہ کی بستی عوالی میں وادی مہزور کے جنوبی کنارے پر تھی۔

۵- بنی ظفر بن عبدالاشہل بن حارثہ اور بنی معاویہ کی بستیاں۔

۶- یثرب یہ بڑی بستی جبل سلع کے شمال مغرب میں وادی قناۃ و وادی بطحان کے مقام کے اتصال پر واقع تھی۔

۷- قبا اور مدینہ منورہ کے درمیان کئی بستیاں تھیں۔بنی سالم کا محلہ یہاں ہی واقع تھا۔

۸- یہ حضرت عبدالمطلب کے ننہیال کی آبادی یعنی یہاں حضرت ابوایوب انصاری کا مکان واقع تھا۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی سات مہینہ قیام فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہیں زمین خرید کر مسجد تعمیر کروائی۔ازواجِ مطہرات کے حجرے تعمیر کروائے۔آگے چل کر یہاں آبادی نے شہر کی شکل اختیار کر لی اور یہی مقام مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مدینہ

الرسول ﷺ کے نام سے مشہور ہوا۔ (ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۵۸)

مدینہ منورہ کا ماحول

مدینہ منورہ کے جنوب مشرق اور شمال مشرق میں کھجور کے گھنے باغات تھے۔ شمال مشرق میں اُحد تک ایسے یہ باغات تھے شمال جانب تھوڑا سا حصہ خالی تھا۔ یہاں ہی جنگ احزاب میں خندق کھودی گئی تھی۔

یثرب کے باشندے

علامہ نور الدین سمہووی (وفاء الوفاء) کے مطابق یثرب کے بانی عمالقہ تھے جو عملاق بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السالم کی نسل سے تھے۔ بحرین، عمان، حجاز کا سارا علاقہ شام اور مصر کی حدود تک ان کے زیرنگیں تھا۔ عمالقہ میں سے سب سے پہلے یثرب شہر کی نشاندہی یثرب بن مہلا ل بن عوض بن عملیق نے کی اور اسی کے نام پر اس کا نام یثرب پڑا۔

(مقدمہ ابن خلدون ۳۹ المجلد الثانی القسم الاول بمطابق ضیاء النبی جلد دوم صفحہ ۵۶۱)

علامہ یاقوت حموی کے مطابق عمالقوں نے یہاں سب سے پہلے کھیتی باڑی کی۔ کھجور کے درخت لگائے مکانات اور قلعے تعمیر کیے۔

یہودیوں کی آمد

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ایک لشکر فرعونیوں پر غلبہ کے بعد شام کو فتح کرنے کے لیے اور دوسرا لشکر حجاز کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ جہاں عمالقہ آباد تھے ان لوگوں نے حجاز کے باشندوں کو دین موسوی قبول کرنے کے لیے کہا لیکن یہاں کے بادشاہ ارقم بن ارقم سمیت کسی بھی عمالقہ نے دین موسوی قبول نہ کیا۔ تو ان سب نوجوانوں کو لشکر نے تہ تیغ کر دیا سوائے ایک نہایت خوبصورت نوجوان کے جس کے حسن کے سبب وہ اس کو ساتھ واپس لے گئے۔ اتنی دیر میں یہاں موسیٰ علیہ السلام وصال فرما چکے تھے۔ بنی اسرائیل کے لوگ ان پر اس بات پر بہت خفا ہوئے کہ انہوں نے اس نوجوان کو کیوں قتل نہیں کیا۔ تم نے اپنے نبی علیہ السلام کی حکم عدولی کی۔ اَب یہاں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں یہاں سے نکل جاؤ۔

ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا اور سب لوگ یہاں یثرب آ کر جہاں انہوں نے فتح حاصل کی تھی آباد ہو گئے اس کے علاوہ یہاں آباد ہونے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے علماء نے ان کو بتایا تھا کہ آخری نبی ﷺ یہاں مبعوث ہوں گے۔ وہ یہاں آباد ہو کر ان کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن جب حق ظاہر ہو گیا اور آپ ﷺ یہاں تشریف لے آئے تو حسد کے مارے جانتے بوجھتے اور آپ ﷺ کو پہچاننے کے باوجود آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔

امام ابن جریر طبری کے مطابق جب بخت نصر نے شام کو فتح کیا۔ تو چند قبائل نے وہاں سے بھاگ کر یثرب کو اپنا وطن

بنایا۔ اس زمانہ سے یہود کے دو قبیلے یہاں آباد ہوئے۔ ان کی تعداد بڑھی تو یہ پچیس قبیلے بن گئے۔ انہوں نے یہاں مختلف قلعے تعمیر کر لیے ان یہودیوں کے قلعوں کی تعداد ۵۹ تھی۔

اوس وخزرج کی آمد

یہ دونوں سگے بھائی تھے۔ جو قحطان کی اولاد سے تھے۔ ان کا آبائی وطن یمن تھا جہاں پر ڈیم تھا۔ جب یہ ڈیم تباہی کے نزدیک پہنچا تو اوس وخزرج کے جد اعلیٰ عمرو بن عامر نے یہاں سے اپنا سب کچھ بیچ کر ہجرت کی اور وہاں سے اپنی سب اولاد کو نکال لایا۔ پیچھے سے ڈیم تباہ ہوگیا اور وہاں باغات مکانات وغیرہ ہر چیز تباہ ہوگئی اور وہاں آثار کے طور پر صرف چند جھاڑیاں وغیرہ رہ گئیں۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں سورۃ ''سبا'' میں آتا ہے۔

اُس نے اپنے قبائل کو عرب کے مختلف علاقوں کی خوبیاں بتائیں۔

تو قبیلہ ازد نے عمان میں سکونت اختیار کی اس کا بیٹا وداعہ ہمدان میں جا کر آباد ہوا۔ بنی خزاعہ نے بطن مُر کو اپنا وطن بنایا اور اوس وخزرج نے یہاں یثرب میں آ کر رہائش اختیار کر لی کیونکہ یہاں نخلستان تھے اور قحط کے زمانہ میں یہاں پھلدار درخت تھے۔

آل جُفنہ شام کے دو شہروں میں آباد ہوئے اور جزیمہ الابرش بنی عسان حیرہ کے لوگ عراق میں آ کر آباد ہوئے۔

خود عمرو بن عامر پر اپنے فرزندوں اور اپنے خاندان کے ساتھ بنی ازد کے قبائل کو ہمراہ لے کر ماراب سے یثرب کی طرف روانہ ہوا اور ازد کے چند قبائل اور اس کا بیٹا عمران سراۃ اور مکہ کے درمیان علاقہ میں ٹھہر گیا۔ یہاں سے یہ قافلہ آگے چلا۔ تو وہ ایک چشمہ پر پہنچے جس کا نام غسان تھا یہاں سے ''لحی'' جس کا نام ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن حارثہ تھا۔ قافلہ سے جدا ہو کر مکہ آیا اُس نے بنو جرہم کے بادشاہ عامر جرہمی کی بیٹی سے شادی کی اس کے بطن سے عمرو بن لحی پیدا ہوا جس نے عرب میں بت پرستی کا آغاز کیا۔ اور دین ابراہیمی میں طرح طرح کی تحریفیں کی۔ اور اس کا حلیہ بگاڑ دیا ان کی اولاد خزاعہ کے نام سے موسوم ہوئی۔

اوس وخزرج کے قبائل جب یثرب پہنچے تو اس وقت وہاں کے تمام زرعی زمینیں تجارتی منڈیاں اور بازار یہودیوں کے قبضہ میں تھے۔ اوس وخزرج ان کے ساتھ مل کر اپنا وقت گزارتے رہے انہوں نے یہودیوں سے اپنا معاہدہ کر لیا تھا۔ زمانہ کے نشیب و فراز کے بعد یہودی یہاں کمزور ہو گئے اور اوس وخزرج یہاں مضبوط ہوتے گئے۔ جب یہود نے دیکھا کہ یہ قبیلے بہت مضبوط ہو رہے ہیں تو انہوں نے ان دونوں قبیلوں میں بدگمانیاں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ اس طرح ان کی آپس میں جنگیں شروع ہوگئیں۔

پہلی صدی عیسوی سے چھٹی صدی عیسوی تک اوس وخزرج میں خونریزی کا بازار گرم رہا۔

واقعۂ ہجرت سے چار یا پانچ سال پہلے اوس وخزرج میں ایک بہت ہی خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں دونوں قبیلوں کے سینکڑوں لوگ مارے گئے۔ یہ جنگ بعاث کے مقام پر لڑی گئی۔ اس کو جنگ بعاث کہتے ہیں اس جنگ میں قبیلہ اوس کے

سردار کا نام حفیر تھا جو حضرت اُسید کا والد تھا۔ یہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔قبیلہ خزرج کے سردار کا نام عمرو بن النعمان البیاضی تھا یہ بھی اس جنگ میں مارا گیا۔لڑائی کے آثار میں خزرج کا پلڑا بھاری تھا۔ بعد میں ہلکا ہو گیا۔ اور اوس کو فتح حاصل ہوئی۔ یہ سب یہودیوں کی سازش تھی۔حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد یہ سب لوگ آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ یہودی پھر بھی ان میں ہمیشہ آگ بھڑکانے کی کوشش کرتے رہے لیکن ناکام رہے۔

قبائل انصار میں اشاعت اسلام کا آغاز

جب آقا دو جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ کو لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے گیارہ سال ہو گئے اور آپ نے اس راستے میں ہر ہر طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں سہیں ۔لیکن آپ علیہ السلام کے پائے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔ ایک دن خزرج قبیلہ کے چھ افراد رجب کے مہینہ میں عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ آئے۔ وہ عقبہ کے پاس ٹھہرے۔ جو مکہ معظمہ کے پاس دو میل کے فاصلے پر ایک گھاٹی ہے۔حضور اکرم ﷺ حسبِ معمول ان کے پاس بھی تشریف لے گئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔

یہ لوگ چونکہ یہود کے پڑوس میں رہتے تھے اور ان کی ان سے چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔تو یہود ان سے کہتے تھے کہ عنقریب ایک نبی (علیہ السلام) آنے والے ہیں ہم ان پر ایمان لے آئیں گے۔ اور پھر اس نبی (علیہ السلام) کے ساتھ مل کر ہم تم لوگوں کو قوم عاد و اِرم کی طرح قتل کر دیں گے۔ جب حضور اکرم ﷺ نے اِن کے سامنے ہدایت اسلام پیش کی تو یہ آپس میں کہنے لگے یہ تو وہی نبی (ﷺ) معلوم ہوتے ہیں جن کی بشارت یہودی ہمیں دیتے آ رہے ہیں۔ ہم اس سے پہلے کہ یہودی ان پر ایمان لا کر ہم پر غالب آ جائیں ہم ان پر ایمان لے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ چھ کے چھ آقا دو جہاں پر ایمان لے آئے اور کلمہ شہادت پڑھا۔انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ ہم آپ کا پیغام دوسرے لوگوں تک بھی پہنچائیں گے۔کیونکہ لڑائیوں نے ہمیں اندر سے پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اگر ہماری قوم بھی ایمان لے آئی تو آپ ﷺ ہم میں ہم سب سے معزز و محترم ہوں گے۔ان افراد کے نام یہ ہیں:

۱- ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔ یہ سب سے پہلے اسلام لائے۔ یہ بنی نجار کی شاخ میں سے تھے۔
۲- عوف بن حارث ابن عفرا۔
۳- رافع بن مالک رضی اللہ عنہ۔ یہ بنی زریف سے تھے۔
۴- قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہ یہ بنی سلمہ سے تھے۔
۵- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی خرام سے تھا۔
۶- جابر بن عبداللہ بن رعناب رضی اللہ عنہ یہ قبیلہ بنی عبید سے تھے۔

یہ سب لوگ مدینہ میں اپنی قوم کے پاس آئے اور سب لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے نبی مبعوث ہونے اور آپ علیہ

السلام کی ہدایات کے متعلق بتایا۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی حتیٰ کہ انصار کے گھروں میں سے کوئی ایسا گھر نہیں تھا جس میں حضور ﷺ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو۔ (سیرت النبی ﷺ ابن ہشام ابن اسحاق جلد اول مطبوعہ ستمبر ۱۹۸۹، صفحہ ۲۸۷، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

آئندہ سال حج کے موقع پر جو انصار یہاں آئے۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔

یثرب سے آنے والا قافلہ

اِس دفعہ حج کے لیے یثرب سے آنے والوں میں پہلے پانچ لوگ بھی شامل تھے۔ سوائے چھٹے جابر بن عبداللہ۔

۱۔ اسد بن زراع بن عدس یعنی ابوامامہ۔

۲،۳۔ عوف اور معاذ نصرا کے دونوں بیٹے۔

۴۔ رافع بن مالک بن عجلان بن عمرو بن عامر بن زریق۔

۵۔ اور زکوان بن عبد قیس بن خلدہ بن مخلہ بن عامر بن زریق۔ ابن ہشام کے مطابق زکوان مہاجر بھی ہیں اور انصاری بھی ہیں۔

۶۔ بنی عوف بن خزرج میں سے جن کو قواقل کہتے ہیں۔ عبادہ بن صامت بن قیس بن اصرام بن فہر بن ثعلبہ بن غنم۔

۷۔ اور عبدالرحمٰن یعنی یزید بن ثعلبہ بن خزمہ بن احرام بن عمرو بن عارہ جو بنی غعینہ میں سے اُن کے حلیف تھے۔

۸۔ ابن اسحاق کے مطابق بنی سالم بن عوف بن خزرج میں سے عباس بن عبادہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان۔

۹۔ بنی خزرج کی شاخ میں سے عقبہ بن عامر۔

۱۰۔ اور بنی سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ میں سے عقبہ بن عامر اور بنی اوس قبیلہ سے دو صاحبان۔

۱۱۔ عویم بن ساعدہ بن اوس بن عوف بن مالک۔

۱۲۔ ابوالہیثم بن النہیان۔

یہ بارہ لوگ آقا علیہ السلام کے پاس حج کے موسم میں آئے۔ اور عقبہ کے مقام پر حضور ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔

حضرت عبادہ بن صامت ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے آپ ﷺ کے دست حق پرست پر اس بات پر بیعت کی کہ ''ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ہم چوری نہیں کریں گے۔ ہم بدکاری نہیں کریں گے۔ ہم اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ اور کوئی جھوٹا الزام جو ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑلیا ہو نہیں لگائیں گے۔ اور کسی بھی نیک کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم نے اس معاہدہ کو پورا کیا تو تمہیں جنت ملے گی۔ اور اگر تم نے کسی شرط کو پورا نہیں کیا تو تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہوگا۔ چاہے تو عذاب دے چاہے بخش دے۔

اسی طرح کی بیعت حضور ﷺ نے ہجرت کے بعد عورتوں سے لی تھی جس کا ذکر سورۃ الممتحنہ میں آتا ہے۔

جو بیعت آپ ﷺ نے لی۔اس کو ''بیعت العقبۃ الاولیٰ'' لیکن امام یوسف بن محمد الصالحی کے مطابق پہلی چھ لوگوں کی بیعت کو بیعت عقبہ الاولیٰ اور بارہ آدمیوں والی بیعت کو بیعت عقبہ الثانیہ کہتے ہیں۔جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ مصعب بن عمیر بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا اور حکم فرمایا کہ نومسلموں کو قرآن پاک کی ہدایت دو۔یعنی ان کو پڑھاؤ اور دین کے بنیادی احکام ان لوگوں کو سکھاؤ۔جوامع السیرۃ ابن حزم کے مطابق اور عیون الاثر کے ابن سید الناس کے مطابق حضور ﷺ نے دو مبلغ مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم یثرب بھیجے تھے۔

چونکہ اوس وخزرج قبیلے دونوں ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔کیوں کہ ان کی پرانی عداوت تھی۔اس لیے سب نے مصعب بن عمیر کو متفقہ اپنا امام بنالیا۔مصعب کو یثرب میں ''مقری'' کہا جاتا تھا۔یہ یثرب میں اسد بن زرارہ کے پاس ٹھہرے۔حضور نبی کریم ﷺ نے یثرب میں آپ کی طرف لکھا کہ نماز جمعہ قائم کی جائے۔جب پہلی نماز جمعہ قائم ہوئی تو اس وقت مسلمانوں کی جمعے میں چالیس کی تعداد تھی۔

(سبل الہدیٰ والرشاد، جلد:۳،صفحہ ۲۸۱، ۲۸۳،السیرۃ الحلبیہ ، جلد:۱،صفحہ ۴۱۰)(ضیاء النبی جلد:۲،صفحہ ۵۸۴)

اسید بن حضیر کا قبولِ اسلام

ایک روز ابوامامہ رضی اللہ عنہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر کی طرف بنی ظفر کے ایک باغ میں گئے جو ابوامامہ (اسد بن زرارہؓ) کے خالہ زاد بھائی سعد بن معاذ بن نعمان بن امرئ الیس بن زید بن عبدالاشہل کا تھا۔اس باغ میں ایک کنواں تھا۔جس کو بئر مرق کہتے ہیں یہ دونوں ابوامامہ اومصعب بن عمیر اس باغ کے اندر آ کر بیٹھ گئے۔ اور چند اور نومسلم بھی ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر بعد سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر کو اس کی خبر ہوئی یہ بھی اسلام نہیں لائے تھے اور اپنی قوم عبدالاشہل کے سردار تھے۔سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا۔ان دونوں آدمیوں ابوامامہ اور مصعب بن عمیر کو میرے باغ سے نکال آؤ۔کیونکہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہمارے جاہلوں کو بہکا کر مسلمان نہ کرلیں۔اور چونکہ ابوامامہ میرے خالہ زاد بھائی ہیں اس سبب سے میں نہیں جاتا تم جاؤ۔اسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر باغ میں آیا۔ابوامامہ نے مصعب بن عمیر سے کہا کہ اسید بن حضیر اپنی قوم کا سردار ہے۔اس کے سامنے اسلام پیش کرواتنے میں اسید بھی آیا۔اور آتے ہی کہنے لگا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔تم لوگ ہمارے جاہلوں کو گمراہ کر رہے ہو۔مصعب نے کہا: بیٹھ جاؤ اور ہماری بات سنو۔اگر اچھی معلوم ہوئی تو مان لینا ورنہ جو تمہارا دل چاہے کرنا۔اس نے کہا: یہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔وہ بیٹھ گیا۔حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اُس کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت بھی کی۔قرآن پاک سنتے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کا دل نور ایمان سے روشن کر دیا۔اس نے کہا: سبحان اللہ بہت اچھا کلام ہے۔میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔انہوں ے کہا: تم اٹھ کر غسل کرو کپڑوں کو

پاک کرو اور پھر کلمہ شہادت پڑھو اور دو رکعت نماز پڑھو۔ 

اسید بن حضیر نے اُسی وقت غسل کیا۔ کپڑے بھی دھوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اُس نے کہا میں سعد بن معاذ کو بھی بھیجتا ہوں کیونکہ وہ اپنی قوم کے سردار ہیں۔ اگر اُنہوں نے اسلام قبول کرلیا تو اُن کی تمام قوم اسلام قبول کرلے گی پھر اسید بن حضیر واپس سعد بن معاذ کے پاس آئے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد: ۳، صفحہ ۲۷۳)

سعد بن معاذ کا قبولِ اسلام

سعد بن معاذ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اسید بن حضیر جو چہرہ لے کر گیا تھا اَب اُس چہرہ سے واپس نہیں آیا ہے۔

اسید بن حضیر نے آتے ہی کہا کہ میں نے ان میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ میں نے ان کو بیٹھنے سے منع کیا تو انہوں نے کہا اچھا چلے جاتے ہیں۔ البتہ ہم کو خبر پہنچی ہے کہ بنی حارثہ کے لوگ ابوامامہ کے قتل کے ارادے سے نکلے ہیں اس لیے کہ ان کو معلوم ہوا ہے کہ ابوامامہ تمہارا خالہ زاد بھائی ہے۔

یہ سنتے ہی سعد بن معاذ غضب آلود اُٹھے اور ہتھیار لے کر چلے۔ جب یہ مصعب بن عمیر اور ابوامامہ کے پاس آئے اور ان کو اطمینان سے بیٹھے دیکھا۔ تو سمجھ گیا کہ اسید بن حضیر نے مجھے بہانے سے یہاں بھیجا ہے اور مصعب بن عمیر اور ابوامامہ سے سخت سست کہا۔ انہوں نے اسے کہا۔ تم بیٹھ جاؤ۔ اگر ہماری بات اچھی معلوم ہو تو مان لینا ورنہ اپنی مرضی کرنا۔ اس نے کہا کہ یہ بات آپ لوگوں نے انصاف کی کی ہے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسعد بن معاذ کو اسلام کی تلقین کی۔ اس کو اسلام کے سنہری اصول بتائے اور پھر اس کو قرآن پاک سنایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُس کا سویا ہوا بخت بیدار ہوگیا اور نورِ اسلام سے اس کا چہرہ روشن ہوگیا اس نے کہا کہ کیسے اسلام میں داخل ہوا جاتا ہے۔ آپ نے اُسے فرمایا کہ پہلے نہاؤ اپنے کپڑے پاک صاف کرو پھر کلمہ شہادت پڑھو اور دو رکعت نماز ادا کرو۔

سعد بن معاذ پہلے نہائے، کپڑے دھوئے اور آ کر کلمہ شہادت پڑھا اور پھر دو رکعت نماز ادا کی۔

پھر یہاں سے سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اپنی اپنی قوم کے پاس گئے اور اُن کو اسلام کی تلقین کرنا شروع کردی۔

سعد اپنی قوم بنی عبدالاشہل کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا۔ تم مجھے کیسا سمجھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم سب میں افضل اور بہتر ہیں۔ اور صاحب رائے اور عقلمند ہیں۔ سعد بن معاذ نے کہا کہ آج سے میرا تم سب سے کلام کرنا حرام ہے جب تک کہ تم سب لوگ مسلمان نہ ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شام سے پہلے پہلے بنی عبدالاشہل کی ساری قوم مسلمان ہوگئی۔

ادھر ابوامامہ اور حضرت مصعب بن عمیر اور اسید بن حضیر کی کوششوں سے باقی سب انصار بھی مشرف بااسلام ہوگئے۔ اور انصار میں سے کوئی بھی گھرانہ ایسا نہ بچا کہ جس کے مرد و عورت اور سب بچے بھی مسلمان نہ ہوگئے ہوں سوائے بنی اُمیہ

بن زید اور خطمہ اور وائل اور واقف کے قبیلوں کے جو بنی اوس میں سے تھے کیوں کہ ان مین ایک شاعر ابو قیس بن سلف ﷺ یہ اسلام نہ لایا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور بدر اور احد اور غزوہ خندق کے بھی واقعات ہو چکے۔

(سیرت النبی ابن ہشام صفحہ ۲۹۱)

اِس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کو اسلام نصیب ہوا۔ دوسرا شخص اسیرم بن عمرو اُحد کی جنگ میں مسلمان ہوا اورشہید ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''یہ جنتی ہے۔'' حالانکہ اس نے ایک بھی سجدہ نہیں کیا تھا۔

(اسد الغابہ، جلد: ۴، صفحہ ۹۰، ۹۱، سبل الہدیٰ والرشاد جلد: ۳، صفحہ ۳۷۳)

بیعت عقبہ ثانیہ

یثرب (مدینہ منورہ) میں ہر ہر محلہ اور ہر ہر قبیلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی نہ کوئی مسلمان ہو گیا تھا۔ اور گھر گھر آپ کا ذکر خیر ہوتا تھا۔ یہاں مسلمانوں کو اِس چیز کا شدید احساس تھا کہ ہمارے آقا دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں کن کن مصائب کا شکار ہیں اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مسلمان ہیں وہ بھی بڑی تکالیف میں ہیں۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبیلہ خزرج کے باسٹھ اور قبیلہ اوس کے گیارہ مرد کل تہتر مرد اور دو عورتیں بھی تھیں جو اسلام لے آئی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ تھیں اس کے علاوہ یثرب کے بہت سے مشرک بھی ان کے ساتھ حج کرنے کے لیے آئے۔ یہ سب لوگ حج کرنے کے بعد منیٰ کے مقام میں اکٹھے ہوئے۔

راستہ میں اِن کے ساتھ براء بن محرور بھی تھے جنہوں نے خواب دیکھا کہ وہ کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر رہے ہیں تو انہوں نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنی شروع کر دی۔ ہم سب لوگ شام یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اور یہ کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے۔ ہم نے کہا ہم یہ معاملہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ چنانچہ براء بن معرور کو اپنے ساتھ لیے ہوئے کعب بن مالک مکہ مکرمہ میں آئے۔ ہم میں سے کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کو پہلے نہیں دیکھا ہوا تھا۔ جب ہم نے لوگوں سے پوچھا تو لوگوں نے ہم سے پوچھا کہ کیا آپ نے عباس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہوا ہے۔ ہم نے کہا: ہاں۔ انہوں نے کہا کہ کعبہ شریف میں چلے جاؤ۔ وہاں ان کے ساتھ جو آدمی بیٹھا ہوا ہوگا وہ حضرت محمد ﷺ ہوں گے۔ چنانچہ ہم کعبہ شریف میں آئے تو یہاں ہم نے حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اور ہم نے آپ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا پھر حضور ﷺ نے عباس سے پوچھا کہ اے ابوالفضل کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ یہ براء بن معرور اپنی قوم کے سردار ہیں اور یہ کعب بن مالک ہیں۔ کعب بن مالک کہتے ہیں میں آپ کا ارشاد نہیں بھولوں گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ کعب بن مالک جو شاعر ہیں۔ عباس نے کہا کہ ہاں۔

پھر براء بن معرور نے کہا: اے نبی اللہ ﷺ اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اسلام کی ہدایت دی۔ اور میں نے کعبہ

شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی ہے۔ میرے ساتھی میرے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے مخالف ہیں۔ آپ ارشاد فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم صبر کرتے تو قبلہ ہی پر ہوتے۔''

پھر حضور ﷺ نے ہمیں شام یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی تو براء بن معرور بھی اُسی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔

ایام تشریق میں عقبہ کے مقام پر منیٰ میں ملاقات رات کے تیسرے شب میں پائی گئی۔ جب ہمارے تمام قافلے والے گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ تو ہم اِکا دُکا اُٹھ اُٹھ کر جانے لگے۔ اس سے پہلے ہم نے ایک اور مشرک سردار عبداللہ بن عمرو بن حرام کو اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے کہا تھا کہ ہم کو ہرگز یہ بات پسند نہیں کہ تم کفر پر مرو اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کا ایندھن بن جاؤ۔ ہم نے اس کے آگے اسلام پیش کیا وہ فوراً اسلام لے آیا۔ اب ہم نے اسے بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ ہم سب تہتر مرد اور دو عورتیں جن میں ام عمارہ نسیبہ بنت کعب قبیلہ بنی مازن ابن نجار سے تھیں اور دوسری کا نام اسماء بنت عمرو بنت عدی تھا یہ بنی سلمہ کے خاندان سے تھیں۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد: ۳، صفحہ ۲۷۷)

حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا

ام عمارہ نسیبہ اپنے خاوند اور دو بیٹوں سمیت جنگوں مین شریک ہوتی رہیں ایک مرتبہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ میں ان کے بیٹے حبیب کو گرفتار کر لیا گیا۔ مسیلمہ کذاب نے ان کو کہا تم کہو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ انہوں نے کلمہ شریف پڑھا۔ پھر اس نے کہا کہ تم کہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔ آپ نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے، جھوٹا ہے، جھوٹا ہے۔ اس نے غصے میں آ کر آپ کے جسم کا ایک عضو کاٹ دیا۔ پھر اس نے یہی عمل کیا۔ جب آپ اُس کی رسالت کا انکار کرتے تو وہ آپ کا ایک عضو کاٹ دیتا۔ اسی طرح حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے اپنے جسم کا ایک ایک عضو کٹوا کر جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن ہر بار اُس کو جھوٹا کہتے رہے۔

جب لشکر اسلام مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا تو حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا بھی اُس لشکر میں تھیں اور آپ کو اس جنگ میں نیزوں اور تلواروں کے بارہ زخم آئے۔

حضور علیہ السلام کی تشریف آوری

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا ہم عقبہ میں اکٹھے ہو کر انتظار کر رہے تھے تھوڑی دیر بعد آپ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت علی اور حضرت عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کو لیے ہوئے تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام نے احتیاط کے طور پر سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وادی کے دہانہ پر اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مشرق

کی نگرانی پر مامور فرمادیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیے ہوئے آپ انصار کے مجمع میں تشریف لائے۔ ؁47

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے بیٹھ جانے کے بعد خطاب شروع کیا:

''اے گروہ خزرج حضرت محمد ﷺ ہمارے اندر جو وقعت اور عزت رکھتے ہیں تم اس کو خوب جانتے ہو۔ ان کے مخالفین سے ہم ان کے محافظ اور بچانے والے ہیں۔ مگر ان کا خود ارادہ ہے کہ اس شہر کو چھوڑ کر تمہارے پاس چلے جائیں۔ اور تم سے مل جائیں۔ اگر تم اس بات کو دیکھتے ہو کہ جس بات کی طرف تم ان کو بلاتے ہو۔ اس کو پورا کرسکو گے اور ان کے دشمنوں سے ان کو محفوظ رکھ سکو گے تو تم اس کام کو کرو اور اگر تم سے یہ بات نہ ہو سکے تو بہتر ہے تم اسی وقت جواب دے دو۔ کیونکہ محمد ﷺ اس وقت ہماری حفاظت میں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم یہاں سے ان کو لے جا کر پھر ان کے دشمنوں کے سپرد کردو۔''

انصار نے عرض کی: ہم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی باتوں کو سن لیا ہے۔ اب آپ ﷺ ارشاد فرمائیے اور جن باتوں کا عہد آپ ہم سے لینا چاہتے ہیں انہیں ارشاد فرمائیے۔

آقا دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اشترط لربی عزوجل ان تعبدوه ولا تشرکو به شیئًا ولنفسی ان تمنعونی مما تمنعون منه نساء کم وابناء کم وانفسکم۔

ترجمہ: میں اپنے رب کے لیے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراؤ گے اور اپنے لیے تم سے یہ شرط منوانا چاہتا ہوں کہ میرا ہر دشمن سے اسی طرح دفاع کرو گے جس طرح تم اپنی مستورات اور اولاد اور اپنی جانوں کا دفاع کرتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اگر ہم نے آپ کی شرائط کو پورا کر دیا تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں جنت ملے گی۔''

وہ عرض کرنے لگے کہ سودا تو بڑا نفع بخش ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ کسی کو توڑنے دیں گے۔

حضرت براء بن معرور نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیا اور عرض کی: بے شک یارسول ﷺ ہم آپ کی ایسی حمایت اور حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔

کعب کہتے ہیں۔ پھر ہم سب نے آپ کی بیعت کی اور عرض کی کہ ہم جنگجو لوگ ہیں اور جنگیں ہماری وراثت میں چلی آ رہی ہیں۔ پھر ابوالہیثم نے عرض کی کہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان قدیمی عداوت ہے۔ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلبہ دیا تو کیا پھر آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم سے پھر دوبارہ نہیں مل جائیں گے؟

سرکارِ دوعالم ﷺ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا: نہیں اس بات سے تم اطمینان رکھو۔ جس سے تم لڑو گے۔ اس سے میں لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں صلح کروں گا۔

حضرت کعب کہتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے میں سے بارہ آدمی میرے سامنے پیش کرو تا کہ مین ان کو تمہارے اوپر نقیب بناؤں۔ چنانچہ ہم نے آپ کے سامنے بارہ آدمی پیش کیے۔ نو آدمی خزرج میں سے اور تین آدمی اوس میں سے۔ (سیرت ابن ہشام ابن اسحاق صفحہ ۲۹۴، جلد اول مطبوعہ ۱۹۸۹)

نقیبوں کے نام

بنی خزرج کے نقیب یہ ہیں:

۱- ابوامامہ بن اسعد بن زراہ

۲- رافع بن مالک

۳- سعد بن ربیع

۴- عبداللہ بن رواحہ

۵- سعد بن عبادہ

۶- المنذر بن عمرو

۷- البراء بن معرور

۸- عبداللہ بن عمرو

۹- عبادہ بن صامت

بنی اوس کے نقیب یہ ہیں:

۱۰- اُسید بن حضیر یہ بنی عبدالاشہل کے نقیب بنائے گئے۔

۱۱- رفاعہ بن عبدالمنذر، اور

۱۲- سعد بن خثیمہ۔ یہ دونوں بنی عمرو بن عوف کے نقیب بنائے گئے۔

عزم مصمم

ابن اسحاق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کیا ہے کہ پھر عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے کہا کہ اے گروہ خزرج تم جانتے بھی ہو کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ سب نے کہا: ہم جانتے ہیں۔ کہا یہ اس بات کی بیعت ہے کہ ہر ایک سرخ و سیاہ سے تم کو لڑنا ہوگا۔ اگر تم یہ دیکھو کہ تمہارے مال برباد ہوں گے تمہارے اشراف قتل ہوں گے تو پھر اس وقت اس سے پھر جاؤ۔ اور اس بیعت کو ترک کر دو۔ واللہ اگر اس وقت تم نے ایسا کیا تو دنیا و آخرت کی ذلت

تمہیں نصیب ہوگی اور اگر تم یہ جانتے ہو کہ کہیں یہی مصیبت تم پر پہنچے، مال برباد ہوں، اشراف قتل ہوں، تم اپنی بیعت پر قائم ہو گے تو پھر بسم اللہ بیعت کرو۔ کیوں کہ اس میں تمہارے واسطے دین و دنیا کی خوبی ہے۔

سب نے کہا کہ ہم ان سب باتوں کی بیعت کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے کہا کہ ہم سب ان باتوں کو پورا کریں تو ہمارے واسطے کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت ہے۔ انہوں نے کہا: اپنا ہاتھ دراز فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ دراز فرمایا۔ ان سب نے بیعت کی۔ چند انصار نے فرداً فرداً اپنے جذبات محبت کا آپ ﷺ سے اظہار فرمایا اور اپنے عہد کی پختگی کا ذکر کیا۔ ان میں حضرت ابوالہیثم، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت اسعد بن زرارہ، حضرت نعمان بن حارثہ، حضرت عبادہ بن الصامت اور حضرت سعد بن الربیع ہیں۔ اس بیعت کو بیعت عقبہ ثانیہ کہا جاتا ہے، اس بیعت کے بعد اَب ایک ایسے تاقیامت اسلام کے دور کا آغاز ہو رہا ہے جس پر بنی نوع انسانی نے فخر کیا ہے۔ اب سوئے ہوئے لوگوں کی قسمتیں بیدار ہونے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اِن انصار پر کتنا کرم و رحمت و مہربانی ہے کہ اس نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کی رفاقت کے لیے انصار کو چن لیا۔ (سبل الہدیٰ والرشاد، جلد سوم، صفحہ ۲۸۱)

اور بے حد و حساب رحمتیں اور درود ہمارے آقا ﷺ پر جنہوں نے اس کام کو انجام تک پہنچایا۔

اللھم صل وسلم علی نبی امی و علیٰ اٰلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔

کتنی رحمت و مہربانی ہے ہم لوگوں پر کہ اس نے ہم سب کو اسلام سے بہرہ ور فرمایا اور اپنے نبی پاک ﷺ کی امت میں لاکھڑا کیا۔ یا اللہ ہمیں محشر میں بھی اپنے پیارے نبی پاک ﷺ کے جھنڈے تلے رکھنا اور جنت میں آپ ﷺ کی ہمسائیگی عطا فرمانا۔ اٰمین بجاہ نبی الکریم رؤوف الرحیم و علیٰ آلہٖ و صحبہ و عترتہٖ اجمعین۔

(احقر العباد عبدالمسکین نثارالنبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد

حضرت عباس بن نضلہ انصاری نے بیعت کے بعد عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ اجازت دیں تو صبح ہم اہلِ منیٰ میں مشرکین پر اپنی تلواریں لے کر پِل پڑیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لن تومر بذالك ولكن ارجعو الی رحالکم۔

ترجمہ: اس امر کی تمہیں ابھی اجازت نہیں تم اب اپنی آرام گاہوں کی طرف چلے جاؤ۔

جب سب لوگ بیعت کر چکے تھے تو عقبہ کی پہاڑی کے اوپر سے شیطان نے زور سے آواز دی:

"اے مکانوں کے رہنے والو! تمہیں مذمم کی (نعوذ باللہ) کیا ضرورت ہے کہ اس کے ساتھ ہو کر اپنے دین سے گمراہ ہو جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: 

''اے دشمن خدا سن لے واللہ میں تیری بھی خبر لوں گا۔''

آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ یہاں کا شیطان ہے۔اس کا نام ابن ازیب ہے۔

تمام انصار کے لوگ چپکے چپکے واپس آ کر اپنی خوابگاہوں میں سو گئے۔کسی کو ان کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔

ان تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود بھی رؤسائے قریش کو یہ اطلاع مل گئی کہ عقبہ کے مقام پر انصار نے آنحضرت ﷺ سے بیعت کی ہے۔

صبح ہوتے ہی رؤسائے قریش ہمارے خیموں کی طرف آئے اور ہمارے مشرک لوگوں میں سے سرداروں سے اُنہوں نے پوچھا کہ تم لوگ یثرب سے یہاں اِس لیے آئے ہو کہ محمد (ﷺ) سے بیعت کر کے ہمارے ساتھ اور تمام عرب کے لوگوں سے لڑائی کرو۔ہمیں کسی کے ساتھ لڑائی کرتے اتنا افسوس نہیں ہوگا جتنا کہ تمہارے ساتھ لڑنے پر ہوگا۔

ہمارے مشرکین سردار نے قسمیں کھا کھا کر انہیں یقین دلایا کہ ایسی کوئی بات نہیں۔ہم تو ساری رات کے یہاں سوئے ہوئے ہیں۔ان کی یہ بات سچی تھی کیوں کہ ان کو پتہ ہی نہیں تھا۔

قریش کو ابھی اطمینان نہ ہوا تھا۔اس کے بعد وہ لوگ عبداللہ بن ابی کے پاس گئے۔وہ بھی بہت حیران ہوا اور اس نے بھی اس بات سے بالکل انکار کر دیا۔(السیرۃ النبویہ، ابن کثیر، جلد:۲،صفحہ ۲۰۵،۲۰۶)

حضرت سعد بن عبادہ پر مظالم

انصار نے جب منیٰ سے کوچ کیا تو قریش کے لوگ ان کے انتظار میں تھے لیکن یہ قافلہ اُن کی پہنچ سے دور نکل گیا۔تو دو آدمیوں کو انہوں نے پالیا جو پیچھے رہ گئے تھے۔ایک ان میں سعد بن عبادہ اور دوسرے منذر بن عمرو تھے۔یہ دونوں نقیب تھے۔ان میں سے منذر بن عمرو تو ان سے بچ نکلے۔لیکن سعد بن عبادہ کو انہوں نے پکڑ لیا اور مارتے پیٹتے ہوئے مکہ میں لے آئے۔سعد بن عبادہ کہتے ہیں کہ لوگ مجھ کو مار پیٹ رہے تھے کہ اتنے میں ایک خوبصورت شخص جس کے ماتھے پر خوش اخلاقی نمایاں تھی۔مجھے نظر آیا۔میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس نے میرے ساتھ نیک سلوک کیا تو بہتر ورنہ یہاں کسی سے نیک سلوک کی توقع نہیں۔اُس نے آتے ہی مجھے زور سے ایک گھونسہ مارا۔میں نے کہا کہ اب مجھے کسی سے نیک سلوک کی توقع نہیں۔یہ سہیل بن عمرو تھا۔جس نے گھونسہ مارا تھا۔اتنے میں ایک شخص نے (ابوالبختری بن ہشام) مجھے اپنے قریب کیا اور کہا: تجھ کو خرابی ہو کیا قریش میں سے کسی شخص کے ساتھ تمہارا عہد یا پناہ کا واسطہ ہے۔میں نے کہا کہ ہاں دو آدمیوں سے وہ میرے ملک میں تجارت کے واسطے آتے ہیں۔تو میں ان کو پناہ دیتا ہوں۔ایک جبیر بن مطعم اور دوسرا حرث بن امیہ ہے۔اس شخص نے کہا کہ ان کا نام لے کر پکار۔تو وہ شخص ان کو تلاش کرنے کے لیے چلا گیا۔اس شخص نے اُن دونوں کو حرم کعبہ کے دروازہ کے

پاس پایا اور کہا کہ ایک بنی خزرج کا شخص تمہارا نام لے کر پناہ کے واسطے پکار رہا ہے اور لوگ اس کو مار رہے ہیں وہ دونوں شخص فوراً میرے پاس آئے۔ اور اُنہوں نے مجھ کو کفار کی مار پیٹ سے بچایا۔

عمرو بن جموع کی ترک بت پرستی

پھر جب سب لوگ مدینہ طیبہ (یثرب) میں واپس پہنچ گئے تو انہوں نے یہاں آ کر بھی بغیر کسی خوف کے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور جو باقی لوگ تھے اُن سب کو بھی مسلمان بنانا شروع کر دیا لیکن چند بوڑھے لوگ اَب بھی کفر پر قائم تھے۔ ان میں سے ایک عمرو بن جموع بھی تھا۔ جو سردار بھی تھا۔ لیکن اس کا بیٹا معاذ مسلمان ہو گیا تھا۔ لوگوں نے اور اِس کے بیٹے نے اسے بہت سمجھایا۔ لیکن یہ اپنی ہٹ دھرمی پر مصر رہا۔

ایک دن اِس کے بیٹے معاذ اور اس کے ایک اور دوست معاذ بن جبل نے آپس میں مشورہ کیا۔ جب رات ہو گئی اور ان کا باپ بھی سو گیا تو یہ دونوں چپکے سے اٹھے اور دبے قدموں انہوں نے اس کے بت کو جس کا نام ''منات'' تھا۔ وہاں سے اٹھایا اور باہر جا کر بنی سلمہ کے ایک کنویں میں جہاں کوڑا کرکٹ لوگ پھینکتے تھے اوندھے منہ پھینک دیا۔

صبح جب عمرو بن جموع اٹھا اور عبادت کے لیے اپنے بت کے پاس گیا تو اس کو وہاں موجود نہ پا کر اس نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اسی حالت میں وہ گھر سے باہر آ گیا لوگ اس سے پوچھنے لگے تو اس نے ان کو بت کی گمشدگی کا بتایا۔ پھر وہ اس کو تلاش کرتے کرتے کوڑے کے ڈھیر والے کنویں پر پہنچا تو اس کو اوندھے منہ اس میں گرے پایا بڑی مشکل سے اس کو وہاں سے نکالا اور واپس لا کر دھو کر صاف کر کے خوشبو لگا کر واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔

پھر تو اس کے بُت کے ساتھ ہر روز ایسا ہی ہونے لگا کہ صبح وہ کوڑے کے کنویں میں ملتا تھا۔

اب عمرو بن جموع کو بہت غصہ آیا۔ اس نے رات سوتے وقت ننگی تلوار بت کے گلے میں ڈال کر اس بت سے کہا اب جو تجھے اٹھانے آئے اس کا خون کر دینا۔

رات ہوئی۔ عمرو بن جموع کے بیٹے معاذ بن عمرو اور ان کے دوست معاذ بن جبل نے چپکے سے اس تلوار کو بت کے گلے سے اُتارا اور اس کو باہر لے آئے۔ باہر اُن کو ایک مردہ کتا ملا۔ اُنہوں نے رسی سے اس مردہ کتے کو اس سے باندھا۔ اور اب اس کو دور ایک ایسے کنویں میں پھینک آئے جس میں لوگوں کا بول و براز پڑا ہوا تھا۔

صبح پھر جب اس نے بت کو غائب پایا اور اس نے دیکھا کہ بت نے تو کسی کا خون نہیں کیا ہے اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے بت کو دور گندگی میں لت پت ایک کنویں میں ایک کتے کے ساتھ بندھا ہوا پایا تو ایک دم خدا کے فضل و کرم سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اُس نے سوچا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اس طرح اس ذلت میں ایک کتے کے ساتھ بندھا ہوا گندگی کے ڈھیر میں نہ پڑا ہوتا۔ اس نے فوراً کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اور اس نے بت کی ہجو میں فی البدیہہ شعر پڑھے جن کا ترجمہ ہے: 

''کہ بخدا اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنویں میں نہ ملتی۔ اس ذلت آمیز حالت میں تمہاری ملاقات پر صد حیف اب مجھے پتہ چلا کہ میں تمہارے بارے میں دھوکا میں تھا۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بلند اور بڑے احسانات والا ہے۔ وہ عطا بھی کرتا ہے، رازق بھی ہے اور تمام اہلِ دین کو جزا دینے والا ہے۔ اس کی وہ ذات ہے جس نے کفر کے اندھریوں سے مجھے نجات دی۔ اس سے پیشتر کہ میں قبر کے اندھیروں میں رہن رکھ دیا جاتا۔'' (ضیاء النبی، جلد دوم، صفحہ ۶۰۹)

بیعت ثانیہ کی شرائط

ابن اسحاق کہتے ہیں جہاد کی شرط عقبہ کی پہلی بیعت میں نہ تھی۔ اب بیعت ثانیہ میں آپ ﷺ نے انصار سے کفار سے لڑنے اور اپنی حفاظت کے متعلق بیعت لی۔

چونکہ بیعت ثانیہ سے پہلے نبی کریم ﷺ کو کفار سے جنگ کا ابھی حکم نہیں ملا تھا۔ اس لیے آپ علیہ السلام سب کی تکلیفیں سہتے رہے اور کفار کی ایذا رسانی میں بھی دن بدن انتہا درجہ کی سختی آتی گئی۔ چنانچہ کفار نے بہت سے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں قید کیا۔ بہت سے مسلمانوں کو شہر بدر کیا۔ کئی ایک مسلمان حبشہ چلے گئے۔ اور باقی مسلمانوں پر انہوں نے اتنے مظالم ڈھائے۔ خاص کر جو غریب اور غلام مسلمان ہوتے تھے کہ ان پر مظالم کا سن کر انسانیت بھی کانپ اٹھی ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے دین کو غالب کر دے۔ تو مسلمانوں کو قتال اور ہجرت کی اجازت دے دی۔

القرآن: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝۳۹ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۴۰ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝۴۱ (الحج: ۳۹ تا ۴۱)

ترجمہ: اجازت دی گئی ہے۔ جہاد کی اُن مسلمانوں کو جو کفار سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ اس واسطے کہ ان مسلمانوں پر ظلم کیا گیا۔ اور بے شک خدا اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ مسلمان وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ بغیر حق کے صرف اس لیے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض پر غالب نہ کرتا تو ضرور گوشہ نشینوں کی خلوت گاہیں اور نصاریٰ کے گرجے اور یہودیوں کے معبد اور مسلمانوں کی مسجدیں ڈھا دیں جاتیں جن میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اور ضرور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی

مدد فرمائے گا جو خدا کے دین کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا طاقتور ہے۔ مسلمان ایسے لوگ ہیں کہ اگر زمین پر ہم ان کو حکومت دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور نیک کام کا لوگوں کو حکم کریں اور بُرے کاموں سے لوگوں کو روکیں اور اللہ ہی کے اختیار میں سب کاموں کا انجام ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ

ترجمہ: اور کفار سے اتنا لڑو کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ ہی کے واسطے ہو جائے۔

ہجرت کا حکم

جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جہاد کا حکم دے دیا اور انصار کے گروہ بھی دائرہ اسلام میں آ گئے تو آقا دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو ہجرت کر کے مدینہ جانے کا حکم دے دیا۔ تا کہ وہ وہاں جا کر انصار سے مل جائیں اور فرمایا کہ اَب اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے بھائی کر دیے ہیں اور امن کا گھر تمہیں عنایت فرما دیا ہے پس تم وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے وہاں جانے لگے۔ اور حضور اکرم ﷺ اسی کے انتظار میں تھے کہ جس وقت حکم آئے تو میں بھی روانہ ہوں۔ چنانچہ مہاجرین صحابہ سے سب سے پہلے ہجرت کرنے والے صحابی قریش کے قبیلہ بنی مخزوم میں سے تھے۔ یعنی ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم یہ عقبہ کی بیعت سے ایک سال بھی پہلے مدینہ چلے گئے تھے کیونکہ انہوں نے انصار کے اسلام قبول کرنے کی خبر سن لی تھی۔ اس سے پہلے یہ حبشہ جا کر پھر مکہ واپس آ گئے تھے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب مدینہ طیبہ جانے کے لیے ہجرت کا وقت آیا۔ تو میرے خاوند ابوسلمہ نے اونٹ پر پالان کس کر باندھا اور مجھ کو میرے بیٹے سلمہ سمیت اُس پر سوار کیا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل دیے۔ جب کچھ دور گئے تو اچانک بنو مغیرہ ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے ابوسلمہ اگر تم نے (یثرب) مدینہ جانا ہے تو بہتر۔۔۔۔ ہماری بچی ام سلمہ کو ہم تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ ابوسلمہ نے ان سے کافی کہا سنا لیکن وہ نہ مانے چنانچہ وہ مجھے اپنے خاوند سے چھین کر اپنے ساتھ لے چلے۔ جب ابوسلمہ کے خاندان کو اس کا علم ہوا تو وہ بھی دوڑتے ہوئے آ گئے۔ اور وہ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے بنو مغیرہ سے کہا کہ اگر تم ہمارے بھائی ابوسلمہ کے ساتھ اپنی بیٹی کو نہیں بھیجتے تو پھر ہم بھی اپنے بیٹے سلمہ جو ابھی شیر خوار تھے کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے میری گود سے میرے بچے کو چھیننا شروع کر دیا۔ اس کھینچا تانی میں میرے بیٹے کا بازو بھی اتر گیا۔ اس طرح میرا خاوند بھی مجھ سے چھن گیا اور میرا بیٹا بھی مجھ سے چھین لیا گیا۔ میں ہر صبح

بطحٰی کے مقام پر جہاں پر میرا خاوند اور میرا بیٹا مجھ سے جدا ہوئے تھے۔ پہنچتی اور سارا دن وہاں بیٹھ کر روتی رہتی۔ اسی طرح ایک سال بیت گیا۔

ایک دن میں یوں ہی بیٹھی وہاں حسبِ معمول رو رہی تھی کہ میرا ایک چچازاد بھائی بنو مغیرہ سے وہاں گزرا۔ اس کے دل میں میری حالت زار دیکھ کر بہت رحم آیا۔ اس نے واپس آ کر اپنے قبیلہ والوں کو ملامت کی اور کہا اس بیچاری کو تم اپنے خاوند کے پاس کیوں نہیں جانے دیتے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ جب میرے سسرال کو اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے میرا بیٹا بھی مجھے واپس کر دیا۔

میں نے اپنے اونٹ پر کجاوا کسا اور اپنے بیٹے کے ساتھ اُس پر سوار ہو کر تن تنہا یثرب (مدینہ) جانے کے لیے چل دی۔

مکہ کے باہر جب میں پہنچی تو عثمان بن طلحہ مجھے وہاں مل گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے۔ میں نے کہا: اُس اللہ تعالیٰ کی ذات اور اِس بچے کے سوا میرے ساتھ اور کوئی نہیں ہے۔

اس نے کہا کہ میں تم کو یوں اکیلے نہیں جانے دوں گا۔ اس نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور چل پڑا۔

جب ہمارے آرام کا وقت آتا تو وہ اونٹ کو بٹھاتا اور خود دور ہٹ کر کھڑا ہو جاتا جب میں اونٹ سے اتر جاتی تو وہ پھر آ کر اونٹ کو لے کر پرے چلا جاتا۔ اس پر سے پالان اتارتا اور پھر دور کسی درخت کے سائے میں بیٹھ جاتا۔ جب چلنے کا وقت ہوتا تو وہ پھر اونٹ پر پالان کس کر پَرے ہٹ کر کھڑا ہو جاتا اور جب میں بیٹھ جاتی تو اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل دیتا۔

اسی طرح اُس نے مجھے یثرب (مدینہ) پہنچا دیا۔ جب میں قبا کے پاس پہنچی تو عثمان بن طلحہ نے مجھے کہا کہ میرا خاوند یہیں رہتا ہے تم اس کے پاس چلی جاؤ۔ اور خود پیدل ہی وہ واپس مکہ کی طرف چل دیا۔

ام سلمہ کہتی ہیں میں کوئی ایسا خاندان نہیں جانتی جس پر ہجرت کے وقت اتنی مصیبتیں آتی ہوں اور کوئی آدمی عثمان بن طلحہ جیسا شریف النفس نہیں دیکھا۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بعد عامر بن ربیعہ مع اپنی زوجہ حیات لیلیٰ بنت ابی خثیمہ اور پھر عبداللہ بن جحش اپنے سارے خاندان سمیت یثرب (مدینہ) پہنچے۔

یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں اپنے گھر بار چھوڑ دیے۔ اپنا آرام چھوڑا۔ اپنا کاروبار چھوڑا اور دنیا کی محبت کے مقابلے میں آخرت کی محبت کو ترجیح دی۔ (سیرت ابن کثیر، جلد دوم، صفحہ ۲۱۷)

ہجرت سیدنا حضرت عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ سوائے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کسی اور نے علی الاعلان ہجرت فرمائی ہو۔

حضرت نافع، حضرت عبداللہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور عیاش بن ابی اور ہشام بن العاص نے مکہ سے باہر بنی غفار کے تالاب کے پاس مدینہ منورہ کے راستے پر ''تناصب'' کے مقام پر تینوں نے اکٹھا ہونے کا پروگرام بنایا۔ اور طے کیا کہ اگر کوئی ایک آدمی نہ پہنچ سکے تو باقی دونوں ہی مدینہ کی طرف کوچ کر جائیں۔

ہشام کی کفار مکہ کو خبر ہوگئی اور انہوں نے ہشام کو روک لیا۔لیکن حضرت عیاش چھپتے چھپاتے وہاں پہنچ گئے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تلوار اپنے گلے میں حائل کی۔ چھوٹے نیزے کو اپنے پہلو میں آویزاں کیا۔ اپنی کمان کو کندھے پر اور تیروں کو اپنی مٹھی میں لیا۔حرم شریف تشریف لائے۔کعبہ شریف کا طواف کیا۔مقام ابراہیم پر دونفل ادا کیے اور پھر کفار کی ہر ہر ٹولی کے پاس گئے اور فرمایا:

> ''تمہارے چہروں پر پھٹکار ہو۔اللہ تعالیٰ ان ناکوں کو خاک آلود کرے۔جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کی ماں اس کو روئے اس کی اولاد یتیم ہو اور اس کی بیوی بیوہ بنے تو وہ اس وادی کے دوسری طرف آئے اور مجھ سے مقابلہ کرے۔''

لیکن کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی۔اور یثرب (مدینہ) کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مقام مقرر پر ہشام تو نہ پہنچ سکے لیکن عیاش پہنچ گئے اور ہم دونوں ہی چل پڑے۔حتیٰ کہ قبا میں پہنچ گئے اور ہم نے وہاں بنی عمرو بن عوف کے ہاں قیام کیا۔ (سیرت حلبیہ، جلد:۱،صفحہ ۴۱۶)

حضرت عیاش رضی اللہ عنہ

عیاش ابوجہل اور حارث کے چچا کا لڑکا تھا اور ماں کی طرف سے ان کا سوتیلا بھائی بھی تھا۔ یہ دونوں اس کی تلاش میں جب ان کو پتہ چلا کہ عیاش یثرب (مدینہ) ہجرت کر گیا ہے۔تو یثرب پہنچ گئے اور انہوں نے آ کر عیاش کو کہا کہ تمہاری والدہ نے تمہاری جدائی میں رو رو کر برا حال کر لیا ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ نہ سر میں کنگھی کرے گی اور نہ ہی سایہ میں بیٹھے گی۔ یہ باتیں سن کر عیاش کا دل پسیج گیا اور وہ واپس مکہ جانے کے لیے تیار ہو گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عیاش کو بہت منع کیا کہ یہ ان لوگوں کے جال میں نہ آنا۔تمہاری ماں کو جب جوئیں پڑیں گی تو وہ سر میں کنگھی کرے گی۔اور جب مکہ کی چلچلاتی دھوپ اس کو لگے گی تو وہ سایہ میں ہو جائے گی۔

لیکن عیاش جب نہ مانے اور کہنے لگے کہ میں ایک دفعہ ماں کی قسم پوری کرنے کے لیے مکہ ضرور جاؤں گا تو آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ میری اونٹنی ''نابغہ'' لے جاؤ۔ یہ بڑی تیز رفتار ہے۔جب تم ان کی طرف سے کوئی شرارت محسوس کرو تو اس

کو ایڑ لگا دینا۔ یہ خودبخود تمہیں واپس یثرب (مدینہ) پہنچا دے گی۔عیاش نے یہ بات مان لی۔

دوران سفر ابوجہل عیاش سے کہنے لگا کہ میرا اونٹ تھک گیا ہے۔اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو تا کہ میرے اونٹ کو تھوڑا آرام مل جائے۔عیاش ٹھہر گیا۔دونوں طے شدہ منصوبے کے مطابق اُترے اور عیاش کو قابو کر لیا۔اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے اور اِسی حالت مین اُس کو مکہ میں لائے۔

لوگ جب عیاش کو اس حالت میں دیکھتے تو ان کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے اور ابوجہل لوگوں کو کہتا کہ ''اے مکہ والو! تم بھی اپنے احمقوں کے ساتھ یہی سلوک کرو جو ہم نے اس احمق کے ساتھ کیا ہے۔''

دونوں نے عیاش کو سو سو دُرے لگائے اور مکہ پہنچ کر عیاش کو چلچلاتی دھوپ میں ڈال دیا اور ان کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک یہ دین اسلام ترک نہیں کرے گا اس کی رسیاں نہیں کھولی جائیں گی اور یہ یونہی تڑپ تڑپ کر جان دے دے گا۔

کفار مکہ عیاش اور ہشام کو دین اسلام سے پھیرنے کے لیے طرح طرح کی سزائیں دیتے رہے۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو مسلسل چالیس دن ہر صبح کی نماز میں ان کے لیے دعا مانگتے رہے۔آپ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرتے:

''یا اللہ کفار کے پنجہ استبداد سے نجات دے دے۔ولید بن ولید، عیاش بن ربیعہ، ہشام بن العاص نیز ان کمزور اہلِ ایمان کو بھی نجات دے دے جو مکہ میں ہیں۔جو کسی حیلہ سے ہجرت کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ انہیں کوئی اور راہِ فرار دکھائی دیتی ہے۔''

یہ دونون عیاش بن ربیعہ اور ہشام بن العاص کئی برس تک کفار کی قید میں رہے۔

ایک دن آقا دو جہاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''کون ہے جو عیاش بن ربیعہ اور ہشام بن العاص کو میرے پاس لے آئے۔''

ولید نے عرض کی: یہ کام میں انجام دوں گا۔جب وہ چھپتے چھپاتے مکہ میں پہنچے تو ان کو ایک عورت ملی جو کھانا لے کر جا رہی تھی۔انہوں نے پوچھا کس کے لیے کھانا لے جا رہی ہو۔اس نے ان دو قیدیوں کا نام لے کر بتایا کہ اِن قیدیوں کے لیے کھانا لے کر جا رہی ہوں۔انہوں نے خفیہ چھپ کر اس عورت کا پیچھا کیا اور معلوم کر لیا کہ ان کو کہاں قید رکھا گیا ہے۔

جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو دیوار کو پھلانگ کر اندر داخل ہوئے اور ان کی ہتھکڑیوں کو پتھر پر رکھ کر تلوار کا وار کیا جس سے ہتھکڑیاں ٹوٹ گئیں ان کو باہر نکال کر اونٹ پر سوار کر کے خود نکیل پکڑ کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچا دیا۔

(سیرت ابن کثیر، جلد دوم، صفحہ ۲۲۲) (سیرت حلبیہ جلد اول، صفحہ ۴۱۶)

دیگر مہاجرین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (یثرب) مدینہ جانے کے بعد ان کے خاندان والے بھی قبا کے مقام پر آ کر ان سے مل گئے۔

ان میں ان کے بھائی زید بن خطاب عمرو وعبداللہ فرزندان سراحۃ بن عمر آپ کے داماد خنیس بن حذافہ سہمی و آپ کے بہنوئی سعید بن زید نیز واقد بن عبداللہ تیمی خولی ابن حولی و مالک بن ابی خولی رضی اللہ عنہم ۔(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۸۸)

اس کے بعد مہاجرین کا یثرب (مدینہ) جانے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جس کسی کو بھی موقع ملتا وہ یثرب (مدینہ) چلا جاتا۔ ان میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کا اصلی وطن دریائے دجلہ کے ساحل پر ایک گاؤں تھا۔ رومی لشکر نے گاؤں کو تاراج کیا۔ یہ کم سنی میں ہی غلام بنالیے گئے۔ بنی کلب کا کوئی شخص ان کو خرید کر مکہ لے آیا۔ یہاں اُنہوں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ یہاں آپ نے کاروبار شروع کیا جو بہت چمکا۔ آپ نے بہت دولت کمائی۔ جب آپ ہجرت کرنے لگے تو کفار نے روک لیا اور کہا جب آپ آئے تھے تو خالی ہاتھ تھے۔ آپ نے فرمایا: اچھا سارا مال لے کر مجھے جانے دو گے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے سارا مال ان کو دے دیا۔ اور ہجرت کر کے یثرب مدینہ چلے گئے۔ نبی پاک ﷺ نے یہ بات سنی تو فرمایا ''صہیب نے بہت نفع کمایا۔'' (ضیاء النبی جلد سوم، صفحہ ۳۶)

ہجرت رسول اللہ ﷺ

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت چلی آرہی ہے کہ اس کے بہت سے پیارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکالیف اٹھائیں۔ لوگوں کی اذیتیں برداشت کیں اور جب اُن لوگوں کی بدتمیزیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پاک کے مطابق اپنے ارادے کے مطابق انبیاء علیہم السلام کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے بچالیا۔

جب اسلام کا پرچم یثرب (مدینہ) میں پھلنے پھولنے لگا اور عقبہ ثانیہ میں بھی ستر سے زائد مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تو کفار نے مسلمانوں پر اور زیادہ سختیاں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ہجرت کر کے چلے جانے کا پوچھا۔ تو آپ نے کچھ روز توقف فرمایا۔ ایک روز آپ ﷺ مسکراتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا:

''مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارا مقام ہجرت یثرب ہے جو شخص ہجرت کا ارادہ رکھتا ہو وہ یثرب چلا جائے۔''

اس طرح لوگ یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت کرنے لگے۔

آقا دو عالم سرورِ کائنات ﷺ کی ہجرت میں اللہ تعالیٰ کی وہ بہتریاں پوشیدہ تھیں۔ جنہیں وہ اور اس کا رسول ﷺ ہی جانتے ہیں۔

آپ نے مدینہ طیبہ میں توحید کی بنا پر ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جو عالمگیر تھا۔

یثرب (مدینہ) ایک ایسا مقام ثابت ہوا جہاں اسلام کا پودا بڑی تیزی کے ساتھ پھلا پھولا۔ اس پر بہار آئی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا پر چھا گیا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے کفار مکہ کے ساتھ بہت جدوجہد فرمائی۔ کاش یہ اسلام قبول کر لیں اور انکا سویا بخت بیدار

ہو جائے۔لیکن ان عقل کے اندھوں نے اپنے بے جا تعصب کی وجہ سے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔تو اللہ تعالیٰ نے امید کی شمع یثرب (مدینہ) کے باشندوں میں جگا دی۔اور چند ہی دنوں مین وہاں اسلام بہت زیادہ پھیل گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کئی دفعہ آپ سے ہجرت کی اجازت چاہی تو آپ نے ہر دفعہ یہ فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تمہارا کوئی ساتھی بنا دے۔

حضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ اُمید ہوگئی کہ شاید وہ ساتھی آپ ﷺ ہی ہوں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں بہت کاروبار کیا تھا۔بہت سا مال اور دولت کمائی تھی۔آپ کا شمار مکہ کے متمول لوگوں میں ہوتا تھا۔آپ نے اپنے پاس تقریباً چالیس ہزار دینار اکٹھے کیے ہوئے تھے۔لیکن آہستہ آہستہ تمام مال و دولت غربا وفقرا اور مساکین اور غلاموں کو آزاد کرنے میں لگا دی۔خود آقا علیہ السلام نے اپنی اور اپنی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سارا مال و دولت غربا وفقرا و مساکین اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا۔

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ ہزار درہم ہجرت کرنے کے واسطے بچا چھوڑے تھے۔آپ نے دو بہترین اونٹنیاں خرید چھوڑی تھیں۔اور ان کو جنگل میں نہیں چراتے تھے۔بلکہ مکان کے عقب میں باندھ رکھا تھا۔اور چارہ وغیرہ وہیں ڈالتے تھے۔تاکہ بوقت ضرورفوراً کام آسکیں۔(سیرت ابن ہشام، جلد دوم،صفحہ ۹۲)

فوری وجوہات ہجرت

ایک دن کفار کے چیدہ چیدہ سردار جن کی عمریں چالیس سال سے زائد تھیں۔دارالندوہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے صرف ابوجہل ان میں کم عمر تھا۔اس کی اِس وقت داڑھی بھی نہیں پھوٹی تھی۔لیکن یہ نبی کریم ﷺ کی عداوت میں سب سے پیش پیش تھا۔دارالندوہ کے دروازے پر اُن کو ایک شخص ملا جس نے ریشمی جُبہ پہنا ہوا تھا۔اس نے اپنے آپ کو اہلِ نجد کے سردار کے طور پر متعارف کرایا۔اس نے انہیں کہا کہ میں یہاں اس لیے حاضر ہوا ہوں تاکہ تمہاری گفتگو سنوں اور ہو سکے تو کوئی اچھا مشورہ تمہیں دوں۔یہ دراصل شیطان تھا۔

کفار مکہ نے کہا کہ بہت اچھا تم بھی آجاؤ۔

جو لوگ یہاں آئے تھے ان کے نام علامہ ابن ہشام نے نقل کیے ہیں۔یہ (۱) عتبہ بن ربیعہ (۲) شیبہ بن ربیعہ (۳) ابوسفیان بن حرب بنی عبدالشمس سے تھے (۴) طعیمہ بن عدی (۵) جبیر بن مطعم (۶) حرث بن عامر بن نوفل بنو نوفل میں عبد مناف سے تھے۔(۷) نصر بن حارث بن کلدہ بنی عبدالدار بن قصی (۸) ابوالجنتری بن ہشام (۹) زمعہ بن اسود بن مطلب (۱۰) اور حکیم بن حزام بنی اسد بن العزی سے (۱۱) بنی مخزوم میں سے ابوجہل بن ہشام (۱۲) بنی سہم سے مینبہ (۱۳، ۱۴) و پسران منیسہ (۱۴) بن جمع سے امیہ بن حلف تھا اس کے علاوہ بھی بہت سے لوگ تھے۔

ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام دن بدن بڑھ رہا ہے اور اس طرح تو ایک دن ہمارا نام ونشان ہی مٹ جائے گا۔

ایک آدمی نے کہا کہ نعوذ باللہ آپ کو زنجیروں مین قید کر دیا جائے یہاں تک کہ آپ دم دے دیں۔(نعوذ باللہ)

شیخ نجدی (شیطان) بولا کہ بھونڈی تجویز ہے۔ اِس طرح تو ان کے پیروکار ان کو چھڑا کر لے جائیں گے۔

ایک اور بولا کہ ان کو کہیں باہر نکال دیں۔

شیخ نجدی نے کہا کہ یہ اس سے بھی بھونڈی تجویز ہے۔اس طرح تو یہ جہاں جائیں گے وہاں اپنا حلقہ اثر بنالیں گے۔ ان کے کلام میں جادو ہے۔اور پھر ایک لشکر اکٹھا کر کے تمہیں اپنے گھوڑوں کے پاؤں تلے روند دیں گے۔

اتنے میں ابوجہل بول اٹھا کہ میرے ذہن میں ایک تجویز آئی ہے۔

تمام لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے۔

ابوجہل کہنے لگا کہ تمام قبائل سے ایک ایک آدمی ننگی تلوار لے کر یکبارگی شخص واحد کی طرح اُن پر حملہ آور ہو اور ان کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا جائے۔ اس طرح بنوہاشم تمام قبیلوں سے انتقام نہیں لے سکیں گے اور آخرکار خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔

ابوجہل کی تجویز سن کر شیطان یعنی جو شیخ نجدی کے روپ میں تھا کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔اس نے کہا کہ یہ بہت اچھی تجویز ہے۔

ابن کثیر نے یہ لکھا ہے کہ یہ تجویز شیطان لعین نے دی تھی اور ابوجہل نے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی۔

بہرحال تمام لوگ اس تجویز سے بہت خوش ہو گئے۔

اُدھر رب کائنات نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کی یہ تجویز بتا دی اور ساتھ ہی ہجرت کا حکم بھی فرمادیا۔اُسی روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت شریف اُتری:

وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝۳۰ (سورۃ انفال)

ترجمہ: اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارے میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں اور وہ بھی خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی خفیہ تدبیریں کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آجانے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے عرض کیا کہ آج رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں اور جو چادر آپ اوڑھ کر سوتے ہیں کسی اور کو اوڑھا کر سلا دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لٹا کر اپنی چادر اڑھا دی۔ (سیرت زینی دحلان، صفحہ ۳۰۴، جلد اول)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے بستر مبارک پر

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "کیا تم اس بات پر رضامند ہو کہ دشمن مجھے تلاش کر لے اور نہ پائے تو شاید جلدی میں تمہاری طرف دوڑ کر آئے اور تمہیں قتل کر دے۔ آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات پر راضی ہوں کہ میری روح حضور کی روح کی حفاظت میں کام آئے میرا نفس حضور کی ذات پر قربان ہو۔ میں زندگی سے بجز اس کے محبت کر سکتا ہوں کہ وہ حضور کی خدمت میں گزرے حضور کے اوامر و نہی میں بسر ہو۔ حضور کے دوستوں کی محبت احباب کی نصرت اور آپ کے دشمنوں سے جہاد کرنے میں بیت جائے اگر یہ امور نہ ہوتے تو ایک لمحہ بھی دنیا میں زندہ رہنا پسند نہ کرتا۔ پھر حضور ﷺ حضرت علی کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا: اے ابوالحسن! تیرے اس کلام کی تصدیق لوح محفوظ کے مؤکلین نے کی ہے اور انہوں نے اس بات کی بھی تصدیق کی ہے کہ جو ثواب دارالقرار میں تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے اس کی مثل نہ کسی نے سنی نہ دیکھی اور نہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور آیا ہے۔"

اور خود دوسرے بستر پر تھوڑی دیر اُن کی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور تاجدارِ انبیاء ﷺ ہجرت والے دن خلاف معمول دوپہر کے وقت تشریف لائے حالانکہ آپ ﷺ اکثر صبح یا شام کو تشریف لاتے تھے۔ اور میرے والد کو بتایا کہ تمام لوگوں کو کمرے سے نکال دو کوئی بات کرنی ہے۔

میرے والد نے بتایا کہ آقا یہاں ہمارے اور ان بچیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج رات مجھے اللہ تعالیٰ نے یہاں سے ہجرت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آقا مجھے بھی ساتھ معیت کا شرف عطا ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا: قَالَ الصُّحْبَةُ۔ ابوبکر اس سفر میں تم میرے ساتھی ہو گے۔

اس خوشخبری کو سن کر خوشی کے مارے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل آئے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آج سے پہلے مجھے یہ نہیں پتا تھا کہ کوئی خوشی سے بھی رو پڑتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں خرید کر مکان کے پیچھے باندھ رکھی تھیں۔ آپ ان کو چرنے کے لیے باہر جنگل نہیں بھیجا کرتے تھے۔

یہ آپ نے اسی مقصد کے لیے باندھی ہوئی تھیں کہ شاید کسی وقت بھی ہجرت کا حکم آ جائے۔ اور شاید آپ مجھے بھی اپنی رفاقت کی سعادت سے بہرہ مند فرما دیں۔

بہر حال حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا۔ تو آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے تم دونوں میں مواخات قائم کر دی ہے۔ تو تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنے نفس کو دوسرے کے لیے قربان کر دے تو کوئی بھی نہ مانا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دیکھو میرے پیارے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ اور (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) کو کہ میں نے ان دونوں میں مواخات قائم کر دی ہے اور (حضرت) علی اپنے نفس کو میرے حبیب کے لیے قربان کرنے کے لیے اُن کے بستر پر لیٹ گئے ہیں اور اپنی جان کی بھی پروانہیں کی ہے۔

آقا علیہ السلام سے باوجود عداوت وبغض اور باوجود اتنی دشمنی کے تمام مکہ والے اپنی امانتوں، قیمتی چیزوں کے رکھنے کے لیے آپ ﷺ ہی کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔

حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرمائی کہ ساری امانتیں اُن کے حقداروں اُن کے مالکوں کو واپس کر کے تم بھی یثرب (مدینہ) چلے آنا۔

حضور علیہ السلام کا گھر سے نکلنا

آدھی رات کے قریب حضور سرورِ کائنات علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے۔

اس وقت ابوجہل دوسرے لوگوں الحکم بن عاص، عقبہ بن ابی محیط، نصر بن حارث، اُمیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، ابوالہیثم وغیرہ کے ساتھ باہر کھڑا کہہ رہا تھا کہ محمد (ﷺ) ہم لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر میری اطاعت کرو گے خدا پر ایمان لاؤ گے تو مرنے کے بعد جنت میں جاؤ گے اور اگر ایسا نہیں کرو گے تو مرنے کے بعد دوزخ کے بھڑکتے شعلوں میں گرو گے۔

آپ ﷺ نے اچانک دروازہ کھولا اور ان سب سے فرمایا کہ ہاں میں ہی ایسا کہتا ہوں اور اے ابوجہل ان میں سے ایک تم ہو وہ سب ایک دم حیران رہ گئے۔

حضور ﷺ ایک طشت میں مٹی بھر کر ہاتھ میں لیے ہوئے تھے اور آپ ﷺ سورۃ یٰسین کی ابتدائی آیات پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان آیات پر پہنچے:

وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝٩

ترجمہ: اور ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھڑی کر دی ہے اور اوپر سے اس کو ڈھانپ دیا ہے پس وہ دیکھ نہیں سکتے۔

تو حضور ﷺ نے ان پر دم کر دیا تو ان سب کو یکبارگی اونگھ آ گئی اور نیند نے آ گھیرا۔ آپ ﷺ نے طشت سے مٹی بھر بھر کر اُن کے سروں میں ڈالی اور باہر تشریف لے آئے۔

حضور ﷺ کے جانے کے بعد شیطان لعین نجدی شیخ کی صورت میں اُن کے پاس آیا اور کہا کہ حضور (ﷺ) تو یہاں سے نکل گئے ہیں۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ انہوں نے دیوار سے اندر جھانک کر دیکھا تو کہا کہ آپ تو چادر اوڑھ کر وہ سامنے سو رہے ہیں۔ تو جھوٹ کہتا ہے وہ پھر پہرے پر کھڑے ہو گئے۔

حضور ﷺ یہاں سے سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ اور آپ ﷺ اُن کے مکان کے پچھواڑے سے اُن کو ساتھ لے کر باہر نکل گئے اور سیدھے پیدل چلتے ہوئے غارِ ثور کی طرف چل دیے۔

جب دشوار راستہ چڑھنے لگتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیتے۔ پھر اُتار کر کبھی آپ ﷺ کے دائیں کبھی آپ کے بائیں کبھی آپ کے پیچھے اور کبھی آگے چلنے لگ دیتے۔ آقا ﷺ نے فرمایا: ابوبکر کیا وجہ ہے۔ آپ نے عرض کی کہ جس طرف سے مجھے دشمن کا ڈر ہوتا ہے میں اُدھر ہو جاتا ہوں کہ مبادا آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔

اس سے پہلے آپ ﷺ نے مکہ سے وداع ہوتے وقت یہ دعا مانگی کہ ”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جس نے مجھے پیدا کیا جب کہ میں تو کوئی چیز نہ تھا۔ اے اللہ دنیا کی ہولناکیوں زمانے کی تباہ کاریوں اور شب و روز کے مصائب برداشت کرنے پر میری مدد فرما۔ اے اللہ میرے سفر میں تو میرا ساتھی ہو۔ میرے اہل و عیال میں تو میرا قائم مقام ہو اور جو رزق تو نے مجھے دیا ہے اس میں میرے لیے برکت ڈال اور اپنی جناب میں مجھے عجز و نیاز کی توفیق دے۔ اور بہترین اخلاق پر میری تربیت فرما اے رب مجھے اپنا محبوب بنالے۔ اے کمزروں کے پروردگار تو میرا بھی پروردگار ہے میں تیری ذات کریم کے طفیل جس کی روشنی سے آسمان و زمین چمک رہے ہیں اور جس کی برکت سے اندھیرے دور ہو رہے ہیں اور اولین و آخرین کے کام درست ہو گئے ہیں میں (تیری ذات کریم کے طفیل) اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر اُترے۔ یا کہ تو مجھ پر اپنی ناراضگی نازل کرے۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تیری نعمت زائل ہو اور تیرا غضب اچانک اُتر پڑے اور تیری سلامتی کا رخ مجھ سے پھر جائے میرے پاس بجز تیرے نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی قوت ہے۔“

غارِ ثور میں داخلہ

حضور ﷺ نے مکہ سے باہر نکل کر ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر مکہ کی طرف رُخ کر کے یہ فرمایا: ”بخدا! مکہ کی سرزمین تو اللہ کی ساری زمینوں سے مجھے محبوب ہے اور بیشک اللہ کی ساری زمینوں سے اللہ کو پیاری ہے۔ اگر تیرے رہنے والوں نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھ سے نہ نکلتا۔“ (ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۶۲)

غار میں داخل ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ پہلے مجھے جا کر اندر صفائی کر لینے دیں تاکہ کوئی موذی چیز آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ آپ اندر تشریف لائے اور ساری غار کو صاف کیا اور اس کے سوراخوں کو اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر بند کر دیا۔ سوائے

ایک سوراخ رہ گیا آپ بیٹھ گئے اور اپنی ایڑھی اُس سوراخ پر رکھ دی۔اور آقا علیہ السلام کو اندر بلایا۔

حضور ﷺ اندر تشریف لے آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زانو پر اپنا سر مبارک رکھ کر استراحت فرمانے لگے۔

واہ ری قسمت! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو جہانوں کے سردار حضور علیہ السلام آپ کی گود میں آرام فرما رہے ہیں۔آپ اُس رخِ زیبا کی زیارت کرتے جاتے ہیں اور اپنی آنکھوں کو سیراب کرتے جاتے ہیں۔

حضرت داتا علی ہجویری کے مزار مبارک پر ایک شعر لکھا ہوا ہے:

چہ حسنت کہ صد بار رُخت بینم

ہنوزم آرزو مندے کہ یک بارے دگر بینم

ترجمہ: میرے محبوب کا حسن کتنا خوبصورت ہے کہ اُس کے چہرے کو سو بار دیکھنے کے بعد بھی میرے دل میں آرزو ہے کہ ایک بار پھر دیکھ لوں۔

جتنی دیر اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میرا محبوب آپ کی گود میں آرام کرے آپ نے آرام فرمایا۔

اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑھی مبارک پر سانپ نے ڈس لیا۔جس سے نہایت زور کی تکلیف ہوئی اور زہر سارے جسم میں سرایت کرنے لگا۔پھر اِس سانپ نے آپ کو کئی بار ڈسا۔لیکن آپ نے ایڑھی کو وہاں سے ذرا نہیں ہلایا کہ مبادا حضور ﷺ کے استراحت فرمانے میں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

اس سے پہلے کہ جب آپ نے حضرت ابوبکر کو ساتھ لے جانے کی خوشخبری دیتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ ’’کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ تم میرے ساتھ ہو اور جس طرح میری تلاش کی جاتی ہے اس طرح تمہاری تلاش ہو اور تم اس بات سے پہچانے جاؤ کہ جس دین کی میں تبلیغ کر رہا ہوں اس پر تم نے مجھے برانگیختہ کیا ہے پھر میری وجہ سے تمہیں طرح طرح کے عذاب دیے جائیں۔‘‘

اس کے جواب مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی تھی:

’’یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اتنی دیر زندہ رہوں جتنی دنیا کی عمر ہے اور اس طویل زندگی میں مجھے طرح طرح کے عذاب دیے جائیں نہ مجھ پر وہ موت نازل ہو۔جو مبتلائے عذاب کو راحت پہنچاتی ہے۔اور نہ مجھے اس مصائب سے نجات دی جائے اور یہ سب اذیتیں مجھے حضور ﷺ کی محبت کے باعث دی جائیں تو یہ ساری اذیتیں اور عذاب مجھے اس بات سے محبوب تر ہیں۔کہ میں آپ کی مخالفت میں نعمت و مسرت کی زندگی بسر کروں اور دنیا کے سارے بادشاہوں کے ملکوں کا مالک بنوں۔میرے بیوی بچے سب حضور ﷺ پر قربان ہوں۔‘‘

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب کو سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دل پر آگاہ ہو گیا ہے۔اور تمہاری زبان پر جو کلام جاری ہوا ہے۔اُس کو تمہارے

ﷺ دل سے بالکل مطابق پایا ہے اور تجھے میرے لیے بمنزلہ کان اور آنکھوں کے کر دیا ہے۔ نیز بدن سے سر کا اور بدن سے روح کا جو تعلق ہے وہ تیرا میرا تعلق ہے۔'' (تفسیر امام حسن عسکری جلد ا، صفحہ ۲۱۴)

آقا علیہ السلام نے استراحت فرماتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تکلیف کو محسوس فرماتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ کیا بات ہے آپ نے عرض کی یارسول اللہ سانپ نے میری ایڑھی پر کاٹ لیا ہے۔

حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن آپ کی ایڑھی پر لگایا تو فوراً سارا درد کافور ہو گیا۔

صبح جب اہلِ مکہ نے آپ کو نہ پایا تو اِدھر اُدھر تلاش شروع کر دی۔ ایک ماہر کھوجی آپ کے قدموں کو دیکھتا غارِ ثور پر پہنچ گیا۔

حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ یہ اگر اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو ہمیں پالیں آپ نے فرمایا:

یا ابابکر ما ظنتك باثنين الله ثالثهما۔

ترجمہ: اے ابوبکر ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو۔

مشرکین کا غالب یہ گمان تھا کہ حضور (ﷺ) یثرب چلے گئے ہیں جہاں لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لیے مشرکین کی ٹولیاں ہر طرف پھیل گئیں اور آپ کو تلاش کرنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک درخت کو غار کے منہ پر اُگا دیا۔ جس کا قد انسانی قد کے برابر ہوتا ہے۔ اس درخت کو عرب ''ام غیلان'' سے منسوب کرتے ہیں۔ اس کی بہت گھنی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں مکڑی نے بہت بڑا اور گھنا جالا بُن دیا۔ اور وہاں جنگلی کبوتروں نے انڈے دے دیے اور ایک کبوتری اُن پر بیٹھ گئی۔ ایک روایت کے مطابق حرم شریف کے کبوتر اُن کبوتروں کی اولاد میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رب کریم کی خدمت کا صلہ اُنہیں دیا ہے۔

یہ سارے انتظامات رب کائنات کے تھے جو اس نے اپنے حبیب کی حفاظت کے لیے کیے تھے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

تو جس کی حفاظت کرنے والا اُس کا رب ہو تو اس کو کون تکلیف پہنچا سکتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ یہ کیسے چیزیں اُگ آئیں مکڑی نے جالا بن دیا یا کبوتری نے انڈے دے دیے۔

وہ اللہ تعالیٰ جس کے کن کہنے سے یہ دونوں جہان وجود میں آ گئے اس کے آگے کوئی بھی بڑے سے بڑا کام کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ میری اور آپ کی عقل اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں کی ماہیت کا اندازہ نہیں لگا سکتی۔ تو خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کا کس طرح احاطہ کرے گی۔ ہمیں تو خود اپنے آپ کا پتہ نہیں ہمیں یہ نہیں پتہ کہ ہمارا جسم کیسے کام کرتا ہے۔ اُس کے اندرونی نظام کو سمجھنے کے لیے صدیاں بیت گئیں اب تک اُس کی الف ب سے واقف نہیں۔ کیا انسان نے موت پر قابو پا لیا یا اس

کی ماہیت کو سمجھ گیا۔ اگر لاکھ ڈاکٹر بھی چاہیں تو ایک مرتے ہوئے آدمی کی روح کو واپس نہیں لا سکتے۔ یہ اُس ذات پاک ﷻ کا کام ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے جس کی طاقت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے لیے یہی فخر کی بات کافی ہے کہ ہم اُس کے بندے اور اُس کے محبوب ﷺ کی اُمت سے ہیں۔

اصل میں غارِ ثور مکہ کے جنوب میں جو راستہ یمن کو جاتا ہے۔ اُس پر واقع ہے۔ مشرکین کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ آپ اِدھر جا سکتے ہیں لیکن پھر بھی چند لوگ اپنے کھوجی سمیت جب اِدھر آئے تو کھوجی نے کہا کہ ایک پاؤں کا نشان تو حضرت ابوبکر (صدیق) کا ہے۔ اور دوسرے نشان کو میں نہیں پہچانتا یہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) کے نشان سے بہت مشابہت رکھتا ہے۔

ایک آدمی نے امیہ بن خلف سے کہا کہ غار کے اندر دیکھو۔ تو امیہ بن خلف نے کہا کہ مکڑی کا گھنا جالا دیکھ رہے ہو کہ یہ محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔

حضور ﷺ یہاں تین دن آرام فرما رہے۔ آپ نے قیام فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی یہاں آپ کو کھانا پہنچا جاتی تھیں اور آپ کے صاحبزادے ہر روز کی خبروں سے آپ کو آگاہ فرماتے رہے اور آپ کا چرواہا عامر بن فہیرہ بکریاں لے کر رات کو یہاں آتا اور تازہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کتنی مہربانی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق کے پورے خاندان کو آپ کی خدمت میں لگا دیا۔ بلکہ آپ کے غلام عامر بن فہیرہ تک نے بھی آپ کا راز افشا نہ کیا۔ اور خدمت سرانجام دیتا رہا۔ اور اس کے کے ذہن میں مکہ والوں کے آپ کو زندہ پکڑنے کے ایک سو سرخ اونٹوں کا لالچ تک نہ آیا۔ (الروض الانف، جلد دوم، صفحہ ۴۳۱) (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد دوم، صفحہ ۴۷۷) (ضیاء النبی جلد سوم، صفحہ ۶۳)

کوئی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان پاک کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ لوگوں کا کیا ہے۔ جس کی عقل پر خدا پردہ ڈال دے وہ تو حضور ﷺ کو دیکھتے ہوئے بھی آپ کا انکار کر دیتا ہے۔

یہ اس کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ ہی رہنے دیتا ہے۔

یا اللہ ہمیں حضور ﷺ کی غلامی میں زندہ رکھ۔ اسی میں جیتا رکھ اور اسی غلامی میں موت عطا فرما اور ہمیں ہر دم مقام برزخ میں بھی حضور ﷺ کی خدمت میں رکھ اور قیامت کو ہمیں حضور ﷺ کی معیت میں اُٹھا اور ہمیں آپ کے جھنڈے کے سائے تلے رکھ۔ بیشک تو اپنے محبوب پاک کے صدقے میں دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اور جنت میں ہمیں حضور ﷺ کی معیت اور آپ ﷺ کی ہمسائیگی میں اپنا دیدار عطا فرما۔ بیشک تو طاقتور ہے اور طاقتور ہی کمزوروں پر رحم فرماتا ہے کیونکہ ہم کمزوروں کا تو ہی رب ہے۔ بیشک تو رحیم ہے تو کریم ہے اور رحیم و کریم ہی بے کسوں پر رحم و کرم فرماتا ہے۔ یا اللہ تیرے سوا ہمارے لیے کون ہے۔ ہم تیری جناب میں حضور ﷺ کو شفیع بناتے ہیں۔ یا اللہ تو ان کی سفارش کو قبول فرما اور ان کو اُس مقام محمود پر فائز فرما۔ جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔ بیشک تُو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ یا اللہ حضور ﷺ کی ساری اُمت کو بخش دے۔ اُس پر رحم

فرما۔ اُس کو تکلیفوں مصیبتوں سے نکال لے۔ اُن کی اصلاح فرما دے۔ اُن کی کافروں کے خلاف مدد فرما۔ بیشک تو سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔

یااللہ ہم سب کو تو حق کو حق کر کے دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہم سب کو یااللہ تو باطل کو باطل کر کے دکھا اور اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

مکہ سے تاجدارِ مدینہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد

آنحضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد کفار مکہ پر کوہِ الم ٹوٹ پڑا۔ انہوں نے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر وہ آپ کو تلاش کرتے ہوئے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ دروازہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کھولا۔ آگے آگے ابوجہل تھا۔ اُس نے کڑک کر کہا: تمہارا باپ کہاں ہے؟ آپ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اُس نے غصے سے اِس زور سے آپ کے گال پر طمانچہ مارا کہ آپ کے کان کا آویزہ ٹوٹ کر نیچے جا گرا اور گال سرخ ہو گیا۔

ابوجہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جانے کے بعد آپ کے والد ابوقحافہ نے حضرت اسماء سے کہا کہ تمہارا والد ہمیں قلاش کر گیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پانچ ہزار بقیہ درہم بھی غار میں اپنے بیٹے کے ہاتھ منگوا لیے تھے۔

آپ نے اپنے دادا جو کہ نابینا تھے کو مطمئن کرنے کے لیے ان کا ہاتھ پوٹلی میں کچھ سنگریزے وغیرہ ڈال کر اُن پر رکھا۔ جس سے انہوں نے سمجھا کہ کافی کچھ درہم وہ ہمارے لیے چھوڑ گئے ہیں اور وہ مطمئن ہو گئے۔

غارِ ثور سے روانگی

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ ہر روز عامر بن فہیرہ آپ کو دودھ گرم کر کے پیش کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر آپ کو کفار کے دن بھر کے واقعات سے خبر دیتے۔

تیسرے روز حسب وعدہ عبداللہ بن اریقط آ گیا یہ یثرب کے عام راستوں کے پیچ وخم جانتا تھا۔ علاوہ وہ اردگرد کے علاقوں سے بھی خوب واقف تھا۔ اسے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا۔ اور اِس سے پوری رازداری کا وعدہ لیا گیا تھا۔ جس پر وہ پورا اترا تھا۔ یہ شخص اگرچہ کفار قریش سے تھا۔ لیکن آل عاص میں عاص بن وائل سہمی کے قبیلے کے حلیفوں میں سے تھا۔

یہ دو اونٹنیاں لے کر پہنچ گیا۔ اُدھر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بھی کھانا لے کر پہنچ گئیں لیکن جب توشہ دان کو اونٹ کے کجاوے سے باندھنے لگیں تو کوئی رسی وغیرہ نہیں تھی۔ آپ نے فوراً اپنا کمر بند اُتارا اُس کے دو ٹکڑے کیے ایک سے توشہ دان کو اونٹ سے باندھا اور دوسرے سے اپنی کمر کو باندھ لیا۔ اُسی دن سے آپ کا نام مبارک ذات النطاقین پڑ گیا۔ (یعنی دو کمر بندوں والی)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہترین اونٹنی سوار ہونے کے لیے پیش کی۔لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس پر سوار نہیں ہوتا جو میرا اپنا نہ ہو۔آپ نے عرض کی: حضور یہ سب کچھ آپ علیہ السلام ہی کا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے بتاؤ۔ یہ کتنے میں خریدی تھی۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیمت بتائی۔تو آقا علیہ السلام نے فرمایا: میں تم سے اتنے میں خریدتا ہوں۔اور آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔

دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کا غلام عامر بن فہیرہ جس کو آپ نے حضور ﷺ کی خدمت کے لیے ساتھ لے لیا تھا۔سوار ہو گیا۔اور یہ چار بندوں کا قافلہ جن کے ساتھ پانچواں خدا تھا۔سوئے منزل جاناں روانہ ہو گیا۔حضور اکرم ﷺ کی اِس اونٹنی کا نام ''الجدعا'' تھا۔اس کے علاوہ آپ ﷺ کی ایک اونٹنی جو مدینہ پاک میں آپ کے زیر استعمال رہی کا نام ''الغضبا'' تھا۔

راستہ میں اگر کوئی حضرت صدیق اکبر سے حضور ﷺ کے متعلق پوچھتا تو آپ فرماتے کہ ''رجل یھدی الطریق'' یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں۔سبحان اللہ کیا خوبصورت الفاظ ہیں۔پردہ بھی رکھا اور بات بھی سچی فرمائی۔

(سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۰۰)

شاہراہِ ہجرت

چونکہ یثرب (مدینہ) اور مکہ کے درمیان قافلے اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔کیونکہ یہی شاہراہ یثرب (مدینہ) سے ہوتی ہوئی شام کو جاتی تھی۔ اِس لیے عین اِس شاہراہ کے اوپر چلتے ہوئے یثرب (مدینہ) جانا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

میں بار بار یثرب کا لفظ اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ جب تک حضور ﷺ اِس میں قدم رنجہ نہ ہوئے یہ یثرب ہی کہلاتا رہا۔آقا دو عالم ﷺ کے یہاں تشریف لانے کے بعد اس کا نام آپ علیہ السلام نے یثرب سے مدینہ ڈال دیا۔اور فرمایا: آج سے یہ مدینہ ہے کیوں کہ یثرب دراصل فساد کی سرزمین کو کہتے ہیں کیونکہ یہاں بہت بیماریاں اور وبائیں ہوا کرتی تھیں۔آپ ﷺ کی برکت سے یہاں کی وبائیں جاتی رہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا: اِسے اَب یثرب نہیں مدینہ کہا کرو۔

حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار سے روانہ ہوئے تو پہلے حضور علیہ السلام نے مکہ کے نشیبی علاقے سے گزر کر ساحل سمندر کا رُخ کیا۔اور عسفان کے نیچے سے گزرتے ہوئے عمومی راستہ پر آ گئے۔پھر یہ یہاں سے اَنج گاؤں سے پھر قدید سے ہوتے ہوئے پھر اصل راستہ پر آ گئے۔وہاں سے چلتے چلتے خرار وہاں سے المرۃ کے موڑ پر اور وہاں سے لفت آئے اور یہاں سے ''مدلجہ لقف'' پہنچے۔اس کے درمیان درمیان سے گزرتے ہوئے مدلجہ لجاج پھر وہاں سے مرجح لجاج پھر وہاں سے مرجح ذی العضوین وہاں سے ذی کشر وہاں سے جداجد سے ہوتے ہوئے اجرد تشریف لے آئے پھر مدلجہ تہن سے عبابیہ پہنچے۔اسے عبابیب بھی کہتے ہیں۔وہاں سے یہ فاجہ پہنچے۔فاجہ سے نیچے اُترتے ہوئے عرج تشریف لائے۔

یہاں سے حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو جو بنی اسلم کا تھا اور اس کا نام اوس بن حجر تھا کو اونٹ پر سوار کرا کے یثرب (مدینہ) بھیجا۔ اور اس کے ساتھ ایک غلام بھی روانہ کیا۔ جس کا نام مسعود بن ہنیدہ تھا تا کہ یہ لوگ پہلے جا کر اہلِ یثرب کو اطلاع کر دیں۔

عرج سے یہ عائر کے موڑ پر پہنچے اور پھر یہ رکوبہ کے موڑ کے دائیں طرف سے گزرتے ہوئے رئم کی وادی میں اُترے اور پھر آخر میں یہ یہاں سے قبا میں تشریف لے آئے۔

یہ سارا سفر بارہ دن میں طے ہوا۔ آقا دو عالم ﷺ بارہ ربیع الاول کو سوموار کے دن ڈھلنے کے وقت مدینہ طیبہ اُس وقت پہنچے۔ (اب یہ یثرب سے مدینہ طیبہ بن گیا) جب سورج چمک رہا تھا۔ (ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۸۳)

تفصیل ہجرت

آقا دو عالم ﷺ سب سے پہلے عسفان پہنچے یہ مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر ہے اور جحنہ اور مکہ کے درمیان پانی کی گزرگاہ پر ہے پھر آپ یہاں سے اَجّ تشریف لائے اَجّ اور ہران دو وادیاں میں جو بنی سلیم کے حرہ سے نکلتی ہیں اور سمندر میں آ کر گرتی ہیں پھر آپ قدید تشریف لائے یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں ہے۔ جہاں پانی کا ایک چشمہ بھی ہے پھر آپ الفرار تشریف لائے۔ یہ جگہ حجاز میں جُحفہ کے قریب ہے پھر آپ یہاں سے ثنیۃ المرہ اور پھر یہاں سے تقفا پہنچے یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک موڑ ہے۔ پھر یہ یہاں سے مدلجہ گاؤں اور ذی کشر گاؤں پھر ذی کشر پہنچے یہ گاؤں مکہ او رمدینہ کے درمیان واقع ہیں۔ پھر یہاں سے جداجد پہنچے یہاں بہت پرانے کنویں ہیں۔ پھر یہاں سے اجرد پہنچے اجرد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے۔ یہاں بنوجہینہ قبیلہ آباد ہے۔ یہ مدینہ اور شام کے درمیان واقع ہے پھر آپ یہاں سے تعہن پہنچے یہ ایک چشمہ ہے یہ شہر بھی اسی نام سے موسوم ہے۔ یہ السقیفہ سے تین میل کے فاصلے پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ پھر یہ یہاں سے عبابید یا عبابیب بھی اسے لوگ کہتے ہیں۔ پہنچے اور پھر الفاجہ پہنچے۔ یہ مدینہ سے سقیہ کی سمت تین منزل پر واقع ہے۔ اسے القاحہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک پہاڑ کا نام ہے۔ اس میں دو کنویں ہیں جن کا پانی بہت میٹھا ہے اور وافر ہے۔ پھر یہ یہاں سے عرج پہنچے یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گھاٹی ہے جو کہ حاجیوں کے راستے پر واقع ہے۔ پھر یہ یہاں سے ثنیۃ العائر جو کہ ایک پہاڑی موڑ ہے پر پہنچے پھر یہ یہاں سے رکوبہ عرج کے قریب پہاری گھاٹی پر پہنچے پھر یہاں سے رئم مدینہ طیبہ سے چار منزل کی مسافت پر پہنچے اور پھر یہاں سے آقا دو جہاں حضور ﷺ قبا مدینہ کی مشہور بستی میں پہنچ گئے۔

(سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸)

اثنائے سفر واقعات

سراقہ کا واقعہ

جب یہ قافلہ غارِثور سے چل کر نشیبی ساحلی علاقے کی طرف جا رہا تھا۔ تو ایک آدمی نے ان کو اِدھر جاتے ہوئے دیکھ لیا۔ یہ بنو مدلج قبیلہ کا تھا۔ کفارِ قریش نے ہر طرف اپنے آدمی حضور ﷺ کی تلاش میں بھیجے ہوئے تھے۔ وہ ہر ہر قبیلہ میں جا کر اعلان کر رہے تھے کہ کوئی آپ (ﷺ) کو اگر گرفتار کر لے گا تو اُس کو سو سُرخ اونٹ انعام میں دیے جائیں گے۔ یہ لوگ بنو مدلج قبیلہ والوں کے پاس آ کر ان کو بھی انعام کا لالچ دے رہے تھے۔ ان میں سُراقہ بن مالک جعشمی جو ایک ماہر شمشیر زن اور ماہر تیر پھینکنے والا تھا بھی موجود تھا۔ یہ آدمی سیدھا اِس کے پاس آیا چونکہ یہ اس کا خاص واقف تھا۔ اور کہنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی چار آدمیوں کا قافلہ مکہ کے نشیبی ساحلی علاقے کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔

سُراقہ کہتا ہے کہ میں فوراً سمجھ گیا کہ کہیں یہ وہی لوگ نہ ہوں۔ جن کے لیے سو سرخ اونٹ انعام رکھا ہوا ہے۔ میں نے اُس کو ٹالتے ہوئے کن انکھیوں سے خاموش رہنے کا کہا۔ پھر اُسے تھوڑی دیر بعد کہا کہ نہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا اونٹ گم ہو گیا ہوا ہے۔ ابھی ابھی میرے پاس سے اُدھر گئے ہیں۔

تھوڑی دیر میں لاتعلق ہو کر محفل میں بیٹھا رہا اور پھر چپکے سے وہاں سے کھسک گیا۔ اور سیدھا اپنے گھر آیا۔ آتے ہی اپنی کنیز کو کہا کہ میرے گھوڑے کو لے کر فلاں ٹیلے کے عقب میں پہنچا۔ جب وہ چلی گئی تو گھر کے پچھلے طرف سے میں بھی چپکے سے اپنا نیزہ اور تیر وغیرہ لے کر نکل آیا۔ ٹیلے کے پیچھے آتے ہی میں فوراً گھوڑے پر جست لگا کر سوار ہوا اور اُس کو سرپٹ مکہ کے نشیبی علاقے کی طرف دوڑا دیا۔

جلد ہی میں نے آپ لوگوں کو جا لیا۔ میری خوشی کی انتہا نہ رہی لیکن اچانک میرے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور میں گر گیا۔ اور میں نے ان کو پکڑنے کے لیے اپنے پاس سے فال کا تیر نکالا لیکن میرے کام کے حق میں نہ نکلا۔ اس پر لکھا تھا تم اس کام کو نہیں کر سکو گے۔

لیکن سو سرخ اونٹوں کے انعام نے مجھے اندھا کر رکھا تھا۔ میں نے تیر کی پروا نہیں کی اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ ہر کام شروع کرنے سے پہلے فال کا تیر نکالتے تھے۔ ایک پر لکھا ہوتا تھا یہ کام کرو، دوسرے پر لکھا ہوتا تھا تم یہ کام نہیں کر سکو گے۔ اور باقی تیر خالی ہوتے تھے اگر کام کرنے والا تیر نکلتا تو لوگ وہ کام کرتے اور اگر ایسا تیر نکلتا کہ لکھا ہوتا یہ کام نہ کرو تو رُک جاتے۔ اور اگر خالی تیر نکل آتا تو دوبارہ وہ تیروں سے فال نکالتے تھے۔

ٹیلے کے پیچھے جب سراقہ گھوڑے پر بیٹھنے لگا تھا۔ اُس وقت بھی اُس نے فال نکالی تھی تو ایسا تیر نکلا تھا جس پر لکھا تھا۔

یہ کام نہ کرو۔لیکن اُس نے لالچ میں پروانہیں کی تھی۔ پھر ایسا ہی تیر نکلا جس پر اس کام کو کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ پھر اس نے انعام کے لالچ میں پروانہیں کی۔

اور گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔سراقہ کہتا ہے کہ اچانک میرے گھوڑے کے پاؤں سخت پتھریلی زمین میں پھنس گئے اور میں چکرا کے پھر آگے جا گرا۔

میں نے پھر فال کے تیر نکالے تو اس کام سے منع ہونے کا تیر نکلا۔

لیکن انعام کے لالچ نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ میں نے پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے ایڑھ لگائی۔تو آپ ﷺ کے میں اتنے قریب پہنچ گیا کہ آپ (علیہ السلام) کے قرآن پاک کے پڑھنے کی مجھے آواز سنائی دے رہی تھی۔آپ (علیہ السلام) بڑے سکون کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے اور آپ (ﷺ) نے ایک دفعہ بھی میری طرف پلٹ کر نہیں دیکھا۔لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار میری طرف دیکھ رہے تھے۔ اچانک پھر اس سخت اور پتھریلی زمین میں میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک دھنس گئے اور میں پھر گھوڑے سے گر پڑا۔اور اس زور سے آندھی آئی کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔میں نے پھر فال نکالی تو لکھا تھا کہ تم اس کام کو نہیں کر سکو گے اب مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی میں یہ کام نہیں کرسکوں گا۔

میں نے زور سے فریاد کرتے ہوئے کہا:''مہربانی فرما کر مجھ پر نظر کرم فرمائیں میں آپ (علیہ السلام) کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔اور نہ آپ (ﷺ) مجھ سے ایسی بات سنیں گے جسے آپ (علیہ السلام) ناپسند کریں گے۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سراقہ نے ہمارا تعاقب شروع کیا تھا۔اس وقت ہم سخت پتھریلی زمین میں سفر کر رہے تھے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہمارا تعاقب کرنے والا اب ہمارے بالکل نزدیک پہنچ گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

القرآن: لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ

ترجمہ: غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر وہ اور نزدیک ہو گیا کہ اُس کا ہمارا فاصلہ ایک دو نیزے کا رہ گیا میں نے پھر وہی عرض کی اور میں رونے لگ گیا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو۔میں نے عرض کی حضور میں اپنے لیے نہیں بلکہ میں آپ ﷺ کے لیے روتا ہوں۔حضور ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی:

اکفناء بمع شئت۔

ترجمہ: اے اللہ اپنی مشیت کے مطابق اس دشمن کے شر سے بچا۔

آپ کے دعا فرماتے ہی اچانک اُس کے گھوڑے کے پاؤں پتھریلی زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے وہ چکرا کر گرا اور کہنے لگا یا محمد (ﷺ) یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ (علیہ السلام) کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور

آپ (علیہ السلام) کے تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو لوٹا دوں گا۔ 

آپ (علیہ السلام) کو گرفتار کرنے کے لیے اہلِ مکہ نے سو سرخ اونٹوں کا انعام رکھا ہے اور آپ (ﷺ) کے بارے میں ان کے برے خطرناک ارادے ہیں۔ اور آپ کو ایک طویل سفر بھی درپیش ہے۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ یہ کیا چاہتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تو سراقہ نے کہا کہ آپ جس راستے سے جا رہے ہیں اس راستے پر میری جاگیر ہے اور وہاں اونٹ اور گھوڑے بھی ہیں۔ آپ (علیہ السلام) میرے ترکش کے یہ تیر لے لیں۔ میرے آدمی ان کو پہچان لیں گے۔ آپ (علیہ السلام) اُن سے جتنے مرضی چاہیں گھوڑے اور اونٹ لے لیں۔ لیکن آپ (ﷺ) نے میری اس پیشکش کو ٹھکرا دیا کہ مجھے نہ تمہارے اونٹوں اور نہ بھیڑ بکریوں کی ضرورت ہے۔

سراقہ نے پھر عرض کیا کہ حضور (ﷺ) مجھے اَمان لکھ دیں۔ آپ (ﷺ) نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ اِسے امان لکھ دو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک چمڑے کے ٹکڑے پر حضور ﷺ کی طرف سے سراقہ کو امان لکھ دی۔ اس نے یہ چمڑے کا ٹکڑا لے کر سنبھال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ ﷺ نے اس سے بات خفیہ رکھنے کا کہا اس نے ہامی بھر لی۔ اور جب لوٹنے لگا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے سراقہ! اُس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن تجھے پہنائے جائیں گے۔''

سراقہ نے سراپا حیرت بن کر عرض کیا: یعنی کسریٰ ابن ہرمز ایران کے عظیم بادشاہ کے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں۔

یہ ایک اللہ تعالیٰ کے نبی ہی کی شان ہوسکتی ہے کہ بے آب و گیاہ صحرا مین سفر کرتے ہوئے جب کہ آپ علیہ السلام کی قوم نے آپ ﷺ کو بے وطن کر کے نکال دیا ہے اور سارا شہر آپ کے خون کا پیاسا ہے آپ کو گرفتار کرنے کے لیے ایک گرانقدر انعام مقرر ہے اور ظاہر اس حالت میں آپ ایران کے عظیم بادشاہ کی عظیم سلطنت کی پامالی اور اس کی سلطنت کے غرق ہونے چھن جانے اور اہلِ اسلام کے فتح یاب ہونے اور اُس کے ہاتھوں کے کنگن جو نہایت قیمتی زر و جواہر مرصع سونے کے تھے اور اس کو ایک بدو کو پہنائے جانے کے متعلق پیش گوئی فرما رہے ہیں۔

کیا یہ ظاہر کی بات ہے یا کہ غیب کی بات ہے۔ نبی کا لفظی معنی ہی غیب کی باتیں بتانے والا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ اگر آپ کا رب آپ کو کوئی بات بتا دے تو اُس میں کیا مضائقہ ہے۔

اس طرح کی بے شمار آپ نے پیشین گوئیاں کیں۔ جو حرف بہ حرف پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں اور اِنشاء اللہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ جابجا قرآن پاک میں آپ کے علم غیب کے متعلق فرماتے ہیں۔ سورۃ یوسف کے آخر میں ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهِ اِلَيۡكَ ؕ 

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔

بعض لوگ عقل کے اندھے ہیں جو آپ حضور ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرتے ہین۔ ارے خدا کے بندو! اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو کچھ بتانا چاہے تو کیا وہ نہیں بتا سکتا۔

اور قرآن پاک میں کیا غیب کی خبروں سے بھرا ہوا نہیں ہے اور وہ ہمیں کس نے بتایا ہے۔ یہ سارا قرآن تو ہمیں حضور ﷺ کی زبانی ہی معلوم ہوا ہے۔

وَلَا يُحِيۡطُوۡنَ بِشَىۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

ترجمہ: اور کوئی بھی اُس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتا مگر جتنا وہ چاہے۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا ۙ وَّيَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِيۡنَ ۙ‏ ﴿۲۶﴾

ترجمہ: کثیر کو وہ گمراہ کرتا ہے اور کثیر کو وہ ہدایت دیتا ہے اور فاسقوں کے سوا گمراہ نہیں ہوتے۔

اس لیے ہر دم ہدایت کے لیے اُسی کا دامن پکڑنا چاہیے اور اُسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اُس کے نبی ﷺ کا وسیلہ پکڑنا چاہیے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت کے آخری باب تکملہ میں فرماتے یہں کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہے حضور ﷺ کے وسیلہ جمیلہ سے ہی پہنچا ہے۔

لَقَدۡ كَانَ لَـكُمۡ فِىۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ ۔

ترجمہ: تم سب کو میرے رسول کی پیروی کرنا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک عدم ہے اور ایک وجود ہے۔ اور عدم اور وجود کو دو حصوں میں ایک وتر تقسیم کرتا ہے اور سب وجود عدم کی طرف جو بھی جاتا ہے وہ اس وتر سے ہو کر ہی جاتا ہے۔ ورنہ وہ جا ہی نہیں سکتا ہے۔ اور وہ وتر کی ذات مبارکہ حضور نبی کریم ﷺ کی ہے۔

سُراقہ کہتے ہیں: میں یہاں سے واپس آ گیا۔ اور بالکل چپ ہوگیا۔ اس واقعہ کا میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہوگیا۔ غزوہ حنین اور طائف کے معرکے بھی ہو گئے تو اچانک مجھے خیال آیا۔ سُراقہ تو نے بہت دیر کر دی۔ تجھے تو بہت پہلے مسلمان ہو جانا چاہیے تھا۔ میں فوراً حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اُس وقت آپ ﷺ انصار کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ انصار نے مجھے اجنبی سمجھتے ہوئے اپنے نیزوں کی انیوں سے آپ کے پاس جانے سے روکا۔ لیکن میں آپ کے نزدیک ہو ہی گیا اور میں نے آپ کے امان نامے کو نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور دور ہی سے زور سے پکارا یا رسول اللہ ﷺ یہ آپ ﷺ کا دیا ہوا امان نامہ ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے میری آواز سن لی۔ اور انصار سے کہا کہ اسے میرے قریب آنے دو۔ آج وعدے کو وفا کرنے کا دن ہے۔

میں آپ ﷺ کے نزدیک ہوا اور کلمہ شہادت پڑھ کر آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ سُراقہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اِس بابرکت گھڑی میں آپ ﷺ کے فیض سے مستفید ہونے کے لیے بہت سوچا کہ آپ ﷺ سے کیا پوچھوں۔ لیکن مجھے کچھ یاد نہ آیا۔ صرف میں اتنا پوچھ سکا: ''یارسول اللہ ﷺ جب میں اپنے اونٹوں کو پانی پلانے لگتا ہوں تو بعض دفعہ کئی اور اونٹ بھی پانی پینے کے لیے آجاتے ہیں کیا اس پر ہمیں ثواب ہوگا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

نعم! فی کل ذات کبید حری اجر ○

ترجمہ: ہر زندہ جانور کو جس کا جگر تر ہو پانی پلانا باعث اجر ہے۔

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب ایران فتح ہوا اور آپ کی خدمت میں کسریٰ کا تاج اُس کا مرصع کمر بند اور اُس کے سونے کے کنگن پیش کیے گئے تو آپ نے سُراقہ کو یاد فرمایا۔ جب یہ حاضر ہوئے تو آپ نے اِن کو

سونے کے کنگن پہنائے اور سُراقہ کو کہا کہ اپنے ہاتھ بلند کرو اور کہو کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے کسریٰ سے یہ زیورات چھین لیے۔ جو یہ گمان کرتا تھا کہ وہ لوگوں کا رب ہے اور بنو مدلج کے ایک بدو کو پہنائے۔''

(سبل الہدیٰ جلد: ۳،صفحہ ۳۵۴ تا ۳۵۲)

سراقہ نے اپنے ہاتھ بلند کر کے انہی الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔

آقا دوعالم ﷺ مسلسل سارا دن بغیر رُکے چلتے رہے۔ پھر ساری رات بھی آپ چلتے رہے پھر دوسرے دن بھی چلتے رہے یہاں تک کہ دھوپ کی تمازت جب بہت زیادہ ہوگئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوپہر کی گرمی میں ٹھہرنے کے لیے ہر طرف کسی سایہ دار درخت کی تلاش میں نظر دوڑائی۔ لیکن کوئی درخت نہ ملا تو آپ نے ایک چٹان کو دیکھا کہ وہ اس طرح آگے کی طرف جھکی ہوئی تھی کہ عین دوپہر میں بھی اس کا سایہ تھا۔ آپ اُس چٹان کے پاس گئے۔ اُس کے نیچے سایہ والی جگہ کو صاف کیا۔ اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ علیہ السلام تشریف لے آئیں۔ جب آپ ﷺ تشریف لے آئے اور آرام فرمانے لگے۔ اور تھوڑی دیر بعد سو بھی گئے۔ تو حضرت صدیق اکبر اُٹھ کر چٹان پر کھڑے ہو کر آس پاس پہرہ دینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں لے کر اِسی چٹان کی طرف آ رہا ہے۔ آپ آگے بڑھ کر اُس سے ملے۔ اُس کے مالک کا نام پوچھا۔ اُس نے بتایا تو آپ اُس کے مالک کو پہچان گئے۔ آپ نے اُس سے دودھ مانگا۔ وہ ایک بکری کو لے کر دوہنے لگا۔ تو پہلے آپ نے فرمایا کہ اِس کے تھن صاف کرو۔ پھر آپ نے برتن کے اوپر کپڑا رکھا اور اُس نے اِس میں دودھ دوہا۔ پھر آپ وہ دودھ لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے۔ اتنی دیر میں آپ ﷺ جاگ چکے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے وہ دودھ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے وہ دودھ نوش فرمایا جس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دل خوش ہوگیا۔ باوجود مسلسل سفر میں حضور اکرم ﷺ نے کسی تھکاوٹ وغیرہ کا اظہار نہیں کیا۔

ام معبد

چٹان کے نیچے سائے میں آرام فرمانے کے بعد آقا دوعالم ﷺ ساتھیوں سمیت پھر چلنے لگے۔ سخت دھوپ، گرم ریت اور گرم چٹانوں پر مسلسل سفر کرتے ہوئے حضور ﷺ کو راستے میں ایک خیمہ نظر آیا۔ آپ یہاں رُک گئے۔ قافلے کی آہٹ سُن کر خیمے سے ایک بوڑھی عورت باہر نکلی۔ جس نے اپنا نام ام معبد بتایا۔ خیمے کے اندر ایک لاغر سی بکری بندھی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ بکری کیسی ہے۔ ام معبد نے بتایا کہ یہ بکری کمزوری کے باعث دوسری بکریوں کے ساتھ نہیں جاسکی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ہم اس کا دودھ دوہ سکتے ہیں۔ ام معبد نے کہا کہ اس کی کھیری میں تو ایک قطرہ بھی دودھ نہیں لیکن اگر آپ اِسے دھوسکیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بڑا سا برتن لے آؤ۔ وہ فوراً بڑا سا برتن لے کر حاضر ہوگئی۔ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا

نام لے کر اُس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا۔ آپ ﷺ کا مبارک ہاتھ لگنا ہی تھا کہ اُس کی کھیری دودھ سے بھر گئی۔ آپ نے اِسے دوہنا شروع کیا تو وہ برتن لبالب بھر گیا اور اُس کے اوپر جھاگ بھی آ گئی۔

حضور ﷺ نے سب سے پہلے یہ دودھ ام معبد کو پیش کیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں کو پیش کیا اور سب سے آخر میں خود نوش فرمایا اور فرمایا:

ساقی القوم اٰخرھم۔

ترجمہ: قوم کو پلانے والا آخر میں پیتا ہے۔

آقا علیہ السلام نے ایک دفعہ پھر اس بکری کو دوہنا شروع کر دیا۔ پھر اس برتن کو لبالب بھر کر ام معبد کو دے دیا۔

جب اِس کا خاوند آیا اور اُس نے دودھ سے لبالب بھرا برتن دیکھا۔ تو حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ ام معبد دودھ کی نہر کہاں سے جاری ہوگئی۔

ام معبد نے کہا کہ ہمارے پاس ایک مبارک آدمی آیا تھا۔

اس کے شوہر نے کہا کہ کہیں یہ وہ تو نہیں جن کی تلاش میں قریش پھر رہے ہیں۔ ان کا حلیہ بیان کرو۔

ام معبد کہنے لگی:

میں نے ایک ایسا مَرد دیکھا کہ اُس کا حسن نمایاں تھا۔ جس کی ساخت بڑی خوبصورت اور چہرہ ملیح تھا نہ بڑھی توند اِسے معیوب بنا رہی تھی اور نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔ بڑا حسین اور خوبرو تھا آنکھیں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں۔ اس کی آواز گونجدار تھی۔ اس کی آنکھیں سیاہ اور سرمگین تھیں اور ریش مبارک گھنی تھی۔ جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہو جاتے اور جب گفتگو کرتے تو چہرہ پرنور اور بارونق ہو جاتا۔ آپ نہایت شیریں گفتار تھے۔ آپ کی گفتگو واضح تھی نہ کہ بے فائدہ اور بے ہودہ تھی۔ آپ کی گفتگو ایسے جیسے موتیوں کی لڑی تھی جس سے موتی جھڑ رہے ہوں دور سے دیکھنے سے سب سے زیادہ بارعب اور جمیل نظر آ رہے تھے اور قریب سے دیکھنے سے سب سے زیادہ خوبرو اور حسین دکھائی دیتے تھے۔ قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ اتنا لمبا کہ آنکھوں کو برا لگے اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں آپ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی مانند تھے جو سب سے سرسبز و شاداب اور قد آور ہو۔ ان کے ساتھی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اگر آپ (علیہ السلام) انہیں کچھ کہتے تو فوراً اس کی تعمیل کرتے اگر آپ اُنہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً اُس کو بجا لاتے۔ سب کے مخدوم اور سب کے محترم تھے نہ وہ ترش رو تھے نہ ان کے فرمان کی مخالفت کی جاتی تھی۔ (ترجمہ اردو ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۸۸ تا ۹۰، سیرت ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ تا ۲۶۲)

ام معبد کا خاوند حسرت سے کہنے لگا کہ کاش میں یہاں ہوتا تو آپ کی ہمراہی کا شرف حاصل کرتا۔ خدا کی قسم یہ وہی ہیں جن کے لیے کفار مارے مارے پھر رہے ہیں۔

کچھ عرصہ بعد یہ دونوں میاں بیوی خدا کے فضل و کرم سے نعمت ایمان پا کر پرانی زندگی کو خیرباد کہہ کر مدینہ پاک

ہجرت کر گئے اور وہیں رہائش حاصل کر لی۔ ؓ

مدینہ پاک میں جب یہ حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ نے ان سے کمال شفقت فرمائی انہیں کھانا کھلایا، انعام و اکرام سے نوازا اور نیا لباس پیش کیا۔

حضور ﷺ نے ام معبد کے خیمے سے پھر سفر شروع فرمادیا۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح کرتے ہوئے چلتے رہے۔ لق و دق صحرا، دو اونٹ اور چار آدمی۔ سفر منزل بہ منزل طے ہوتا رہا۔ یہ قافلہ جان جاناں علیہ السلام کو ساتھ لیے کشا کشا چلتا رہا۔ یہ وہ قافلہ تھا جس نے لوگوں کی تقدیر بدلنی تھی۔

القرآن: يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝۸

ترجمہ: یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا چاہے کافر بُرا ہی مانیں۔

ایک چرواہا

اثنائے سفر اِس قافلے کی ملاقات ایک چرواہے سے ہوئی۔ حضور ﷺ نے چرواہے سے فرمایا کہ کیا کوئی دودھ ہے۔ اُس نے کہا کہ حضور ﷺ دودھ والی کوئی بکری تو نہیں ہے۔ البتہ وہ ایک بھیڑ بیٹھی ہے جو سال کے ابتداء میں بار آور ہوئی تھی اَب اِس کے تھنوں میں کوئی دودھ نہیں۔ حضور ﷺ نے اسے فرمایا کہ اُسے لے آؤ۔ آپ ﷺ نے اس کی ٹانگوں کو باندھا۔ اس کی کھیری پر اپنا ہاتھ پھیرا تو فوراً اُس کی کھیری دودھ سے بھر گئی۔ آپ ﷺ کو برتن پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے بھیڑ کو اس برتن میں دوہا۔ برتن دودھ سے لبالب بھر گیا۔ آپ علیہ السلام نے اُس چرواہے اور دوسرے ساتھیوں کو پلایا اور آخر میں خود نوش فرمایا۔ چرواہا کہنے لگا: خدارا آپ فرمائیں آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہمارا راز تو افشا نہیں کرو گے؟ اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ میں ''محمد رسول اللہ'' ہوں۔ چرواہے نے کہا کہ آپ وہی ہیں کہ جن کے بارے میں قریش طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ چرواہا بولا تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ کیوں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے نبی کے کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ چرواہے نے عرض کی کہ کیا میں اپنے ایمان کو ظاہر کر دوں۔

حضور ﷺ نے اس چرواہے سے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو۔ موجودہ حالات میں تم ان چیزوں کو برداشت نہیں کر سکو گے۔ جب تمہیں اطلاع ملے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے غلبہ اور فتح عطا فرمائی ہے تو اس وقت ہمارے پاس چلے آنا۔

نظر کیمیا

یہ حضور ﷺ کی نظر کیمیا ہی تھی کہ جس پر پڑتی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے سکے سے سونا بنا دیتی۔ جو آپ ﷺ کو ایک دفعہ دیکھ لیتا آپ ﷺ کا گرویدہ ہو جاتا۔ کوئی بدقسمت اور عقل کا اندھا ہی ہوگا جس کی قسمت میں ہی ہدایت نہ لکھی ہو یا جو کوئی

تعصب کا مارا ہوا نہ ہو۔ کیونکہ یہودی وغیرہ لوگ آپ ﷺ کو اِس طرح پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ صرف تعصب و بغض کی وجہ سے آپ ﷺ پر ایمان نہ لا سکے۔ یہ کفار لوگ بھی آپ ﷺ کو صادق و امین کے نام سے جانتے تھے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو بھی سچ سمجھتے تھے۔ لیکن بغض و عداوت و عناد کی وجہ سے دور رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی تقدیر ہے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ ہی رکھتا ہے وہ پاک ہے اس کا علم پاک ہے۔ ہر کام میں اس کی اپنی مصلحتیں ہیں۔ ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے یا اللہ حق کو حق کر کے دکھا اور اُس پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ اور باطل کو باطل کر کے دکھا اور اُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ (العبد المسکین نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)

پیاسے راستے

آقا دوعالم سرورِ کائنات رونق بزم کائنات وجہ کون و مکان حضور رسالت مآب ﷺ آہستہ آہستہ اُن پیاسے راستوں کو سیراب کرتے ہوئے جو آپ علیہ السلام کو دیکھنے کے لیے ازل سے بے تاب چلے آ رہے تھے۔ وہ چٹانیں جہاں آپ ﷺ نے آرام فرمایا وہ پتھر وہ ٹیلے جنہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور صحرا کے وہ ذرے جو آپ ﷺ کی سواری کے پاؤں کے ساتھ چمٹے اور اُترے۔ وہ صحرا کے درخت جنہوں نے آپ ﷺ کی زیارت کی اور وہ جانور جو آپ ﷺ کو پہچانتے تھے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کا لمس لگتے ہی آپ ﷺ پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے پر تیار ہو جاتے۔

کتنے ہی پیاسے دلوں کو سیراب کرتے ہوئے آپ ﷺ چلے جا رہے ہیں۔ کتنے سوئے ہوئے لوگوں کی تقدیروں کو سنوارنے کے لیے آپ ﷺ تشریف لے جا رہے ہیں۔ ہر تکلیف اپنے پر سہہ لی۔ تاکہ مخلوق کو تکلیف نہ ہو۔ تاکہ آپ ﷺ کی اُمت کو تکلیف نہ ہو۔ کتنے درد خود برداشت کر لیے تاکہ اُمت کا درد کم ہو جائے۔

لوگوں کو اللہ جل شانہٗ کا پتہ بتایا یا اللہ اگر تیرا پیارا حبیب ہی ہمیں تیرے متعلق نہ بتاتا تو ہم اندھیروں ہی میں بھٹکتے رہ جاتے۔ دوزخ کی آگ ہی ہمارا مقدر ہوتی یہ تیرا رحم ہے۔ یہ تیرا کرم ہے۔ یہ تیری عنایت ہے۔ یہ تیری رحیمی و کریمی ہے کہ تو نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے میں ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ یا اللہ حضور ﷺ کی ساری اُمت کی اصلاح فرما۔ ہم پر رحم فرما۔ ہر ایک کو ان تمام تکلیفوں مصیبتوں سے نکال لے۔ جن جن میں ہر کوئی پھنسا ہوا ہے۔ یا اللہ سب اُمت مرحومہ کی مدد فرما اور یا اللہ حضور اکرم ﷺ کی سب اُمت کو بخش دے۔ بیشک تو ہی ہمارا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مولا ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔
(احقر العباد نثار النبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ)

القرآن: نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ ﴿۴۰﴾ (الانفال)

ترجمہ: کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

47

سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں جو قافلہ تجارت کے لیے مکہ مکرمہ سے شام کو گیا ہوا تھا۔ وہ واپس آرہا تھا۔ راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک سفید رنگ کا جوڑا پیش کیا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب تن فرمایا۔ اسی سفر مبارک میں ایک دوسرا قافلہ جس کی قیادت حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے۔ آپ کو مِلا۔ انہوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جوڑا اور ایک حضرت ابوبکر کو پیش کیا جو قبول فرمالیے گئے۔

(ضیاءالنبی جلد سوم، صفحہ ۹۹،۱۰۰)

حضرت بریدہ بن حصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ

راستے میں آپ کو حضرت بریدہ بن حصیب الاسلمی جو اپنے ساتھ ستر شہسوار لیے آپ (علیہ السلام) کی تلاش میں سو سرخ اونٹوں کے انعام میں پھر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملے۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا کہ بریدہ ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوبکر ہماری مہم کی تپش ٹھنڈی ہوئی اور ہم کامیاب ہوئے۔ پھر پوچھا تم کس خاندان سے ہو۔ میں نے کہا: بنی اسلم سے۔ آپ نے فرمایا: "سَلِمْنَا"، ہم محفوظ ہو گئے۔ پھر فرمایا بنی اسلم کی کون سی شاخ؟ میں نے عرض کیا کہ بنی سہم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "خرج سھمک یا ابابکر" اے ابوبکر تیرا تیر نکل آیا ہے۔

بریدہ کہنے لگے: آپ کون ہیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ، اللہ کا رسول ہوں۔

بریدہ تو آپ کے رُخِ انور کی ایک جھلک دیکھتے ہی اپنا سب کچھ نچھاور کر بیٹھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کیمیا نے اس کے دل کی نجاست کو پاک کر دیا اور اس کے دل کو صاف فرما دیا۔ جس سے اُس نے آپ علیہ السلام کے چہرہ مبارک کو پہچان لیا کہ یہ تو واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ فوراً پڑھا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک وحدہٗ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے رسولِ پاک ہیں۔

بریدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ستر کے قریب شہسوار تھے۔ وہ سب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ بنی سہم قبیلہ کے لوگ بغیر کسی مجبوری کے اپنی خوشی کے

ساتھ آپ پر ایمان لے آئے پھر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ آپ پرچم لہراتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوں۔ اُنہوں ؓ نے اپنا عمامہ کھولا اور نیزے کی اَنی پر لہراتے ہوئے آپ ﷺ کے آگے آگے چل دیے۔

راستہ میں حضور ﷺ کو بنی اسلم قبیلہ کے دو چور جنہیں المہانان کہا جاتا تھا، ملے۔ حضور ﷺ نے ان کو بلایا وہ آئے۔ آپ ﷺ نے ان کے آگے اسلام پیش کیا۔ جو انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔ آپ علیہ السلام نے ان سے نام پوچھا۔ اُنہوں نے کہا کہ "المہانان" آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ "المکرمان" رکھا۔ المہانان کے معنی ذلیل کے ہیں لیکن آپ علیہ السلام نے فرمایا اسلام لا کر اب تم المکرمان یعنی عزت و شرف والے ہو گئے ہو۔ حضور ﷺ نے اُنہیں قافلے کے آگے آگے مدینہ تک چلنے کا حکم دیا اور اِس طرح یہ قافلہ رب کریم کی رحمت بے پایاں کے سائے تلے اس کی حفاظت میں اور رہر ہر لمحہ اس کی نظر میں مدینہ کے نزدیک قبا کے قریب پہنچ گیا۔

قبا میں تشریف آوری

حضور ﷺ کے دیوانے آپ کے عاشق لمحہ بہ لمحہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ خبر کہ آپ علیہ السلام یثرب (مدینہ طیبہ) تشریف لا رہے ہیں۔ یہاں پہنچ چکی تھی۔ اور اہلِ مدینہ نے ایک ایک دن کر کے اسے شمار کرنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ عموماً مکہ سے مدینہ کا سفر اونٹ وغیرہ پر بارہ دن میں طے ہوتا تھا۔ لیکن آج تو تیرواں دن بھی شروع ہو گیا تھا۔ دل حلقوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ صبح سے ہی لوگ جوق در جوق مکہ کی راہ کی طرف اپنی آنکھیں بچھائے بیٹھے تھے۔ آہستہ آہستہ سورج بلند ہوتا گیا۔ اس کی گرمی بڑھتی چلی گئی۔ لیکن کوئی بھی مشتاق دید اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آہستہ آہستہ جب گرمی ناقابل برداشت ہو گئی تو لوگ اِکا دکا کر کے واپس جانے لگے۔ کیونکہ عرب شریف میں رواج تھا۔ کہ قافلے عموماً راتوں کو چلتے تھے اور دن کی سخت گرمی میں کہیں سایہ دار جگہ پر آرام کر لیا کرتے تھے۔ اب جب کہ دھوپ بہت شدت سے چمکنے لگی تو لوگ آپ ﷺ کے آنے سے نا اُمید ہو گئے اور آہستہ آہستہ میدان خالی ہو گیا۔

اب چودھواں دن بھی آ گیا۔ لوگوں نے صبح سویرے ہی یہاں آ کر ڈیرہ ڈال دیا۔ ہر کوئی مکہ کے راستے کی طرف منتظر تھا کہ وہ ماہ مبین کب طلوع ہو گا۔ کب اُس کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ کب پیاسی روحیں سیراب ہوں گی۔ کب سوئے ہوئے بخت بیدار ہوں گے۔ کب بگڑی قسمت سنورے گی اور کب کوئی درد کا درماں آئے گا سارا دن یہ بھی بیت گیا۔

ہر کوئی سوچ رہا تھا کہ اُس کا دلبر اب تک کیوں نہیں پہنچا۔ وہ کہاں ہو گا۔ اور کس حال میں ہو گا۔ ہر کوئی اپنے اندر فکر مند تھا لیکن اس دن کے بیت جانے پر بھی کسی کی اُمید بَر نہ آئی۔

پندرھویں دن بھی حسبِ معمول لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل کر اپنے سب کام کاج چھوڑ کر مشتاق دید کے لیے ٹیلوں پر اکٹھے ہو گئے آج تو شاید دلربا آ جائے۔ آج تو شاید بے قرار آنکھوں کو قرار آ جائے۔ آج تو بے سہاروں کا سہارا آ جائے۔

دن آہستہ آہستہ بیتنے لگا۔ جب بھی کوئی سفید کپڑوں میں ملبوس کوئی قافلہ دیکھئے تو کہتے کہ شاید وہی ہوں لیکن نزدیک آ کر پتہ چلتا کہ کوئی اور ہے۔ اور اسی طرح یہ اس دن بھی سورج اپنی گرمی دکھانے لگا۔ سورج کی تمازت جب حد سے زیادہ ہونے لگی اور سخت چلچلاتی دھوپ میں ٹھہرنا ناقابل برداشت ہوگیا اور یہ یقین ہوگیا کہ اس سخت دھوپ میں کوئی بھی قافلہ نہیں پہنچ سکتا کیوں کہ اس وقت سب قافلے آرام کرتے ہیں تو لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے آئے۔

جب سب لوگ واپس چلے گئے اور پچھلا پہر شروع ہوا تو ایک یہودی اپنے کسی کام سے ایک ٹیلے پر چڑھا تو اُسے دور ایک قافلہ چار لوگوں پر مشتمل نظر آیا۔ اُس کے دل نے کہا کہ یہ وہی قافلہ ہوسکتا ہے۔ جس کی دید کے لیے لوگ ترس گئے ہیں۔ اُس نے وہاں سے ہی زور سے آواز لگائی:

یابنی قیلة هذا جدکم قد جآء۔

ترجمہ: اے قیلہ کے فرزندو! جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آ گیا ہے۔

قیلہ انصار کی ایک وادی کا نام ہے۔ جس کسی نے یہ آواز سنی اُس نے دوسروں کو بھی بتایا۔ اور یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح آناً فاناً پورے علاقے میں پھیل گئی اور ہر کوئی اپنے آقا علیہ السلام کے استقبال کے لیے دوڑا چلا آیا۔

اِتنی دیر میں حضور ﷺ حرہ کے میدان میں ایک کھجور کے سائے تلے پہنچ گئے۔ آپ علیہ السلام نے اپنی اونٹنیوں کو سائے میں بٹھایا اور خود بھی اُتر کر سائے میں تشریف لے آئے۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری عمر اُس وقت صرف آٹھ یا نو سال تھی۔ میں نے ہجوم کر کے لوگوں کو آپ کے دیدار کے لیے اکٹھے ہوتے ہوئے دیکھا یہ آپ ﷺ کی قبا میں تشریف آوری کا موقع تھا کہ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ مدینہ کے در و دیوار چمک رہے ہیں۔

تھوڑی ہی دیر میں پانچ سو کے قریب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ لوگوں نے آپ علیہ السلام کے گرداگرد احاطہ بنا لیا سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کو حضور ﷺ کی زیارت میں دشواری ہو رہی ہے اور آپ پر دھوپ بھی آ رہی تھی تو آپ اُٹھ کر حضور نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی چادر سے سایہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ سب لوگوں نے اپنے آقا کو پہچان لیا۔

اِس بستی کا نام قبا تھا اور یہاں عوف بن عمرو کا قبیلہ آباد تھا اور یہی وہ لوگ تھے جن کو سب سے پہلے حضور ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔

قبا میں حضور ﷺ نے مکتوم بن ہدم جو قبیلہ عمرو بن عوف کا ایک سردار تھا کے ہاں قیام فرمایا۔ اور جب لوگ زیادہ ملاقات کے لیے تشریف لے آتے تو ساتھ ہی سعد بن خشیمہ کا کافی بڑا مکان تھا آپ علیہ السلام وہاں اُن سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق حبیب بن اساف کے گھر میں تشریف فرما ہوئے۔ 

حضور ﷺ کے قبا میں قیام کے متعلق مختلف روایتیں کسی کے نزدیک چار راتیں اور کسی کے نزدیک ۲۲ راتیں ہیں۔ لیکن زیادہ لوگ اس بات پر مجتمع ہیں۔ خاص کر امام بخاری نے اپنی صحیح روایت میں بخاری شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ ”آپ ﷺ نے بنی عمرو بن عوف کے قبیلہ میں نزول فرمایا اور دس دن اور چند روز یہاں مقیم رہے اور اس اثناء میں مسجد قبا کی تعمیر فرمائی۔“ (ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۵)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق لوگوں کی امانتیں ادا کرنے کے لیے مکہ میں رہ گئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی محبت اور فراق نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا۔ آپ نے جلد از جلد لوگوں کی امانتیں لوٹائیں۔ آپ ہر صبح کھلی وادی میں کھڑے ہو کر اعلان فرماتے۔

”لوگو سن لو! جس کسی نے اپنی کوئی امانت رسول اللہ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھی وہ آئے اور اپنی امانت لے جائے۔“

اس حکم کی تکمیل میں آپ کو تین دن لگ گئے۔ جب آپ اس کام سے فارغ ہو گئے تو اکیلے ہی پا پیادہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ راتوں کو چھپ چھپ کر چلتے اور دن کو آرام فرمائے۔ پیدل چل چل کر آپ کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے۔ اور آبلوں سے خون رسنے لگا۔

جب آپ رضی اللہ عنہ قبا میں حضور علیہ السلام کے پاس پہنچے تو پاؤں مبارک بھی بہت سوجے ہوئے تھے آپ ﷺ نے انہیں اپنے پاس بلایا تو آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے پاؤں کو بہت تکلیف ہے۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم ﷺ خود آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضور ﷺ نے آپ کے پاؤں پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا۔ تو فوراً آپ کے پاؤں ٹھیک ہو گئے اور ان کی تکلیف بھی درد ہوگئی۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگایا۔ آپ جس تکلیف میں یہاں پہنچے تھے اس کا احساس کرتے ہوئے حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ آپ کے لعاب دہن کی برکت تھی کہ شہادت تک کبھی آپ کے پاؤں میں تکلیف نہ ہوئی۔ آپ قبا میں کلثوم بن ہدم کے مکان میں تشریف فرما رہے۔ اس گھر کے ساتھ ایک بیوہ عورت رہتی تھی۔ جب رات ہوئی تو کوئی آدمی چپکے سے اُن کو کوئی چیز دے جاتا۔ آپ نے اُس عورت سے پوچھا تو اُس نے بتایا کہ یہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ ہے جو میری خدمت خاموشی سے کرتا ہے۔ یہ مجھ کو لکڑی کے بت اپنی قوم کے توڑ کر دیتا ہے۔ اور دوسری چیزیں بھی دیتا ہے تا کہ گزر بسر کرسکوں۔ یہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مراف کو چلے گئے تھے۔ وہاں بھی یہ غرباء کی اسی طرح سے چپکے سے مدد کیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان سے بہت محبت تھی۔ (سیرت ابن کثیر جلد دوم، صفحہ ۱۰۶)

مسجد قبا

حضور ﷺ نے یہاں قبا میں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ آقا دوعالم ﷺ دوسرے لوگون کے ساتھ ساتھ اینٹیں اٹھا رہے

تھے جب کوئی کہتا کہ حضور ﷺ آپ کے حصے کی اینٹ میں اُٹھا لیتا ہوں تو آپ فرماتے:

لا اُحد مثلهٗ۔

تم اِس جیسا کوئی اور پتھر اُٹھاؤ۔

اِس میدان میں ٹیلے کھجوریں خشک کی جاتی تھیں یہ جگہ کلثوم بن ہدم کی تھی۔ اُنہوں نے اس زمین کو آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس مسجد کے بارے میں آیت تشریف نازل ہوئی۔

لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِيۡهِ‌ ؕ فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا‌ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُطَّهِّرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمہ: وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ پہلے دن سے وہ زیادہ مستحق ہے کہ آپ کھڑے ہوں اس میں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو۔ اور اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

یہ آیت شریف اس مسجد کے متعلق نازل ہوئی اور اس آیت شریف کا مقصد یہ ہے کہ ہر مسجد کی بنیاد تقویٰ پر ہی رکھنی چاہیے۔

اور وہ مسجد ضرار جس کی بنیاد تقویٰ پر نہیں رکھی گئی تھی اس کو منافقوں نے مسلمانوں کے فتنہ کے لیے بنایا تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے گرا دینے اور جلانے کا حکم دیا تھا۔ جس کو گرا کر جلا دیا گیا۔

مسجد قبا کی بہت بڑی شان ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے مطابق ''اس میں عمدہ وضو کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔'' حضور علیہ السلام نے یہاں مختلف روایات کے مطابق چار دن، بائیس دن، چودہ دن اور ایک روایت کے مطابق دس دن قیام فرمایا۔ (سیرت ابن کثیر جلد دوم، صفحہ ۲۶۷)

حضور اکرم ﷺ اس مسجد میں اکثر سوموار کے دن تشریف لایا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوموار اور جمعرات کو یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد سوم، صفحہ ۳۸۰)

مدینہ منورہ میں تشریف آوری

آج جمعۃ المبارک کے دن مبارک کی وہ صبح ہے جب حضور اکرم ﷺ قبا سے مدینہ منورہ روانہ ہو رہے ہیں۔ دیواریں سج گئی ہیں۔ فضا روشن ہو گئی ہے۔ پرندے نغمے گا رہے ہیں۔ پہاڑ خوشی سے دیوانے ہو رہے ہیں۔ فضا مخمور ہو رہی ہے ہوا میں بھینی بھینی مسرور کن خوشبو بسی ہوئی ہے۔ سورج نے اپنی روشنی حضور اکرم ﷺ کے قدموں میں بچھانی شروع کر دی ہے۔ درخت خوشی سے جھوم رہے ہیں کیونکہ آج کائنات کا دولہا مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرما رہا ہے۔

اے وقت کاش تو تھم جا اور پیچھے کی طرف چلا جا اور ہمیں بھی اُس وقت میں پہنچا دے تا کہ ہم بھی اپنے پیارے خدا کے پیارے حبیب پاک ﷺ کے دیدار کا شرف حاصل کر سکیں۔ ہم بھی آپ علیہ السلام کے استقبال کرنے والوں میں موجود ہو سکیں۔ ہم بھی مدینہ منورہ کی رونق آپ ﷺ کی ہمراہی میں دیکھ سکیں اور آپ کی نعلین کی جوتیاں جس جس زمین کے چپے چپے پر لگتی ہیں اس چپے چپے کے بوسے لے سکیں۔

؎ کدوں میرے گھر پھیرا پاوو گے آقا
عمر میری گلی سجیدیں گزر گئی
آقا دی ڈاچی دا کر کے تصور
کھرے ڈاچیاں دے چمیدیں گزر گئی

آج وہ چودھویں کا چاند مدینہ منورہ میں تشریف لا رہا ہے جسے دیکھ کر سورج بھی شرما رہا ہے۔ جس کے صدقے میں سورج بھی روشنی پاتا ہے۔ ستارے منور ہوتے ہیں۔ آسمان سجایا جاتا ہے۔ زمین پر بہار آتی ہے۔

اور زمین پر ایک شہد کی مکھی بھی مختلف پھولوں سے رس چوس کر جتنی دیر درود پاک نہیں پڑھتی اتنی دیر وہ پھولوں کا رس شہد میں تبدیل نہیں ہوتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ حضور اکرم ﷺ کو پہچانتا ہے۔

القرآن: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ①

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے فرمایا ہے اور رسولِ پاک ﷺ کے لیے فرمایا۔

القرآن: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وہ سب جہان جو جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں۔ ان کو وہ ہی خوب جانتا ہے اور جو جو جہان اُس نے پیدا فرمائے ہیں۔ ان سب کے لیے رحمت حضور نبی کریم ﷺ کو بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے استقبال کے لیے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ وہ سب آپ علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لیے مدینہ منورہ چلنے کے لیے بے تاب ہیں۔ حضور ﷺ کے لیے اونٹنی قصویٰ تیار کھڑی ہے۔ اس پر پالان ڈال دیا گیا ہے اور تقریباً صبح چاشت کا وقت ہو گیا ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ مہربانی فرماتے ہیں اور اونٹنی پر سوار ہونے کے لیے اپنا دایاں پاؤں رکھتے ہوئے (بسم اللہ شریف ڑھ کر دعا پڑھتے ہوئے) اس پر سوار ہو گئے ہیں۔ اچانک فضا اللہ اکبر قد جاء رسول اللہ۔ اللہ اکبر جاء محمد۔ اللہ اکبر جاء محمد۔ اللہ اکبر جاء رسول اللہ کے نعروں سے گونج اُٹھتی ہے۔ آپ ﷺ جدھر جدھر جاتے ہیں۔ جاں نثار ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ مدینہ کے لوگ زرق برق کپڑے پہنے اور اپنے ہتھیار اپنے جسموں پر سجاتے ہوئے آپ ﷺ کے

ساتھ ساتھ چل رہے ہیں اور مکانوں اور ٹیلوں پر عورتیں آپ ﷺ کے استقبال کے لیے کھڑی ہیں۔ جب آپ ﷺ ثنیۃ الوداع ایک پہاڑی چوٹی ٹیلہ جو مکہ مکرمہ کی طرف جانے والے راستے پر واقع ہے جہاں مکے جانے والے لوگوں کو الوداع کہا جاتا پر تشریف لاتے ہیں تو وہاں بچیاں یہ پڑھتی ہیں:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت با لامر المطاع

ثنیۃ الوداع کی چوٹی سے چودھویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا پکارتا ہے ہم پر لازم ہے کہ اس نعمت کا ہم شکر ادا کرتے رہیں۔ اے ہم پر مبعوث ہونے والے نبی علیہ السلام آپ اس طرح ہم پر مبعوث ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔

ایک دفعہ خواب میں مَیں نے دیکھا کہ حضور داتا گنج بخش حضرت عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک سڑک کے ایک کنارے پر واقع ہے۔ اور اُس کے آگے ایک سڑک ہے جس پر سے حضور ﷺ گزرے ہوئے ہیں۔ میں اس سڑک پر خواب میں بیٹھ جاتا ہوں اور اس سڑک کو چومنا شروع کر دیتا ہوں اور مسلسل لگا تار ساتھ ساتھ چومتا جاتا ہوں کہ اس پر میرے نبی ﷺ کے پاؤں کے نشانات ہیں کہ یہ نہ ہو کہ میں ایک جگہ کو چوموں اور پھر تھوڑے وقفے کے بعد چوموں تو اُس وقفے والی جگہ میں ہی شاید نشان نبی ﷺ ہوں۔ تو مسلسل اس سڑک کے ایک ایک انچ کو چوم رہا ہوں۔ اچانک اس سڑک کو پار کر کے ایک جگہ میں پہنچتا ہوں جس کے اندر حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اُس جگہ کی سیڑھیاں بالکل میرے پیر و مرشد حضرت خواجہ گوہر دین رحمۃ اللہ علیہ گجرات جینڈڑ شریف نزد کڑیانوالہ کے مزار مبارک جیسی ہیں۔ میں اُن پر چڑھتا ہوں تو آگے ایک دروازہ ہے۔ جس کے اندر حضور نبی کریم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ میں اُس دروازے کو کھول کر اندر جاتا ہوں تو حضور نبی کریم ﷺ اندر تشریف فرما ہیں اور میں اپنے پیر و مرشد کے روضے میں حضور علیہ السلام کی زیارت کرتا ہوں۔

اِستقبال اور خطبہ

حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ مبارک کی طرف چلے تو ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں کا جم غفیر چلا۔

سرکارِ دوعالم ﷺ دوپہر کے وقت بنی سالم بن عمرو بن عوف میں پہنچے۔ کیونکہ لوگوں کے جم غفیر کی وجہ سے آپ بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ اس وقت دوپہر ڈھلنے لگ گئی تھی اور نماز جمعہ کا وقت ہو گیا تھا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ اپنی اونٹنی سے نیچے تشریف لائے اور وہیں ایک کھلے میدان میں جہاں کھجوریں خشک کی جاتی تھیں۔ نماز جمعہ ادا فرمانے کے لیے لوگوں کو صفیں درست کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پل بھر میں لوگوں نے صفیں درست کر لیں۔ آقا دو جہاں ﷺ نے یہاں مدینہ طیبہ میں سب


سے پہلے آزاد ماحول میں ایک جم غفیر کو نماز جمعہ ادا فرمانے کے لیے خطبہ ارشاد فرمایا۔آپ نے فرمایا:

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں مَیں اُسی سے مدد مانگتا ہوں اُسی سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اُسی سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں۔اُسی پر ایمان لے آیا ہوں اور اُس کے ساتھ کفر نہیں کرتا۔جو اُس کے ساتھ کفر کرتا ہے میں اُس کا دشمن ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو وحدہٗ لا شریک ہے۔بیشک میں محمد (ﷺ) اُس کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے اور نور اور موعظت کے ساتھ اُس وقت بھیجا ہے۔جب کافی مدت سے رسولوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا جبکہ علم بہت قلیل ہو چکا تھا اور لوگ گمراہ ہو رہے تھے اور اس وقت زمانہ ختم ہونے والا ہے اور قیامت قریب آ گئی ہے اور موت کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کی نافرمانی کرتا ہے تو وہی حد سے نکلا ہوا گمراہی میں دور نکل گیا ہے۔اور میں وصیت کرتا ہوں کہ تم سب اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔کیوں کہ بہترین وصیت جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کرتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اُسے اپنی آخرت بہتر کرنے کے لیے برانگیختہ کرے اور اُسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دے اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرتے رہو کیوں کہ اس سے بہتر کوئی نصیحت کوئی یاد دہانی نہیں اور یہی تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اور خوفزدہ ہو کر نیک عمل کرتا ہے۔اور یہی سچی مدد ہے۔اُس چیز پر جس کی تم خواہش رکھتے ہو قیامت کے دن کے لیے۔

اور جو شخص اپنے باطنی اور ظاہری معاملات کی اصلاح کرتا ہے جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں اور وہ بجز اللہ تعالیٰ کی رضا کے ارادہ نہیں کرتا ہے تو یہ بات دنیا میں اُس کے ذکر کو بلند کر دے گی۔اور موت کے بعد اس کے لیے سرمایہ ہوگی۔جب انسان اپنے اعمالِ حسنہ جو اس نے آگے بھیجے ہوئے ہیں کا محتاج ہوگا اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ہے۔قیامت کو اس کے اور ان چیزوں کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بہت مہربان ہے تو جس شخص نے اپنی بات کو سچا کر دکھایا اور اپنے وعدے کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ ''میرے نزدیک میرا قول نہیں بدلتا ہے اور میں اپنے بندوں کے ساتھ ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔''

اور پوشیدہ اور اعلانیہ اپنے کاموں جو ہو رہے ہیں اور جو ہوں گے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔کیوں کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا اور جو اللہ

تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا۔ تو وہی عظیم کامیابی حاصل کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اُس کے غضب اور اُس کے عذاب اور اُس کی ناراضگی سے بچاتا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کا خوف چہرے کو روشن کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے اور اِس کے درجوں کو بلند کرتا ہے۔ اپنا حصہ لے لو اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوتاہی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی کتاب سکھا دی ہے اور اپنا راستہ واضح کر دیا ہے۔ تاکہ وہ سچے اور جھوٹے لوگوں کو جان لے اور تم بھی بھلائی کرو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ احسان فرمایا ہے اور اس کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا حق ادا کرتے رہو۔ کیوں کہ اُس نے تم کو چُنا ہے اور اُسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہو جس نے ہلاک ہونا ہے۔ دلیل سے اور زندہ رہے جس نے زندہ رہنا ہے دلیل سے اور کوئی قوت بھی اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہے پس کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو اور موت کے بعد زندگی کے لیے عمل کیا کرو۔ پس جو شخص اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اپنا معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے اور لوگوں کے درمیان اُس کا معاملہ خود درست فرما دیتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر اپنی مرضی نافذ کر سکتا ہے اور لوگ اُس پر اپنی مرضی نافذ نہیں کر سکتے ہیں وہ لوگوں کے تمام احوال کا مالک ہے اور لوگ اُس کے مالک نہیں بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اور کوئی بھی قوت سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ بہت اعلیٰ اور بڑی عظمت والا ہے۔'' (سیرت ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۹، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۱۱۸)

یہ جگہ جہاں حضور اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے نماز جمعہ ادا فرمائی تھی یہاں بعد میں مسجد بنا دی گئی۔ جس کا نام ''مسجد غبیب'' رکھا گیا۔

قصویٰ اونٹنی

اس کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پھر دوبارہ اپنی ناقہ ''قصویٰ'' پر سوار ہوئے۔ تو قبیلہ بنی سالم کے چند حضرات حضرت عتبان بن مالک اور حضرت عباس بن نضلہ کی قیادت میں حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے:

''یارسول اللہ ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ ہمارے قبیلہ کی تعداد بھی کافی ہے اور ہمارے پاس ساز و سامان اسلحہ بھی وافر ہے اور ہم حضور ﷺ کے دفاع کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔''

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

خلو سبیلها فانها مامورة۔

میری اونٹنی کا راستہ خالی کر دو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔

سب نے اپنے سر جھکا لیے اور اونٹنی کا راستہ خالی کر دیا۔

جب اونٹنی بنی بیاضہ کے محلہ میں پہنچی تو زیاد بن ولید اور فروہ بن عمرو اپنے قبیلہ کے چند لوگوں کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے۔ جو عرض پہلے لوگوں نے کی تھی۔ وہی کہا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں بھی فرمایا:

خلو سبیلها فانها مامورة۔

یہ لوگ بھی سر تسلیم خم کر کے بہت ادب سے پیچھے چلے گئے۔

اس کے بعد یہ جلوس بنی ساعدہ میں پہنچا۔ یہاں سعد بن عبادہ اور مندر بن عمرو بھی اپنے لوگوں کی ہمراہی میں پہنچے اور اپنے ہاں قیام کی نسبت عرض کی۔ آپ ﷺ نے ان کو بھی یہی جواب عطا فرمایا: یہ لوگ بھی ادب سے خاموش ہو گئے۔

اِسی طرح اونٹنی بنی خزرج سے ہو کر بنی عدی بن نجار میں پہنچی۔ یہ لوگ حضور ﷺ کے ماموں تھے۔ کیوں کہ سلمہ بنت عمرو حضرت عبدالمطلب کی ماں اِن لوگوں میں سے ہی تھی۔ ان لوگوں نے بھی یہی عرض کیا اور آقا علیہ السلام نے انہیں بھی یہی جواب عطا فرمایا۔ یہ لوگ بھی نہایت ادب سے پیچھے ہٹ گئے۔ یہاں تک کہ اونٹنی بنی مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچی۔ تو جس جگہ مسجد نبوی کا دروازہ ہے۔ وہاں بیٹھ گئی۔ یہ ایک کھلا میدان تھا جو بنی نجار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل جو عمرو کے بیٹے تھے کا تھا۔ یہاں لوگ کھجوریں خشک کیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اونٹنی سے نیچے نہیں اُترے۔ تھوڑی دیر بعد اونٹنی پھر کھڑی ہو کر چل دی پھر یہ خود بخود ہی واپس مڑی پھر یہ پہلے والی جگہ پر پہنچی اور کھڑی ہو گئی۔ پھر ایک جھرجھری لی اور پھر بیٹھ کر اپنی گردن زمین پر ڈال دی۔ (سیرت ابن ہشام، جلد دوم، صفحہ ۱۱۲-۱۱۴)

آقا علیہ السلام اونٹنی سے نیچے تشریف لائے اور حضور ﷺ نے قرآن پاک کی تلاوت چار مرتبہ فرمائی:

القرآن: وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ: اور آپ فرمائیں کہ اے رب مجھے بابرکت منزل پر اتار اور تو ہی سب سے بہتر اُتارنے والا ہے۔

تھوڑی دیر حضور علیہ السلام پر نزول وحی کی کیفیت طاری رہی پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہی انشاء اللہ ہماری قیام گاہ ہے۔

یہاں سب سے قریب حضرت ابو ایوب انصاری کا گھر تھا۔

بنی نجار کی بچیاں دوڑتی ہوئی آ گئیں اور کہنے لگیں:

نحن جوار بنی نجار۔

ہم بنو نجار کی بچیاں ہیں۔ یا محمد (ﷺ فداك امی و ابی) آپ کتنے بہترین پڑوسی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان بچیوں سے پوچھا: "اَتُحِبِّيْنَنِيْ" کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ قُلْنَ نَعَمْ۔ ہاں بے شک یارسول اللہ ﷺ ہم محبت کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: و انا واللہ احبکن۔ و انا واللہ احبکن۔ و انا واللہ احبکن۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ بخدا میں بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور مسجد نبوی کے لیے جگہ

یہاں سامنے حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا۔ انہوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ کا سارا سامان اٹھایا اور اپنے گھر لے گئے۔

حضرت ابوایوب انصاری آپ کتنے خوش قسمت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بڑے بڑے کشادہ مکانوں اور حویلیوں کو چھوڑ کر آپ کا آشیانہ پسند کیا۔ آپ کی جھولی میں اللہ تعالیٰ نے کل کائنات کی نعمتیں بھیج دیں۔

قصوا اُونٹنی کے بیٹھنے کی جگہ جو کھلی زمین تھی وہ سہل اور سہیل دو یتیم بچوں کی تھی اور ان کے کفیل معاذ بن عفرا تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ان سے اس قطعہ زمین کو خریدنے کے لیے کہا۔ انہوں نے ان بچوں سہل اور سہیل سے پوچھ کر اس قطعہ زمین کو سرکارِ دوعالم ﷺ کے ہاتھ بیچ دیا۔ اور سرکار دوعالم ﷺ نے یہ جگہ مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے مخصوص فرمائی۔

حضرت ابوایوب انصاری نے سرکارِ دوعالم ﷺ کو مکان کے اوپر والے حصے میں رہنے کی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ لوگ میرے پاس آتے رہتے ہیں۔ اس لیے مجھے نیچے ہی آسانی ہے۔ حضرت ابوایوب انصاری نے اوپر کے حصے میں رہنا شروع کر دیا۔ لوگوں کا حضرت ابوایوب انصاری کے گھر تانتا بندھا رہتا تھا۔ اور لوگ صبح و شام آپ کے لیے کھانا لے کر حاضر ہوتے تھے۔ (سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۲۷۸)

حضرت ابوایوب انصاری بھی جو ہوسکتا آپ ﷺ کی خدمت میں پیش فرماتے اور جو سالن آپ کا بچا ہوا ہوتا وہ اور ان کے گھر والے بعد میں آپ کی انگلیوں کے نشانات کی جگہ سے کھاتے۔ ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاری نے آپ علیہ السلام کے کھانے میں پیاز ڈال دی۔ تو سالن یونہی واپس آ گیا اور اس میں آپ ﷺ کی انگلیوں کے نشانات نہیں تھے۔ حضرت ابوایوب انصاری دوڑے ہوئے آپ ﷺ کے پاس آئے اور بڑی بے تابی سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کی انگلیوں کے نشانات آج میں نے سالن میں نہیں دیکھے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے پیاز کی بو کی وجہ سے اِس کو نہیں کھایا ہے۔ کیونکہ میں فرشتوں سے کلام کرتا ہوں۔ تم لوگ اسے کھاؤ۔ کیونکہ فرشتے پیاز اور لہسن کی بو کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاری یا اُن کے گھر کا کوئی فرد اوپر رکھے ہوئے مٹی کے پانی کے گھڑے سے پانی انڈیل رہا تھا تو وہ ٹوٹ گیا اور اس سے سارا پانی بہہ گیا۔ حضرت ابوایوب انصاری اور ان کے گھر والوں نے وہی اکیلا لحاف جو وہ اوڑھتے تھے۔ فوراً اُس پانی کے اوپر ڈال دیا۔ تاکہ وہ نیچے آپ ﷺ پر نہ ٹپکے۔

پھر بار بار حضرت ابوایوب انصاری سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کرتے رہتے کہ حضور آپ علیہ السلام اوپر تشریف لے جائیں ہم بے ادبی سمجھتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بے ادبی نہیں ہے۔

لیکن پھر بھی آپ کے بار بار اصرار سے حضور ﷺ اوپر کے حصے میں تشریف لے آئے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اپنے کنبے سمیت نیچے رہنے لگے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کے کھانے میں ہر روز پانچ سے سولہ افراد شریک ہوتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت اقدس میں سب سے پہلے جو اپنی ماں کی طرف سے تحفہ پیش کیا۔ وہ ثرید تھا۔ جو گندم کے آٹے گھی اور دودھ سے تیار کیا تھا۔ آپ نے عرض کی حضور علیہ السلام یہ میری ماں نے آپ علیہ السلام کے لیے بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بارك الله فیها۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے۔ حضور ﷺ نے اپنے اصحاب کو بلایا اور سب نے مل کر کھایا۔

تھوڑی دیر بعد سعد بن عبادہ کی طرف سے ان کا غلام بھی ثرید سے بھرا ہوا پیالہ جس میں گوشت کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں لے کر حاضر ہو گیا۔ ہر رات تین چار آدمی رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھانا لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ پھر انہوں نے آپس میں باریاں مقرر کر لیں۔

حضور اکرم ﷺ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تقریباً سات ماہ رہے۔

حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ سرکار دوعالم ﷺ نے کسی کھانے میں کبھی کوئی نقص نہیں نکالا تھا۔ البتہ آپ شوربے والا کھانا پسند فرماتے تھے۔ اس لیے ہم اکثر آپ کے لیے شوربے والا کھانا بناتے تھے۔

درد وفراق کے مارے لوگ

اُو خون ریز طبیبو تُسی دسو میرے شاہ سلطان نوں ویکھیا جے
اُو ڈھنگ پھڑنگیو راہوتسی دَسو میری جند جان نوں کدھرے وکھیا جے

مکہ مکرمہ میں رہ جانے والے یہ وہ لوگ تھے کہ حضور ﷺ کے فراق و ہجر میں جن کی دنیا تاریک ہو گئی تھی۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے آپ کو یاد کرتے رہتے تھے۔ اُن کا دل چاہتا تھا کہ اُڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ کیونکہ دردوں کے مارے لوگوں کا درماں تو اَب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گیا تھا۔ اَب ان کے آنسوؤں کو کون پونچھتا کون ان کے زخموں پر مرہم رکھتا۔ کون ان کو دلاسا دیتا۔

اِن لوگوں میں جندع بن ضمرہ اور دوسرے قبیلہ خزاعہ کے ضمرہ بن عیص تھے۔ باوجود بہت زیادہ بیمار و نحیف ہونے کے ان لوگوں نے اپنے وارثوں سے کہا کہ ہماری چارپائی اُٹھا لیں اور سوئے جاناں لے چلیں۔ لیکن اول الذکر مکہ سے صرف دس میل کی مسافت پر اپنے رب کریم سے جا ملے اور دوسرے تنعیم کے مقام پر مکہ سے صرف تین چار میل کی مسافت پر اپنے محبوب کی جدائی برداشت نہ کر سکے اور اپنی جان کی امانت اپنے رب کے سپرد کر کے پرسکون ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ان لوگوں کے بارے میں قرآن پاک کی سورت نازل ہوئی۔ 

مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ

ترجمہ: جو شخص اپنے گھر سے نکلتا ہے تاکہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے جائے پھر اگر راستہ میں اُس کو موت آلے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واجب ہو جاتا ہے۔

مہاجرین کی جائیدادوں پر کفار مکہ کا قبضہ

کفار نے بنو مظعون بن جمع اور بنو جحش بن راب جو بنو اُمیہ کے حلیف تھے بنی سعد بن لیث کا قبیلہ بنو بکید جو بنو عدی بن کعب کے حلیف تھے۔ یہ بھی اپنے شاندار مکانات وحویلیوں سے نکل آئے تھے۔ کفار نے ان کے مکانات پر قبضہ کر لیا۔ بنو جحش بن راب کے مکان پر ابو سفیان نے قبضہ کر کے اس کو عمرو بن علضم کے ہاتھ فروخت کیا۔ اور اپنا قرضہ اتارا۔ جب ان کو مدینہ منورہ میں پتہ چلا تو انہوں نے بارگاہِ نبوی میں شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا تجھے یہ بات پسند نہیں اے عبداللہ کہ اس مکان کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تجھے جنت میں اس سے بہتر مکان عطا فرمائے انہوں نے عرض کیا: بے شک۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ مکان تجھے دے دیا گیا۔"

جب مکہ فتح ہوا تو ان کے خاندان کے ایک فرد ابو احمد نے اپنے مکان کی واپسی کے لیے حضور ﷺ سے عرض کیا تو حضور ﷺ جواب میں خاموش رہے۔

مدینہ منورہ کی فضیلت

حضور اکرم ﷺ کی آمد سے ایک ہزار سال پہلے تُبع کے بادشاہ کا یہاں سے گزر ہوا۔ اس کے ساتھ یہودی علما بھی تھے۔ اُنہوں نے اس جگہ کا ذکر اپنی کتابوں میں پڑھا کہ یہاں آخری نبی ﷺ مبعوث ہوں گے۔ انہوں نے یہاں سے جانے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو جب پتہ چلا کہ یہاں آخری نبی ﷺ مبعوث ہوں گے تو اس نے آپ ﷺ کے لیے ایک عریضہ لکھا۔ اور اس کو سر بمہر کر کے اپنی آنے والی نسلوں کو اس عریضہ کو حضور ﷺ تک پہنچانے کی وصیت کی اور اُن چار سو عالموں کو یہاں بسانے کے لیے چار سو مکانات تعمیر کرنے کا کہا۔ یہ عریضہ ہجرت کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ اُس بادشاہ نے لکھا تھا کہ "میں اے اللہ کے رسول ﷺ آپ علیہ السلام پر اور آپ ﷺ کی کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔ میں نے حضور کا دین قبول کیا ہے۔ آپ کی سنت پر عمل کروں گا۔ اور آپ ﷺ کے رب جو کائنات کا پروردگار ہے، پر ایمان لایا ہوں جو احکامِ شریعت آپ اللہ کی طرف سے لے آئیں گے۔ ان پر محکم یقین رکھتا ہوں۔ اگر مجھے حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو جائے تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ ورنہ حضور قیامت کے روز میری شفاعت فرمائیے۔ مجھے فراموش نہ

کیجیے۔ میں حضور ﷺ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں جو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے آپ پر ایمان لائے ہیں۔ تبع ؒ

ہجرت کے موقع پر حضرت ابولیلی رضی اللہ عنہ نے آپ کو یہ خط پہنچایا۔ آپ ﷺ نے اس کو دیکھتے ہی فرمایا: کیا تو ابولیلی ہے۔ وہ حیران ہوگیا۔ کہنے لگا: آپ ﷺ کو کس نے میرا نام بتایا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تبع اول کا خط دو! وہ اور حیران ہو کر کہنے لگا۔ آپ ﷺ کو کس نے خط کا بتایا۔ کیا آپ ﷺ جادوگر ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ہوں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس خط کو حضور ﷺ کو پڑھ کر سنایا۔ آپ علیہ السلام نے سن کر تین مرتبہ فرمایا:

مرحبا یا اخ الصالح۔

میں اپنے نیک بھائی کو مرحبا کہتا ہوں۔

ان یہودی علماء کے آباد ہونے کے بعد یہاں اوس وخزرج قبیلہ کے لوگ آ کر آباد ہوئے۔ یہ یہاں یمن سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ یہ تفصیل آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں۔

تبدیلی نام

حضور نبی کریم ﷺ کی یہاں آمد سے پہلے یہاں وبائیں پھوٹتی تھیں۔ پانی خوش ذائقہ نہ تھا۔ اس لیے اس کا نام یثرب پڑا۔ یعنی فساد کی سرزمین۔ آپ ﷺ کی آمد کے ساتھ ہی اس سرزمین کی حالت بدل گئی۔ یہاں سے وبائیں آپ کی برکت سے دور چلی گئیں۔ آپ ﷺ نے اس کا نام مدینہ رکھ دیا اور فرمایا کہ ''اَب اس کو یثرب نہ کہا کرو۔'' فرمایا:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ: ''لا تدعوھا یثرب فانھا طیبۃ۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مدینہ کو یثرب کہے اُسے چاہیے کہ اپنی غلطی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ تو طابہ ہے۔ طابہ ہے۔''

علماء نے اس کے پچانوے نام بتائے ہیں۔ جن میں الحبیبہ، حرم رسول اللہ، قبۃ اسلام، الشافیہ طابہ، طیبہ، العاصمہ، الغراء، المبارکہ، المجبہ، المحبوبہ، المدینہ ہیں۔ (سبل الھدیٰ جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

حضور ﷺ کو اِس شہر سے بے پایاں محبت تھی۔ آپ ﷺ فرماتے ''یا اللہ اس شہر کو ہمارے لیے قرار گاہ بنا دے اور ہمیں خوبصورت رزق عطا فرما۔'' (ضیاء النبی حصہ سوم صفحہ ۱۳۶)

یاد مکۃ المکرمہ

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں حضور ﷺ سے اجازت لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو ایک ہی مکان میں رہتے تھے کی عیادت کے لیے گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ شدید

قسم کے بخار میں مبتلا ہیں۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ کیا حال ہے تو فرمانے لگے کہ ''ہر آدمی اپنے اہلِ خانہ کے پاس صبح کرتا ہے اور اُس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ اُس کی موت اُس کے نزدیک ہے۔''

پھر ان پر غشی طاری ہوگئی۔ پھر میں نے عامر بن فہیرہ سے پوچھا کیا حال ہے۔ وہ فرمانے لگے کہ ''میں نے موت کو چکھنے سے پہلے ہی موت کو پالیا۔ بزدل کی موت اس کے اوپر سے آتی ہے۔ ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق کوشش کرتا ہے اور بیل اپنے سینگ سے اپنی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔'' میں نے کہا کہ عامر بھی بے ہوشی میں بول رہے ہیں۔ پھر میں حضرت بلال کے پاس گئی۔ وہ کہنے لگے ''کہ اے کاش میں کبھی وادی میں رات بسر کروں گا اور میرے اردگرد ازفر اور جلیل کے خوشبودار گھاس ہوں گے۔ کیا میں کبھی مجنہ کے چشمہ پر وارد ہوں گا اور کیا میں ایسی جگہ اُتروں گا جہاں سے شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں نظر آئیں گی۔''

محبت مدینہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے سارا ماجرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لیے اس طرح محبوب فرمادے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لیے محبوب فرمایا تھا۔ بلکہ اِس سے بھی زیادہ اور اس کی آب وہوا کو صحت بخش بنادے اور ہمیں اس کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما اور اس کی وبا کو جحفہ کی طرف منتقل کردے۔'' (صحیحین)

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''میں نے ایک سیاہ رنگت والی بکھرے بالوں والی عورت کو خواب میں دیکھا کہ وہ مدینہ سے نکل کر معبد میں جا اُتری۔ میں نے کہا کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ مدینہ کی وبا جحفہ میں منتقل کردی گئی۔''

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اے اللہ جو برکت تو نے مکہ کو دی ہے اس سے دوگنی برکت مدینہ کو دے دے۔'' (سبل الہدیٰ جلد سوم، صفحہ ۴۴۸، ۴۴۹)

اور حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں اور اس کے پیمانوں اور وزنوں کے لیے برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا فرمائی اور سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''اے اللہ تیرے بندے اور تیرے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی اور میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہلِ مدینہ کے لیے دعا کرتا ہوں کہ تو ان کے پیمانوں اور وزنوں میں برکت عطا فرما۔ جس قدر برکت تو نے اہلِ مکہ کو عطا فرمائی اور اس برکت کے ساتھ مزید دو برکتوں کا اضافہ فرما۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی نگہبانی کرتے ہیں نہ ان میں طاعون داخل ہوگی اور نہ دجال۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس کے لیے ممکن ہو کہ مدینہ کے سوا کسی جگہ نہ مرے تو اسے ایسا کرنا چاہیے کیوں کہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا اس کی شفاعت کی جائے گی اور اس کے ایمان کی گواہی دی جائے گی۔''

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اہلِ مدینہ کو از راہِ ظلم خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ کرے گا۔ اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی پھٹکار ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے دن نہ عذاب پھیرے گا اور نہ کوئی معاوضہ قبول کرے گا۔''

معقل بن یسار کی روایت میں حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اس میں میرا مزار ہوگا یہیں سے میں قیامت کے دن اُٹھوں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کریں جب تک کہ وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب نہ ہوں۔ جو شخص اِن کی حفاظت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا۔ اس کو دوزخیوں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔'' (سبل الہدیٰ جلد سوم صفحہ ۴۴۶)

کیوں کہ سب عیسائیوں یہودیوں وغیرہ نے اپنے کیلنڈر بنائے ہوئے تھے۔ اس لیے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت بلائی اور سب نے مل کر مشورہ کیا کہ مسلمانوں کے لیے حضور نبی کریم ﷺ کی سن ہجرت سے ''سال ہجری'' کا آغاز کر دیا جائے۔

کوئی بھی سلیم الطبع شخص یہ جانتا ہے کہ دن کا آغاز صبح صادق کے وقت سے ہوتا ہے نہ کہ رات بارہ بجے کے بعد سے۔ مسجد نبوی شریف اور حرم مکہ میں مسلمانوں کا اپنا وقت، انگریز کے وقت کے علاوہ ہے۔ کیونکہ جب جمعہ کا دن آتا ہے یا چاند رات آتی ہے یا رمضان کا آغاز ہوتا ہے تو سورج ڈوبنے کے ساتھ ہی اس رات کا پہلے آغاز ہوتا ہے اور دن بعد میں آتا ہے اور یہی نیچر ہے، یعنی قدرت ہے۔

سال اول ہجری

حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں نزول فرمانے کے بعد سب سے پہلے یہاں پر جہاں اونٹنی بیٹھی تھی کی زمین دو یتیم بچوں سے خرید کر قیمت ادا فرما کر وہاں مسجد کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے یہ زمین بلا معاوضہ دینا چاہی۔ لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور یہ سونے کے دس دیناروں میں اس کا سودا طے ہوا۔ اور یہ رقم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے ادا کی۔

یہاں میدان میں مسلمان پہلے نماز ادا کرتے تھے اس میں گڑھے وغیرہ بھی تھے۔ اور ایک طرف چند مشرکین کی قبریں بھی تھیں۔ گڑھوں کو بھر دیا گیا کھجوروں کے درخت کاٹ دیے گئے اور مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ کر ان کی ہڈیاں دور ایک

گڑھے میں پھینک دی گئیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق آپ علیہ السلام کے لیے بھی یہاں ایک موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کے مطابق چھپر تعمیر فرما دیا گیا کہ جب آپ ﷺ ہاتھ بلند فرماتے تو اس کی چھت سے جا لگتا تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے خود بنفس نفیس اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ ایک آدمی جو حضر موت کا تھا جس کا نام طلق بن علی تھا۔ اس نے مٹی کو گوندھا تو آقا علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو جس کام کو کرتا ہے بڑی حسن وخوبی سے کرتا ہے۔'' اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اس حنفی کو گارا ہی بنانے دو کیونکہ یہ کام وہ تم سب سے زیادہ عمدگی سے کر رہا ہے۔''

جب گارا تیار ہو گیا تو اینٹیں اور پتھر ایک جگہ جمع کیے گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے اوپر لی ہوئی چادر مبارک اُتار دی اور اینٹیں اٹھا کر لانے لگے۔ جب مہاجرین اور انصار نے رسول اللہ ﷺ کو اینٹیں اٹھاتے دیکھا تو فوراً بول اٹھے کہ ''اگر ہم بیٹھے رہیں اور حضور نبی کریم ﷺ کام کرتے رہیں تو ہمارا یہ فعل گمراہ کن ہوگا۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لا عیش الا عیش الاخر اللھم ارحم الانصار والمھاجر۔

''کوئی عیش نہیں مگر آخرت کی عیش۔ اے اللہ انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

صحابہ پاک بھی کام کرتے جاتے اور یہی شعر پڑھتے جاتے۔ حضرت عمار دو دو اینٹیں اٹھا کر لا رہے تھے ایک اپنے حصے اور ایک آقا دو جہاں ﷺ کے حصے کی۔ ایک دفعہ اُن پر صحابہ نے زیادہ اینٹیں لاد دیں۔ راستے میں نبی کریم ﷺ ملے تو فرمایا حضور آپ کے صحابہ تو مجھے قتل کرنے کے درپے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے سمیہ کے بیٹے، لوگوں کو ایک اجر ملے گا اور تمہیں دو اجر ملیں گے۔ اور یہ لوگ تجھے قتل نہیں کریں گے بلکہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور تمہارا آخری زاد دودھ ہوگا۔''

پہلی بار مسجد نبوی ﷺ کچی اینٹوں سے تیار کی گئی۔ اس کے ستون کھجور کے اور اس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب عمارت بوسیدہ ہو گئی تو آپ نے اسی رقبہ میں اسی سامان سے نئی عمارت بنا دی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں اس کی جگہ میں اضافہ فرمایا لیکن میٹریل سامان وہی رہنے دیا۔ لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں پتھروں کو باقاعدہ تراش کر ان کو چونے سے چُن دیا اور چھت ساگوان کی ڈالی اور پتھروں پر نقش ونگار بنائے۔ (سیرت ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۳۰۵)

حضور اکرم ﷺ نے مسجد کے ساتھ کی زمین مسجد کو بڑا کرنے کے لیے ایک انصاری سے مانگی اور اس کے بدلے میں جنت کی زمین کا کہا۔ لیکن اس نے اپنی تنگ دستی اور عیال داری کا کہا۔ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ زمین اُس سے دس ہزار درہم میں خرید کر حضور نبی کریم ﷺ کو جنت میں محل کے بدلے میں دے دی۔

مسجد نبوی میں پہلا خطبہ

جب مسجد تیار ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے جو مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمایا:

''لوگو مرنے سے پہلے سامان سفر اختیار کرلو۔ اللہ کی قسم ایک روز تم پر موت کی بے ہوشی ضروری طاری ہو گی اور تم اپنی بھیڑوں کو بغیر کسی نگہبان کے چھوڑ کر چلے جاؤ گے۔ پھر اللہ سوال کرے گا۔ وہ اللہ جس کو نہ کسی ترجمان کی ضرورت ہے اور نہ کسی دربان کی کہ کیا تمہارے پاس میرا رسول نہیں آیا تھا جس نے میرا پیغام تم تک پہنچایا اور کیا میں نے تم کو مال و دولت سے نہیں نوازا تھا۔ پس اب تم بتاؤ کہ تم نے اپنے فائدہ کے لیے کیا کچھ کیا ہے؟ اس وقت انسان حیران و پریشان اپنے دائیں بائیں دیکھے گا لیکن اسے کچھ سجھائی نہیں دے گا۔ پھر وہ سامنے دیکھے گا تو اسے دوزخ کے شعلوں کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ جان لو کہ جو شخص دوزخ سے بچنا چاہتا ہے اور وہ کھجور کا ایک ٹکڑا دینے کی طاقت ہی رکھتا ہے تو وہی دے کر اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے اور جو اس کی بھی گنجائش نہ رکھتا ہو تو وہ لوگوں سے اچھی بات کہہ کر ہی اپنے آپ کو دوزخ سے محفوظ کرے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دیا جائے گا۔''

اور ایک دوسری جگہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں میں اُسی کی تعریف کرتا ہوں اور اُسی سے مدد چاہتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں نفس کی شرارتوں اور بُرے اعمال سے۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اُسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے اللہ تعالیٰ راستے سے بھٹکا رہنے دے اُسے کوئی سیدھی راہ دکھانے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ سب سے اچھا کلام اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُتارا اور وہ اس کے ذہن نشین ہوگئی اور جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر کے بعد دین اسلام میں داخل کر دیا اور جس نے اس کتاب کو لوگوں کی (بیہودہ) باتیں چھوڑ کر اپنا راہنما قرار دیا۔ وہ شخص ضرور کامیاب و بامراد اور نجات یافتہ ہوگیا۔ اللہ کی کتاب بہترین اور سچی کتاب ہے۔ تم ان چیزوں کو اپنا محبوب بناؤ جن کو اللہ نے پسند کیا۔ تم دل سے اللہ کی محبت اختیار کرو۔ اللہ کی یاد اور اس کے کلام سے مت تھکو۔ اور اپنے دلوں کو بھول اور غفلت میں پڑھ کر مت سیاہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے زیادہ جو بھی اس نے پیدا کی ہیں اور سب نیک باتوں سب حلال و حرام یا بہترین عبادتوں میں سے سب سے اچھا نیک اور برگزیدہ اعمال میں سے اپنے ذکر کو افضل قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور جہاں تک ہو سکے اس سے ڈرتے

رہو اور جو بات اچھی منہ سے نکالو۔ وہ اللہ کے سامنے پوری کر دکھاؤ اور اللہ کے فضل سے باہم ایک دوسرے کے دوست و مددگار بن جاؤ۔ اللہ اُس سے بہت ناراض ہوتا ہے جو اپنے وعدہ کو پورا نہ کرے۔ تم سب پر (اللہ کی طرف) سے امن وسلامتی ہو۔'' (سبل الہدیٰ جلد سوم صفحہ ۴۹۰، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

حُجروں کی تعمیر

مسجد نبوی کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے لیے حجرہ تعمیر فرمایا۔ سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال تو مکہ مکرمہ میں ہوگیا تھا۔ اس کے بعد آقا علیہ السلام نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی تھی۔

پھر ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن سے مکہ مکرمہ میں ہی نکاح ہوگیا تھا۔ شادی فرمائی اور ایک اور حجرہ تعمیر فرمایا۔

اسی طرح ضرورت پڑنے پر آہستہ آہستہ نو ہجرے مبارک تعمیر فرمائے جو مسجد نبوی کے ارد گرد تھے اور ان کی اونچائی زیادہ نہ تھی اور یہ ایسے سامان سے تیار کیے گئے تھے جو زیادہ دیرپا نہ تھا۔

یہ ہجرات ازواجِ مطہرات بالکل سادہ سے تعمیر ہوئے تھے کچھ کی دیواریں پتھر رکھ کر بنا دی گئیں کچھ دیواروں میں کھجور کی ٹہنیاں رکھ کر اوپر سے مٹی کو لیپ دیا گیا۔ ان کی چھتوں پر کھجور کے تنے کو رکھ کر بطور شہتیر استعمال کیا گیا۔ اور اوپر کھجور کی ٹہنیاں وغیرہ رکھ کر اوپر مٹی سے لیپ کر دیا گیا۔

لمحہ فکریہ

یہ تھی حضور آقا دو جہاں سرکارِ کائنات، سرورِ کون و مکان ﷺ کی اس دنیا کی عارضی رہائش گاہ جن کو آپ ﷺ نے اپنے لیے پسند فرمایا۔ جہاں آپ ﷺ نے شب و روز گزارے۔ یہ تھے وہ ہجراتِ مطہرات جہاں جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی وحی لے کر تشریف لاتے تھے۔ نہ آپ ﷺ نے بڑی حویلیوں کو پسند فرمایا۔ نہ آپ ﷺ نے اپنے لیے بڑے بڑے محلات کو پسند فرمایا۔ یہ تھی آپ ﷺ کی سادگی اور یہ تھی آپ ﷺ کی سادہ طرزِ زندگی۔

یہ ہم لوگوں کے نفسوں کی شرارتیں ہیں اور ہمارے نفسوں کا ہم کو طول امل کا دلاسا ہے کہ یہاں شاید ہم ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اتنا اتنا پیسہ اپنے مکانات، حویلیوں اور محلات پر لگا دیتے ہیں اور کوئی بہن بھائی چاہے بھوکا مر رہا ہو، اس کی طرف خیال نہیں کرتے ہیں۔

ہم لوگ اپنے لیے مال و دولت اکٹھی کر کر کے اتنی اکٹھی کرتے رہتے ہیں کہ اپنے خدا عزوجل کو بھول جاتے ہیں۔ اپنے رسول ﷺ کو بھول جاتے ہیں۔ اپنے دین کو بھول جاتے ہیں۔ اپنی زندگی کے مقصد کو بھول جاتے ہیں۔ بلکہ خود اپنے

آپ کو بھی بھول جاتے ہیں۔ ہم یہ مال نہیں اکٹھا کرتے بلکہ اپنے لیے دوزخ کا سامان اکٹھا کرتے ہیں۔

ہم لوگ اپنے لیے حضور ﷺ کی آسان سنتیں تو اپنا لیتے ہیں اور منبروں پر بیٹھ کر لوگوں کو تو درس دے لیتے ہیں لیکن جب خود اس چیز کو اپنانا پڑے تو نفس تنگ ہوتا ہے لیکن کیا یہ سنت نہیں ہے۔ جو امام عالی مقام سید امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنائی تھی کہ ایک سائل مانگنے کے لیے آیا تو اندر تشریف لے گئے اور اندر سے سونے کی بھری ہوئی دس ہزار اشرفیوں کی تھیلی لیے روتے ہوئے تشریف لائے اور اس سائل کو دے دی۔ وہ عرض کرنے لگا کہ اے رسول اللہ ﷺ کے بیٹے، مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ آپ رو کیوں رہے ہیں۔ آپ فرمانے لگے کہ میں اس بات پر رو رہا ہوں کہ تمہاری حالت کا مجھے پہلے کیوں نہ پتہ چل گیا اور تجھے سوال کی کیوں زحمت اٹھانا پڑی۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور دونوں شہزادے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہما سب روزے سے تھے اور روزہ افطار کے وقت دروازے پر ایک سائل نے صدا لگائی کیا کوئی ایک مسکین کو کھانا کھلائے گا اور ایک ہی روٹی جس کو سب نے کھانا تھا اٹھا کر مسکین کو دے دی۔ اور پانی سے روزہ افطار کر لیا، دوسرے دن پھر روزہ رکھا اور افطار کے وقت پھر ایک روٹی ہی میسر آئی روزہ کھولتے وقت پھر سائل نے آواز دی کہ ہے کوئی جو یتیم کو کھانا کھلائے اور پھر وہ روٹی سائل کو دے دی اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ روزہ افطار کے وقت ایک ہی روٹی تھی تو سائل نے آواز لگائی کہ ہے کوئی جو اسیر کو روٹی دے دے کھانا کھلائے تو تیسرے دن بھی وہ روٹی سائل کو دے کر خود پانی سے روزہ افطار کر لیا۔ تو انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت شریف اُتری:

القرآن: وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾

ترجمہ: اور وہ اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔

اور حضور علیہ السلام کے انصار کی شان میں یہ آیت شریف اُتری:

القرآن: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛؕ

ترجمہ: اور وہ اپنی جانوں پر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں چاہے خود اس کی ضرورت ہی کیوں نہ ہو۔

کہ اگر ایک انصاری کی دو بیویاں تھیں تو جو نبی کریم ﷺ نے ان کا دینی بھائی بنا دیا تھا اس کو کہا کہ بھائی میری دو بیویوں سے جو تم کو زیادہ خوبصورت لگتی ہے۔ اس کو میں طلاق دے دیتا ہوں اور اس سے تم شادی کر لو۔

اگر میرے دو باغ ہیں تو ایک تم لے لو میری جتنی چیزیں ہیں آدھی تم لے لو۔

یہ ہے جذبہ ایثار۔ آج کس میں یہ دکھائی دے رہا ہے۔ یہ ہے اخوت و بھائی چارہ یہ ہے یگانگی۔

یہ چیز اُس وقت دل میں پیدا ہوتی ہے جب انسان اپنا ناطہ حضور نبی کریم ﷺ سے اِستوار کر لیتا ہے۔ جتنا کوئی ان کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی وہ سخی ہوتا ہے۔

اور کیا حضور نبی کریم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی میرے پاس آجائے تو تین دن کے اندر اندر اُسے لوگوں میں بانٹ دوں۔کیا یہ سنت نہیں ہے؟ ہاں یہ ضرور ہے لیکن یہ سخاوت کی اِنتہا ہے۔

اور کیا آپ ﷺ نے ہر ہر وقت اِس چیز کو کر کے نہیں دکھایا۔غزوہ حنین کے موقع پر کتنا کتنا کچھ آپ علیہ السلام نے لوگوں میں تقسیم فرمایا اور اپنے لیے کچھ نہ رکھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد کئی دن کی بھوکی ہیں۔کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔آپ کی لونڈی بھی ساتھ بھوکی ہی ہیں۔

اتنے میں کسی نے بہت زیادہ گوشت آپ کی خدمت اقدس میں بھیجا سب مسکینوں کو بلا کر بانٹ دیا۔جب فارغ ہوئیں تو لونڈی کہنے لگی: کچھ اپنے لیے بھی رکھ لیتیں تو آپ نے فرمایا: تم مجھے پہلے یہ یاد کروا دیتیں تو تھوڑا سا اپنے لیے بھی رکھ لیتی۔

کیا یہ جذبہ آج دکھائی دیتا ہے۔اتنا زیادہ جذبہ تو ایک طرف اُس کا عشر عشیر بھی دکھائی نہیں دیتا۔

آج ہم مسلمانوں کو جو یہ سزا مل رہی ہے کہ اغیار ہم پر غالب آرہے ہیں وہ اسی وجہ سے ہے۔

ہمارے عقلمند حضرات اتنے اتنے بڑے مکالمے ٹی وی وغیرہ پر کرتے ہیں۔ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

مجھ سمیت ہر کوئی دوسرے کی طرف دیکھتا ہے اور اپنی طرف غور نہیں کرتا۔

آج اگر سب دنیا کے مسلمان ایک ہو جائیں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی باتوں کو پورا پورا اپنا لیں۔ پورے کے پورے دین میں داخل ہو جائیں تو کوئی وجہ ہی نہیں کہ دین اسلام پوری دنیا پر غالب نہ آئے۔نہ ہم کسی بھی بیرونی امداد کے محتاج رہیں۔ہم یہ تو کہتے ہیں کہ بچے تھوڑے پیدا کریں تاکہ آبادی زیادہ نہ ہو۔لیکن اس چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ سادی زندگی اپنا کر لہو ولعب کو ترک کر کے خدا اور اُس کے رسول ﷺ کو خوش کر کے اپنی زندگیاں آسان بنا لیں اگر ایک منہ کھانے کے لیے ہے تو دو ہاتھ اور دو پاؤں کمانے کے لیے ہمارے پاس ہیں اور رسولِ پاک ﷺ کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

القرآن: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

ترجمہ: تمہارے لیے میرے رسول ﷺ کا اسوہ حسنہ قابل تقلید ہے۔

یہ تھے حضور نبی کریم ﷺ کے وہ حجرات مطہرات جہاں آپ تشریف فرما رہتے تھے، جہاں آپ ﷺ سوتے تھے، کھاتے پیتے تھے اور جہاں سے بنی نوع انسان کی قسمت تبدیل ہوئی یہ تھے وہ ہیڈ کوارٹر جہاں بیٹھ کر ایران و روم میں قیصر و پرویز اور دوسرے بادشاہوں کی تقدیر کا فیصلہ سنایا گیا۔ یہاں نہ دبیز قالین تھے نہ ہی زرونگار کرسیاں اور فانوس تھے اور نہ ہی سونے چاندی کے پلنگ تھے۔لیکن یہ وہ حجرات مطہرات تھے جہاں دروازے پر جبرئیل امین علیہ السلام اپنے ملائکہ کے ساتھ ادب سے حاضر ہوتے تھے۔جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

القرآن: اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝٤ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ (الحجرات: ۴،۵) ع ۱۳

ترجمہ؛ اے رسول ﷺ جو لوگ آپ کو حجرات کے باہر سے زور سے آوازیں دے کر پکارتے ہیں بلاتے ہیں ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔

سیال شریف ضلع سرگودھا میں حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی خواجہ غلام فخر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے جنازہ میں مجھے صاجزادہ غلام بشیر الدین صاحب قمر العلوم گجرات والے ساتھ لے کر گئے تھے کا ایک شعر بہت خوبصورت ہے:

باب جبرئیل پر ذرا دھیرے سے — فخر یہ کہتے ہوئے جبرئیل کو پایا گیا
اپنی پلکوں سے درِ یار پہ دستک دینا — اُونچی آواز ہوئی عُمر کا سرمایہ گیا

حضور علیہ السلام نے اُمت محمدیہ ﷺ کو قرآان وسنت کا نظام دے کر ہم پر بہت بڑا احسان فرما دیا۔ ہر ہرتر چیز اور ہر ہر خشک چیز کا بیان اس میں موجود ہے یہ ایک ایسی کتاب ہے جس سے ہر ہر آدمی ہر ہر چیز میں رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔

کاش کہ آج ہمارے معاشرے میں قرآن وسنت کا نظام داخل ہو جائے۔ کاش کہ اس نظام کو ہم اپنی زندگیوں میں بھی اپنا لیں۔ تو سب بے چینیاں سب پریشانیاں ختم ہو جائیں۔

کوئی بھی آدمی جس کو خدا نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے یہ سمجھ سکتا ہے کہ انسانی نفسیات کو خدا ہی سب سے زیادہ سمجھتا ہے اور کوئی بھی خدا کی بنائی ہوئی چیز میں ذرہ برابر بھی نقص نہیں نکال سکتا ہے۔ اگر کوئی نقص نکالتا ہے تو وہ غیر مسلم ہی ہو سکتا ہے اور اس کے زہن کا یہ فتور ہی ہوگا۔

آج ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک کے بنائے ہوئے قانون کو پس پشت ڈال کر قرآن پاک کے ضابطوں قانونوں اخلاقوں کو ایک طرف رکھ کر انگریز کے بنائے ہوئے قانون کی پیروی کر رہے ہیں اور اس چیز نے معاشرے میں بہت بگاڑ پیدا کر دیا ہے اگلے دن ٹی وی میں ایک پولیس انسپکٹر بتا رہا تھا کہ میں نے رنگے ہاتھوں کراچی میں کار چوروں کے ایک بہت بڑے سرغنہ کو تین بار گرفتار کیا۔ لیکن وہ قانون میں سقم کی وجہ سے ہر ہر بار ضمانت پر رہا ہو گیا۔

اگر آج چور کا بازو اور ڈاکو کی ٹانگ کاٹ دی جائے تو کیا دوسرے اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر یہ کام چھوڑ نہیں دیں گے؟

مغرب کا معاشرہ ہمارے کوڑوں کی سزاؤں کو غیر انسانی کہتا ہے اور مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے جو اسرائیل فلسطین میں شہید کرتا ہے اس کو غیر انسانی فعل قرار دیتے وقت اُن کی زبانوں کو تالا لگ جاتا ہے۔

اگر کسی انسان کے جسم کا خون خراب ہو جائے تو اس کے جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ تو سمجھ دار حکیم

اس کے خون کا علاج کرے گا اور اَناڑی حکیم اس کی ایک پھنسی کو باہر مرہم لگا کر ختم کرے گا تو وہ پھنسی پھوڑا دوسری جگہ سے نکل آئے گا یہی حال ہمارے قانون کا ہے ایک جرم کو ہم اپنے طریقے سے ختم کرتے ہیں تو وہ کسی اور طریقے سے دوسری جگہ سے سَر اُٹھا لیتا ہے۔ ہر کوئی قرآن وسنت کو سب سے پہلے اپنے اوپر لاگو کرے اور ہمارا نظام نظامِ مصطفیٰ ہو جائے تو ہمارے معاشرہ کی تمام برائیاں ختم ہو جائیں۔

ہم نے سودی نظام اپنے ملک میں رائج کیا ہوا ہے تو کیا ہمارا پورا ملک مل کر بھی ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود بھی نعوذ باللہ خدا سے جنگ کی طاقت رکھتا ہے؟ کیونکہ سود کے کاروبار کو خدا سے کھلی جنگ قرار دیا گیا ہے اور اس طریقے سے کیا کوئی معاشرہ ترقی کر سکتا ہے۔ اگر کوئی غریب ان بنکوں سے قرضہ لے لے تو اُس کی جائیداد بیچ کر ایک ایک پائی سود سمیت اُس سے وصول کر لیتے ہیں اور یہی پیسہ بڑے بڑے لیڈر اگر بنکوں سے نکلوا کر چاہے اُن کو کنگال ہی کیوں نہ کر دیں تو ان کا قرضہ معاف کر دیا جاتا ہے ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا۔ تو کس طرح بچایا اپنے نبی رسول ﷺ کو بھیج کر بچایا انہوں نے آ کر یہاں اللہ تعالیٰ کا لایا ہوا نظام نافذ فرمایا اور مسلمان اس قرآن وسنت پر عمل کر کے پوری دنیا پر چھا گئے۔

ہمارے معاشرے میں لوگ نہ پوری زکوٰۃ دیتے ہیں نہ کسی غریب کو کوئی پیسہ دیتے ہیں نہ کسی رشتہ دار کی خبر لیتے ہیں اور چاہے کوئی ہمسایہ بھوکوں مَر رہا ہو۔ ایک آنہ بھی کسی کو دینے کو دل نہیں چاہتا اور وہی لاکھوں کروڑوں وغیرہ ساری زندگی جمع کر کر کے وہی کوئی چور ڈاکو یا اغوا کار ایک منٹ میں اُن سے چھین لیتا ہے یا کسی بیماری پر لاکھوں روپیہ لگا دیتے ہیں۔

اے خدا کے بندو! اگر یہی پوری زکوٰۃ دی ہوتی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ زکوٰۃ تمہارے مال کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر غریب مسکین یتیم کو دیا ہوتا تو ہمارے معاشرے میں بگاڑ نہیں پیدا ہونا تھا اور چور ڈاکو نے جنم نہیں لینا تھا۔

اور اگر خدا اور رسول علیہ السلام کے حکم کے مطابق اپنی زندگی بسر کی ہوتی تو اتنا اتنا لاکھوں بیماریوں پر نہیں لگنا تھا۔

مسلمانوں نے صدیوں تک غیر مسلموں پر حکومت کی۔ اس لیے کہ انہوں نے خدا اور اس کے ہر ہر معاملے ہر ہر مسئلے میں اطاعت کی اور ہم لوگوں نے جب خدا اور اس کے احکامات کو پس پشت ڈالا تو اغیار کو ہم پر حاکم بنا دیا گیا۔ ہم اغیار کی غلامی میں چلے گئے۔

غیر قوموں نے ہمارے مسلمانوں کے قانون اپنا کر اپنی ظاہری دنیا کی حالت سنوار لی ہے جتنا جتنا جس بھی معاشرے نے اس قانون کو اپنایا اتنا اتنا وہ سرفراز اس دنیا میں ہو گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو آپ نے یہاں ایک ایسے اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھی جس نے بنی نوعِ عالم میں انقلاب برپا کر دیا۔ (احقر العباد نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ)

حضور ﷺ کے خاندان مبارک کی آمد

آقا علیہ السلام نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ سو درہم زادِ راہ دے کر ساتھ دو اُونٹ بھی کر دیے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ساتھ عبداللہ بن اریقط جوان کے ساتھ آیا تھا اپنے گھر پیغام دے کر بھیجا کہ ان کا بیٹا عبداللہ اپنی والدہ اور اپنی سب بہنوں کو بھی لے کر مدینہ طیبہ آجائے۔

چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیٹی حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی دائی حضرت ام ایمن اور اُن کے بیٹے حضرت اسامہ جن کے والد حضرت زید (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے بھی ساتھ آگئے ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ابی بکر اپنی والدہ ماجدہ رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ام رومان آپ کی دونوں صاجزادیاں سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق کی والدہ ماجدہ کو بھی ساتھ لے کر پہنچ گئے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ کی تیسری صاجزادی سیدہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پہلے ہی اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ میں مقیم تھیں۔ جبکہ حضور ﷺ کی چھوٹی صاجزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے ساتھ مکہ ہی میں رہیں۔ کیونکہ اُس وقت تک ان کا شوہر ایمان نہیں لایا تھا۔ اور اس نے ان کو مدینہ جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ جنگ بدر کے موقع پر جب وہ قیدی بن کر مدینہ منورہ آیا۔ اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے اُس کو آزاد کر دیا۔ تب اُس نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت دی یہ سب لوگ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے۔ کیونکہ ان دنوں حجرات کی تعمیر ہو رہی تھی۔ جب ایک مکان مکمل ہوگیا تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے ساتھ حضور ﷺ اس مکان میں منتقل ہو گئے۔

اذان کی ابتداء

جب مسجد نبوی میں نمازیوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوگیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے سب اصحاب کو رائے کے لیے بلایا کہ نماز کے لیے کیسے بلایا جائے کسی نے نماز کے وقت جھنڈا لہرانے کا کہا۔ آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔ کسی نے یہودیوں کی طرح بگل بجانے کا کہا۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اسے بھی ناپسند فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ هُوَ مِنْ اَمْرِ الْيَهُوْدِيه یہودیوں کا طریقہ کار ہے۔ کسی نے کہا کہ ہم ناقوس پھونکا کریں۔ آپ نے فرمایا: هُوَ مِنْ اَمْرِ النَّصَارٰى۔ یہ عیسائیوں کا طریقہ کار ہے۔ کسی نے کہا کہ نماز کے وقت اونچی جگہ پر آگ روشن کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ذٰلِكَ لِلْمَجوس۔ یہ مجوسیوں کے لیے ہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیوں نہ ہم نماز کے لیے پکارا کریں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز کے لیے بلانے کا کہا۔ اس محفل مین حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے۔ آپ کا دن بہت بے چینی میں گزرا۔ جب رات ہوئی تو دیکھا کہ ایک بندہ نے دو سبز چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور اُس کے ہاتھ میں

ناقوس ہے۔ آپ نے اُس سے کہا کہ اے بندہ خدا! کیا یہ ناقوس بیچو گے۔ اُس شخص نے آپ سے کہا تم ناقوس لے کر کیا کرو گے۔ آپ نے اُس سے کہا کہ لوگوں کو نماز کے لیے بلایا کریں گے۔ اُس شخص نے کہا کہ میں تم کو اِس سے بہتر چیز کیا نہ بتاؤں؟ آپ نے کہا کہ ضرور اُس نے کہا کہ تم نماز کے وقت لوگوں کو اِن الفاظ سے دعوت دیا کرو۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط   اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط   اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط   اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ ط   حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ط

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط اَللّٰہُ اَکْبَرُ ط   لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ط

ترجمہ: اللہ بہت بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ آؤ نماز کی طرف۔ آؤ فلاح کی طرف۔ اللہ بہت بڑا ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آپ خواب سے بیدار ہوتے ہی دوڑتے ہوئے آقا دو عالم ﷺ کے پاس تشریف لائے آپ بہت جوش میں تھے اور آدھی رات کا بھی خیال نہ کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کو جگا کر ساری خواب سنائی۔ آپ ﷺ نے آدھی رات مُخل ہونے پر ناراضگی نہ فرمائی۔ بلکہ فرمایا کہ تم بلال رضی اللہ عنہ کو کہو کہ وہ صبح انہی الفاظ کے ساتھ لوگوں کو بلائے۔ تم ساتھ ساتھ اسے یہ الفاظ بتاتے جانا اور وہ انہی الفاظ کے ساتھ پکارتا جائے گا۔ جب یہ الفاظ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کان میں پڑے تو آپ دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے بھی خواب میں انہی الفاظ کے ساتھ کسی کو پکارتے سُنا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد سوم صفحہ ۵۱۰ تا ۵۱۲)

یہ ہیں وہ مختصر سے جامع الفاظ جن کے ساتھ مسلمانوں کو نماز کے لیے پکارا جاتا ہے۔ جب جب یہ الفاظ کانوں میں گونجتے ہیں تو روح مسرور ہو جاتی ہے۔ ان الفاظ کی قدر دیارِ غیر میں بسنے والے لوگوں سے پوچھیں۔ میں جرمنی اور جاپان رہا لیکن کان اِن الفاظ کے سننے کو ترس گئے۔ (خاکپائے اولیاء نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ)

مواخات

حضور سرورِ کون و مکان حضرت محمد ﷺ نے مکہ مکرمہ میں جو مسلمان ہوئے تھے اُن میں مواخات قائم کر دی تھی۔ کیونکہ جب کوئی مسلمان ہوتا تھا تو اس کے دوسرے کافر بہن بھائی ماں باپ وغیرہ اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس طرح سے آپ ﷺ نے اِن کی تنہائی دور کر دی۔ مکہ مکرمہ میں آپ علیہ السلام نے جن لوگوں میں بھائی چارہ قائم کیا تھا اُن میں:

۱- خود حضور حضرت محمد ﷺ نے اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مواخات قائم فرمادی تھی۔ 47

۲- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔

۳- حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ۔

۴- حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ۔

۵- حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

۶- حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔

۷- حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ۔

۸- حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ۔

۹- حضرت سعید بن ابی زید رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ۔

یہ صرف چند خاص خاص لوگوں کے نام ہی لکھے ہیں۔

اور جو بھائی چارہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں قائم فرمایا تھا اور مہاجرین اور انصار کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا تھا۔ تاکہ مہاجرین وانصار آپس میں فرق نہ سمجھیں اور مہاجرین کو بھی تنہائی محسوس نہ ہو۔ ان کے خاص خاص نام یہ ہیں۔ دوسرا یہ کہ بھائی چارہ سرکار دوعالم ﷺ نے مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی شروع فرمادیا تھا۔

۱- آقا علیہ السلام نے اپنی اور حضرت علی کی اخوت کو برقرار رکھا تھا۔

۲- اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب آپ کے چچا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (حضور کے آزاد کردہ غلام) کی اخوت کو بھی برقرار رکھا تھا۔

۳- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ۔

۴- عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۵- جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جب آپ ہجرت کر کے فتح خیبر کے موقع پر تشریف لائے تھے)، معاذ بن جبل۔

۶- ابوعبیداللہ بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ عنہ، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ، قیل ابی طلحہ رضی اللہ عنہ، زید بن سہل رضی اللہ عنہ۔

۷- حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ۔

۸- زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، مسلمہ بن سلامہ رضی اللہ عنہ۔

۹- عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، اوس بن ثابت بن المنذر رضی اللہ عنہ۔

۱۰- طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۱۱- سعید بن زید رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

۱۲- مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ۔
۱۳- ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ، عباد بن بشر رضی اللہ عنہ۔
۱۴- عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان یا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ۔
۱۵- ابوذرغفاری رضی اللہ عنہ، المنذر بن عمر رضی اللہ عنہ۔
۱۶- حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ، عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ۔
۱۷- سلمان انصاری رضی اللہ عنہ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہ۔
۱۸- حضرت بلال رضی اللہ عنہ، ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ۔
۱۹- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ۔
۲۰- عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ۔
۲۱- عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ، عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ۔
۲۲- عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، عمیر بن ہمام رضی اللہ عنہ۔
۲۳- طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ، سفیان بن نصر رضی اللہ عنہ۔
۲۴- عثمان مظعون رضی اللہ عنہ، عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہ۔
۲۵- عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ، معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ۔
۲۶- صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ، رافع بن معطلی رضی اللہ عنہ۔
۲۷- مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رواہ رضی اللہ عنہ۔
۲۸- ذی الشمالین رضی اللہ عنہ، یزید بن حارث رضی اللہ عنہ۔
۲۹- ابوسلمہ بن الاسد رضی اللہ عنہ، سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ۔
۳۰- عامر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ
۳۱- عبداللہ بن مظعون رضی اللہ عنہ، قتبہ رضی اللہ عنہ۔
۳۲- شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ، حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ۔
۳۳- زید بن خطاب رضی اللہ عنہ، معن بن عدی رضی اللہ عنہ۔
۳۴- عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ، سعد بن زید الاشہلی رضی اللہ عنہ۔
۳۵- عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ، مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ۔
۳۶- عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، فردوس عمرو البیاضی رضی اللہ عنہ۔

۳۷- خنیس ابن حذافہ رضی اللہ عنہ، منذر ابن محمد رضی اللہ عنہ۔

۳۸- ابی سبرا بن ابی رہم رضی اللہ عنہ، عبادہ بن خشخاش رضی اللہ عنہ۔

۳۹- مسطح بن اُثاثہ رضی اللہ عنہ، زید بن المزین رضی اللہ عنہ۔

۴۰- ابی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔

۴۱- عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ، امجذر بن زیاد رضی اللہ عنہ۔

۴۲- عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ، حارث بن صمۃ رضی اللہ عنہ۔

۴۳- مہجع رضی اللہ عنہ، سراقہ بن عمرو بن عطیہ رضی اللہ عنہ۔ (ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۷)

حضور اکرم ﷺ کی نظر کرم کا نتیجہ ہی تھا اور یہ اسلام لانے کا کرشمہ ہی تھا اور یہ حضور نبی کریم ﷺ کو ایمان کی حالت میں دیکھنے کا نتیجہ ہی تھا کہ انہوں نے ان لوگوں کو دلی طور پر اپنا بھائی تسلیم کرلیا تھا۔ اُنہوں نے اپنی ہر چیز ان پر فدا کر دی۔ حتیٰ کہ جس کی دو بیویاں تھیں اُس نے کہا کہ جو بیوی تمہیں خوبصورت لگتی ہے میں اُس کو طلاق دے دیتا ہوں اور تم اس سے شادی کر لو۔ انہوں نے ان کو اپنے مکانوں میں ٹھہرایا۔ اپنے باغات کے پھلوں سے ان کو حصہ دیا۔ وہ لوگ حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یہ ہمارے باغات ہیں۔ آپ ہمارے انصار بھائیوں مین ان کو بانٹ دیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا کہ ان کی ملکیت میں ان مہاجرین کو حصہ دار نہیں بناؤں گا بلکہ ان باغات کے پھلوں میں سے تم ان کو حصہ دیتے رہو۔ مہاجرین نے کہا کہ تمہاری چیزیں، تمہیں مبارک ہوں۔ تم ہم کو بازار کا راستہ بتادو۔ لیکن پھر بھی انصار چھوٹی چھوٹی باتوں میں ان کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ مجبوراً یہ مہاجرین حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ کہیں یہ سارے کا سارا ثواب انصار ہی نہ لے جائیں اور کہیں ہم محروم ہی نہ رہ جائیں کہ وہ ہمارا اتنا خیال رکھتے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہوگا۔ جب تک کہ تم ان کی فیاضی اور ایثار پر ان کی ستائش نہیں کرتے رہو گے۔ جب بنی نضیر یہودیوں کو جلاوطن کر دیا گیا۔ تو آقا علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ چاہو تو تمہارے اموال اور ان زمینوں کو مہاجرین اور تم میں برابر برابر تقسیم کر دوں اور چاہو تو تمہاری زمین تمہاری ملکیت میں ہی رہنے دوں اور بنی نضیر کی زمینوں کو ان میں تقسیم کر دوں۔ انصار نے عرض کی: یارسول اللہ آپ ساری کی ساری بنو نضیر کی زمینوں کو صرف مہاجرین ہی کو دے دیں اور ہماری زمینوں میں سے بھی جس طرح چاہیں ان مہاجرین کو بانٹ دیں۔ حضور ﷺ ان کے اس جذبہ ایثار سے بہت خوش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

القرآن: وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

ترجمہ: اور ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنے آپ پر اگرچہ خود انہیں اس چیز کی شدید حاجت ہو۔

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے دینی بھائی نے ایسی ہی پیشکش کی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے بازار کا راستہ بتادو۔ اور آپ بھی دوسرے مہاجرین کی طرح بازار میں جا کر اپنا کاروبار کرنے لگے۔ کچھ دنوں بعد جب آپ حضور

اکرم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو ان کے کپڑوں پر زعفران کے نشان دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ یہ کیسے ہیں؟ عرض کیا کہ میں نے ایک خاتون سے شادی کی ہے۔حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا: اس کو کیا مہر دیا ہے۔آپ نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔آپ نے ان سے پوچھا کہ اس عورت سے تمہیں کیا ملا۔عرض کی کہ بہت سا سونا۔آپ نے فرمایا کہ اگر بکریاں ہوتیں تو زیادہ بہتر تھا۔اور آپ نے فرمایا کہ ولیمہ کرو۔ چاہے ایک بھیڑ ہو۔

باوجود انصار کے بے مثال ایثار کے غیور مہاجرین نے اپنے انصار بھائیوں پر بوجھ بننا پسند نہ فرمایا۔ بلکہ وہ لوگ بازار میں جا کر کاروبار کرنے لگے۔حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کا کاروبار کرنا شروع کر دیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو وصیت فرمائی کہ جب کھجوریں خریدو تو ماپ کر خریدو اور جب بیچو تو ماپ کر بیچو۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کی نواحی بستی سخ میں اپنی رہائش اختیار فرمائی اور آپ نے کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔(خاتم النبیین جلد دوم، صفحہ ۵۵۹)

اسلامی قومیت کی محمدی (ﷺ) بنیاد

آقا دو جہاں سرورِ کون و مکان ﷺ نے اسلامی معاشرے کی بنیاد مدینہ طیبہ میں نزول فرمانے سے پہلے ہی منیٰ کے مقام پر مکہ مکرمہ میں جب مدینہ طیبہ سے انصار یہاں حج کے موقع پر ۷۰ کی تعداد میں آئے تھے، رکھ دی تھی۔اور ان سے فرمایا تھا کہ ہر بات میں تم رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو گے اور تم لوگ اپنے رسول ﷺ کا اُس چیز سے دفاع کرو گے جس سے تم اپنی بیویوں اور بچوں کا دفاع کرتے ہو۔

جب آقا دو جہاں ﷺ نے یہاں نزول فرمایا تو یہاں مختلف قومیتیں آباد تھیں جن میں سے یہاں یہود بھی تھے۔آقا علیہ السلام نے سب لوگوں کو ایک معاہدہ میں پرو دیا۔

سرکار دوعالم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں نزول فرمایا۔تو رنگ ونسل زبان اور وطن کے تمام امتیازات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے تمام قوموں کو ایک دین اسلام کے نظام میں پرو دیا۔کیونکہ حضور ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔اور تاقیامت اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔آقا علیہ السلام ایک عالمگیر پیغام کے علمبردار ہیں اور حضور ﷺ کا مقصد تمام امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر تمام انسانوں کو اور جنوں کو ایک امت بنانا تھا۔انہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کا درس دینا تھا اور ایک ایسا معاشرہ آپ نے تشکیل دیا کہ جس کے آگے پہاڑ بھی سرنگوں ہو گئے۔سمندروں نے اپنا سینہ چاک کر دیا۔اور وہ مسلمان ہر فاصلے کو مٹاتے ہوئے عرب وعجم کے حکمران بن گئے۔

سید دوعالم ﷺ نے جو معاہدہ اہلِ مدینہ میں نافذ فرمایا۔سیرت النبی ابن ہشام ابن اسحاق جلد اول کے صفحہ ۳۳۶ تا ۳۳۹ تک درج ہے۔میں ناچیز اس کو نقل کرتا ہوں:



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''یہ ایک عہد نامہ ہے۔محمد نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مومنین اور مسلمین قریش اور اہلِ یثرب جو لوگ کہ آ کر ان سے ملے ہیں اور جہاد میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔

۱- ان سب کے درمیان میں اس بات پر کہ یہ سب مذکورین غیر لوگوں کے مقابل ایک گروہ ہیں۔

۲- مہاجرین جو قریش سے ہیں۔ اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے۔ اپنے آدمی کی طرف سے خون بہا ادا کریں گے۔ اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

۳- اسی طرح بنوعوف بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون وغیرہ کا لین دین ان میں اسی طور پر جاری رہے گا جو پہلے سے ہے۔ اور رہر گروہ اپنے قیدی کو مسلمانوں کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

۴- بنی ساعدہ بھی اپنی جگہوں پر قائم ہیں۔ قدیمی طور سے خون بہا کا لین دین ان میں جاری رہے گا اور ہر گروہ اپنے قیدی کو مسلمانوں میں عدل و انصاف کے ساتھ فدیہ دے کر چھڑائے گا اور اسی طرح سے بنی حرث اور بنی جشم اور بنی نجار اور بنی عمرو بن عوف اور بنی نبیت اور بنی اوس کا ذکر کیا ہے۔

۵- اور بے شک مسلمان آپس میں کسی مفلس اور زیر بار شخص کو مدد دیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔خون بہا یا فدیہ یا تاوان ادا کرنے میں اُس کی مدد کریں گے۔

۶- کسی مومن کے آزاد غلام کو کوئی مومن حلیف نہ بنائے گا۔

۷- مسلمانوں میں سے کوئی شخص ظلم یا زیادتی یا گناہ کرے گا تو سب مسلمان اس کو پکڑ کر سزا دیں گے چاہے وہ بدکار اُن میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۸- کافر کی خاطر مسلمان، مسلمان کو قتل نہیں کرے گا اور نہ مسلمان مسلمان کے مقابلے میں کافر کی مدد کرے گا۔

۹- بے شک خدا کا ذمہ ایک ہے۔ ادنیٰ مسلمان کافر کو پناہ دے سکتا ہے اور بے شک مسلمان ایک دوسرے کے دوست اور موالی ہیں ماسوا اور لوگوں کے۔

۱۰- یہود میں سے جو شخص ہماری پیروی کرے گا۔اس کے واسطے ہم پر مدد کرنا ضروری ہے کہ ہم اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں اُن کی مدد کریں۔

۱۱- مسلمانوں کی صلح ایک ہے یعنی اگر جہاد میں ایک مسلمان صلح کرے گا۔ تو سب کو منظور ہوگی اور کوئی



مسلمان تنہا عدل و انصاف کو چھوڑ کر مسلمانوں کے برخلاف کفار سے صلح نہ کرے گا۔

۱۲- جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہوگا وہ نوبت بنوبت جنگ کرے گا۔ اور بے شک مسلمان کفار سے انتقام لینے کے واسطے ایک دوسرے کی مدد کریں گے اور بے شک پرہیزگار مسلمان اچھے اور عمدہ طریقے پر ہیں۔

۱۳- اور کوئی مشرک قریش میں سے کسی کے جان و مال کی پناہ نہ دے گا اور نہ مسلمان کے مقابلے میں اُس کی حمایت کرے گا۔

۱۴- اور کوئی شخص کسی مسلمان کو گواہوں کے سامنے قتل کرے گا اس سے قصاص لیا جائے گا مگر جب کہ اس مقتول کے وارث معاف کر دیں خون بہا لینے پر راضی ہو جائیں۔

۱۵- سب مسلمان اس عہدنامہ پر متفق ہیں۔ ان کے واسطے اس کا ترک کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ جس مسلمان نے اس عہد کا اقرار کیا ہے۔ اور وہ خدا پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بدعتی کو پناہ دے۔ اور جو اُس کو پناہ دے گا اس پر قیامت کے روز خدا کی لعنت اور غضب ہوگا اور کوئی نیک کام اُس کا مقبول نہ ہوگا اور جب کسی مقدمہ میں جھگڑا ہوگا تو وہ خدا اور رسول ﷺ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

۱۶- لڑائی کے وقت یہودی بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنا مال خرچ کریں گے۔

۱۷- اور یہود بنی عوف اور ان کے اپنے صنعاء و موالی۔ سب مل کر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) تصور ہوں گے۔ مسلمانوں کے واسطے اُن کا دین ہے اور یہودیوں کے واسطے اُن کا دین ہے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا وہ محض اپنے آپ کو یا اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

۱۸- اور بنی نجار کے یہودیوں کے واسطے بھی وہی ہے جو بنی عوف کے یہود کے واسطے ہے۔

۱۹- اور بنی حرث اور بنی ساعدہ اور بنی جشم اور بنی اوس اور بنی ثعلبہ اور بنی اشطیبہ ان سب کے یہود کے واسطے وہی ہے۔ جو بنی عوف کے یہود کے واسطے ہے اور جو شخص کوئی بُرا کام کرے گا۔ اُس کا وبال اُس کے اوپر ہے۔ اور بنی ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل اِن کے لیے ہیں۔

۲۰- یہود کے قبیلوں کی شاخوں کو بھی اُنہی کی طرح سمجھا جائے گا۔

۲۱- اور اِن میں سے کوئی بھی بغیر اجازت حضرت محمد ﷺ باہر سفر کو نہیں جائے گا۔

۲۲- جو شخص دھوکہ دے کر یا پوشیدہ قتل کرے گا۔ اُس کا ذمہ دار وہ خود ہے اور اُس کے گھر والے ہیں۔ مگر جو شخص کہ مظلوم ہے اور خدا اِس عہد پر گواہ ہے۔

۲۳- بے شک یہود کا خرچ اُن کے ذمہ ہے اور مسلمانوں کا خرچ اُن کے ذمہ ہے۔

۲۴- اور اُن پر یہ بات لازم ہے کہ اس عہدنامہ کے شریکوں میں سے جس کو جنگ درپیش ہوگی۔ سب اُس کی مدد کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو نصیحت کریں گے اور اُس کی بھلائی چاہیں گے۔

۲۵- اور جو بُرائی کرے گا اس کی سزا اُس کو ملے گی۔

۲۶- اور کوئی شخص اپنے حلیف کے بدلے گناہ گار نہ ٹھہرایا جائے گا۔

۲۷- اور مدینہ شہر کا میدان اِس عہد کے شریک لوگوں کے واسطے حرام ہے۔ یعنی اس میں وہ کسی قسم کا قتل وفساد برپا نہ کریں گے۔

۲۸- اور جس کو پناہ دی گئی وہ پناہ دہندہ کی طرح ہے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے گی۔

۲۹- اور کسی کے اہل وعیال کو بغیر اُس شخص کی اجازت کے پناہ نہ دی جائے گی۔

۳۰- اور اِس عہد کے شریکوں میں جو اختلاف یا قضیہ پیدا ہوگا وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو پیش کیا جائے گا۔

۳۱- اور قریش اور ان کے مددگاروں کو پناہ نہ دی جائے گی۔

۳۲- اس عہدنامے میں شریکوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ اس لشکر کے مقابلے میں لازمی ہے جو مدینہ میں چڑھ کر آئے اور جب اس لشکر سے صلح ہو جائے تو سب کی صلح ہوگی۔

۳۳- اگر اُنہیں صلح کی طرف بلایا جائے تو اُسے قبول کریں گے۔ اسی طرح جب وہ کسی کو صلح کے لیے بلائیں گے تو مسلمانوں پر بھی قبول کرنا لازم ہوگا۔ سوائے اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

۳۴- ہر شخص کے حصے میں اُسی کی مدافعت کی جائے گی جو اُس کے مقابل ہوگا۔

۳۵- اور اوس کے یہود اور ان کے موالی یہود کے واسطے وہی ہیں جو اس عہدنامہ کے اور لوگوں کے واسطے ہے۔

۳۶- اور یہ عہدنامہ کسی ظالم یا گناہگار کی حمایت نہ کرے گا اور بے شک جو شخص مدینہ سے نکل گیا وہ بھی امن والا ہے اور مدینہ میں بیٹھا رہا وہ بھی امن والا ہے۔

۳۷- اور بے شک خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس شخص کے پناہ دینے والے ہیں جو ایمان لایا اور متقی بنا۔

(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۱۹۰ تا ۱۹۴، الوثائق السیاسیہ صفحہ ۵۹ تا ۶۴)

حضرت ابو امامہ اسد رضی اللہ عنہ بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کی وفات

مکہ مکرمہ میں منیٰ کے مقام پر حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ نے نقیب مقرر فرمایا تھا۔ جو حضور علیہ السلام نے بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے۔ اُن میں سے آپ ایک تھے۔ جب مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی تو آپ کو گردن میں ایک پھوڑا نکلا جس سے آپ کی وفات ہوگئی۔ بنی نجار نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے کوئی دوسرا نقیب مقرر فرما دیجیے۔ کیونکہ آپ بنی نجار کے نقیب تھے اور بنی نجار آپ کے ننھیال تھے۔ آقا دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میرے ننھیال ہو، میں تمہارے معاملات میں شریک ہوں، میں خود تمہارا نقیب ہوں۔''

اس بات پر بنی نجار بہت فخر کیا کرتے تھے کہ آقا علیہ السلام خود ہمارے نقیب ہیں۔ ابو امامہ پہلے مسلمان تھے جو حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد فوت ہوئے۔ اس وقت ابھی مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی۔

حضرت کلثوم بن ہدم بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ آپ قبیلہ بنی اوس سے تعلق رکھتے تھے اور عمر رسیدہ تھے۔ قبا میں رات آرام فرمانے کے بعد آپ ان کے گھر تشریف لے آتے اور صبح سعد بن ربیع کے کشادہ مکان میں جلوہ افروز ہوتے تھے۔ علامہ ابن جریر طبری کے مطابق حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ نے پہلے اور اِن کے بعد ابو امامہ اسعد بن زراہ نے وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت

آپ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں پیدا ہوئے۔ اس طرح سے یہود کا یہ پروپیگنڈہ دم توڑ گیا کہ انہوں نے مسلمانوں کی عورتوں کو بانجھ بنا دیا ہے۔

آپ قبا کے مقام پر پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے کھجور کو اپنے منہ میں اچھی طرح چبا کر سب سے پہلے گڑھتی آپ کو دی۔ اور آپ کی ولادت پر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا۔ (سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۳۳۰)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے ماہِ شوال میں آپ ﷺ سے ہوگیا تھا۔ آپ کی رخصتی نکاح کے سات ماہ بعد ہوئی۔



عبداللہ بن سلام کا ایمان لانا

آپ یہود کے بہت بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ یہود آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔آپ فرماتے ہیں میں کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ جب مجھے آنحضرت ﷺ کی مدینہ طیبہ میں آنے کی خبر ملی۔ میں نے بہت زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور قبا کے مقام پر ہجوم میں جب آپ علیہ السلام کی پہلی زیارت کی، تو میرا دل پکار اٹھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ﷺ ہیں۔ پہلی بات جو سرکارِ دوعالم ﷺ کی سنی وہ یہ تھی:

اَفۡشُوۡ السَّلَامَ وَ اطعموا الطعام و صلو الارحام و صلو باللیل والناس نیام تدخلو الجَنَّۃَ بِالسَّلَامَ۔

ترجمہ: لوگوں کو بکثرت سلام کرو۔ (امن اور سلامتی کو پھیلاؤ) بھوکوں کو کھانا کھلاؤ صلہ رحمی اختیار کرو اور نماز پڑھو۔ جب لوگ سوئے ہوں، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

آقا علیہ السلام کا ارشادِ مبارک آپ کے دل میں جاگزین ہو گیا۔ اور آپ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے۔ ایمان لانے کے بعد آپ نے عرض کیا کہ حضور علیہ السلام آپ پہلے یہود کو بلا کر میرے بارے میں پوچھیں اور اُن پر میرا ایمان لانا ظاہر نہ فرمائیں۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہود کو بلا بھیجا۔ جب وہ آگئے تو آپ نے اُن سے عبداللہ بن سلام کے بارے میں پوچھا۔ وہ کہنے لگے۔ وہ بہت بڑے عالم ہیں اور ان کی تعریفیں کرنے لگے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ساتھ کمرہ سے عبداللہ بن سلام کو آواز دی وہ باہر آئے اور اُنہوں نے آتے ہی یہود کے سامنے کلمہ پڑھا۔ اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کا اظہار کر دیا۔ (سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۲۹۷)

یہود ایک دم سے برہم ہو گئے اور ان کو اور ان کے باپ کو برا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔

اصل میں یہود حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے بیٹوں سے زیادہ پہچانتے تھے۔ یہ خود کہتے تھے کہ ہمیں اپنے بیٹوں پر تو شک ہو سکتا ہے، لیکن ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں شک نہیں ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی ﷺ ہیں۔

ان یہود کو اُمید تھی کہ آخری نبی ﷺ شاید انہی میں بنی اسرائیل کی اولاد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد میں سے پیدا ہو۔ اور جب ان کو پتہ چلا کہ سرکار دوعالم ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے پیدا ہوئے ہیں تو حسد و بغض کے مارے آپ ﷺ کو پہچاننے کے باوجود آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میرا یہودی باپ حی بن اخطب اور میرا چچا ابو یاسر مجھے بہت پیار کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ قبا میں تشریف لائے تو میرا باپ اور چچا صبح سویرے ہی قبا میں چلے گئے اور رات گئے واپس آئے۔ تو میں ان کی طرف دوڑی۔ لیکن کسی نے میری طرف توجہ نہ کی۔ ابو یاسر نے حی بن اخطب سے کہا کہ کیا یہ وہی نبی ﷺ ہیں جن کی علامتیں

ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ حی بن اخطب نے کہا کہ ہاں میں نے ان کی علامتوں سے پہچان لیا ہے خدا کی قسم یہ بالکل وہی ہیں۔ ابو یاسر نے کہا پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ حی بن اخطب کہنے لگا: ''جب تک میں زندہ رہوں گا ان کی دشمنی پر قائم رہوں گا۔'' اس کے بھائی ابو یاسر نے اس کو بہت سمجھایا کہ حی بن اخطب میری ماں کے بیٹے میری بات مان لے۔ اس کے بعد میری کوئی بات نہ ماننا۔ اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر اپنے آپ کو بچا لے۔ لیکن اس نے کہا۔ میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔

اسی طرح یمن کے یہودیوں میں سے ایک نعمان بن السبئ تھا۔ اس کے باپ نے تورات کو ایک جگہ سے سر بمہر کر کے اسے کہا تھا کہ ان صفحات کی مہر توڑ کر انہیں اس وقت پڑھنا اور یہودیوں کو سنانا جب تمہیں آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے بارے میں پتہ چلے۔ جب اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا پتہ چلا تو اس نے یہ مہر توڑ دی اور یہودیوں کو بھی بلا کر انہیں یہ صفحات سنائے۔ لکھا تھا کہ '' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت آخری ہے۔ اور جیسا آپ فرما رہے تھے۔ حلال وحرام کے بارے میں اُس میں ویسا ہی لکھا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مبارک احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی تھا اور آپ کی امت کی قربانی جانوروں کا خون بہانا لکھا تھا۔ اور لکھا تھا کہ ان کی انجیلیں ان کے سینے تھے اور لکھا تھا کہ جہاد کے وقت جبرئیل علیہ السلام ان کے ہم رکاب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل ان پر اس طرح اپنی رحمت سے جھکتا ہے جس طرح پرندے اپنے بچوں پر جھکتے ہیں۔

میرے باپ نے مجھے وصیت کی تھی جب میں ان کی آمد کا سنوں تو فوراً ان پر ایمان لے آؤ اور میں نے ایسا ہی کیا اور آپ علیہ السلام کو دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا۔

صحابہ کرام کی محفل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان کرنے کے لیے مجھے ارشاد فرمایا۔ میں نے دوبارہ سارا واقعہ سب کے سامنے بیان کیا۔ آقا دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے رہے اور تبسم فرماتے رہے اور آپ نے آخر میں فرمایا کہ

''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں۔''

نبوت کے جھوٹے مدعی اسود عنسی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو نعمان السبئ اس کے پاس گئے۔ اور اس کو سمجھایا، لیکن وہ نہ مانا۔ الٹا اس نے آپ کو کہا کہ مجھ پر ایمان لاؤ۔ لیکن آپ نے انکار کیا۔ جب وہ آپ سے کہتا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپ فرماتے کہ میں نہیں سُن رہا اور جب وہ کہتا کہ کیا آپ گواہی دیتے ہیں کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول (علیہ السلام) ہیں تو آپ فوراً گواہی دیتے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو وہ آپ کے جسم کا کوئی عضو کاٹ دیتا۔ وہ آپ کا ایک ایک عضو کاٹتا جاتا تھا۔ لیکن آپ بار بار اس کا انکار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے آپ کا ایک ایک عضو کاٹ کر آپ کو آگ میں جلا دیا۔ جب بھی وہ آپ کا کوئی عضو کاٹتا تو آپ زور سے اور جوش سے نعرہ لگاتے اور فرماتے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو کذاب ہے، جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات منسوب کرتا ہے۔''

خدا رحمت کنند ایں عاشقانِ پاک طینت را 

ایں چیز بزور بازو نیست

اسی طرح مخزیق یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس کے بہت بڑے نخلستان تھے۔ وہ اپنی کتابوں میں حضور ﷺ کے متعلق پڑھتا رہتا تھا۔ اور ان نشانیوں کو وہ حضور ﷺ میں دیکھتا بھی تھا اور اس کا دل آپ علیہ السلام پر ایمان لانے کو کرتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اُحد کا واقعہ رونما ہوا تو وہ بے اختیار ہوگیا اور اپنی قوم سے کہنے لگا:

''اے گروہِ یہود بخدا تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی مدد کرنا تم پر فرض ہے۔''

یہود کہنے لگے کہ آج ہفتہ کا دن ہے ہمارے لیے جنگ ممنوع ہے۔ مخزیق نے کہا کہ تم لوگ بہانے بناتے ہو۔ یہ کہا اور خود اپنے جسم پر ہتھیار سجا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا اور کلمہ پڑھا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمد رسول اللّٰہ۔

اور مسلمان ہوگیا اور وارثوں کو وصیت کی کہ اگر میں جنگ میں مارا جاؤں تو میرے سارے اموال رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیے جائیں۔ حضور ﷺ اُنہیں جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔

اور خود احد کی جنگ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''مخزیق تمام یہودیوں سے بہتر ہے۔''

(سیرت زینی دحلان جلد اول، صفحہ ۳۳۵، سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۲۹۷)

فتنہ پرور یہودی

ایک دفعہ کچھ اوس و خزرج کے لوگ ایک کنویں کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ یہودیوں میں ایک بوڑھا شخص شاش بن قیس تھا۔ وہ مسلمانوں کا بہت مخالف تھا اور بہت فتنہ پرور آدمی تھا۔ اس نے ایک نوجوان یہودی کو کہا کہ تم ان کے پاس جا کر بیٹھ جاؤ اور بہانے سے جنگ بعاث کا ذکر شروع کر دو۔ اُس نوجوان نے ایسا ہی کیا اور جنگ بعاث کے موقع پر بولے گئے فریقین کے اشعار بھی پڑھے۔ اوس و خزرج کے لوگ اس کی اس کارروائی سے آپس میں ایک دوسرے پر اپنا فخر ظاہر کرنے لگے۔ یہاں تک کہ باہم سخت کلامی شروع ہوگئی۔ اور قبیلہ اوس میں سے اوس بن قبضی اور قبیلہ خزرج میں سے جبار بن صخر دونوں مرنے مارنے پر تیار ہو گئے۔

حضور نبی کریم رؤوف و رحیم ﷺ اُسی وقت مہاجرین کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے جب کہ آپ علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی سرکار دوعالم ﷺ نے آتے ہی ارشاد فرمایا:

''اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ سے ڈرو۔ اللہ سے ڈرو۔ کیا تم جاہلیت کا نعرہ بلند کرنے لگے ہو۔ حالانکہ میں

تمہارے درمیان موجود ہوں اور اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعے تمہیں ہدایت دی ہے اور تمہیں اس کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے اور جاہلیت کی (خرابیوں) سے تمہیں نجات دی ہے اور کفر سے تمہیں بچایا ہے اور تمہارے دلوں کو رشتۂ اُلفت میں پرو دیا ہے اور اس کے بعد کیا تم پھر کفر کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو؟'' (سیرت ابن ہشام ابن اسحاق جلد اول صفحہ ۳۸۰، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۱۶)

آقا علیہ السلام کے وہاں تشریف لاتے ہی اور ان الفاظ کے حضور علیہ السلام کی زبان منہ مبارک سے نکلتے ہی ان کی آنکھوں سے اجنبیت کے پردے اُتر گئے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ شیطان تھا جو ان میں لڑائی کی آگ بڑھکا رہا تھا۔ ان کو اتنی ندامت ہوئی کہ فرطِ غم سے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہوگیا۔ فوراً ایک دوسرے سے معافی مانگنے لگے اور ایک دوسرے کو گلے لگانے لگے۔

اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ آج کے مسلمان بھی ان کو پڑھ کر عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ان پر عمل کر کے آج بھی جو عالم اسلام کی وحدت پارہ پارہ ہو رہی ہے۔ سب آپس میں شیر وشکر ہو کر کفار کے مقابلے میں سیسہ پلائی دیوار بن سکتے ہیں۔ آج یہ کفار باوجود اپنے اختلافات کے آپس میں ایک ہوسکتے ہیں تو مسلمان باوجود قرآن وسنت کے والی ہونے کے کیوں نہیں ہوسکتے۔ آج اگر سب یورپی یونین مل کر ایک کرنسی جاری کر سکتے ہیں اور آپس میں ویزہ ختم کر سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان انتشار میں بٹے ہوئے ہیں۔ کیا یہ غور نہیں کرتے کہ یہ سب شیطان کا کیا دھرا ہے کہ سب لوگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

اُس وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

القرآن: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے ایک گروہ کا اہل کتاب میں سے تو وہ لوٹا کر چھوڑیں گے تمہیں تمہارے ایمان کرنے کے بعد کافروں میں۔

اور یہ آیت کہ:

القرآن: وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴿۱۰۱﴾

ترجمہ: اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اب پھر تم کفر کرنے لگو۔ حالانکہ پڑھی جاتی ہیں تم پر اللہ کی آیتیں اور تم میں اللہ کا رسول بھی تشریف فرما ہے اور جو اللہ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑتا ہے تو اللہ اُسے سیدھی راہ تک ضرور پہنچا دیتا ہے۔

اور:

القرآن: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ 47

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جا بجا فرمایا ہے:

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ اور (خبردار) نہ مرنا، مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور یاد رکھو اللہ کی وہ نعمت جو اُس نے تم پر فرمائی ہے۔ جب تم آپس میں دشمن تھے۔ تو اُس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور بن گئے اس کے احسان سے تم بھائی بھائی۔ اور تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اُس نے تمہیں اِس میں گرنے سے بچا لیا اور ایک جگہ قرآن پاک میں فرمایا:

اور تم میں ضرور ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بلایا کرے نیکی کی جانب اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے۔ یہی لوگ ہیں جو کامیاب و کامران ہیں۔''

اور ایک جگہ اور فرمایا کہ

القرآن: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے اور اختلاف کرنے لگے اس کے بعد بھی جب آ چکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں اور ان لوگوں کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

ایک دفعہ سیدنا حضرت صدیق اکبر کا گزر یہودیوں کے ایک مذہبی پیشوا فخاص نامی شخص کے پاس سے ہوا۔ اس وقت لوگ اس کے پاس ایک درس گاہ میں اکٹھے تھے۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ اے فخاص تیرا بھلا ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اسلام قبول کر لے۔ بخدا تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہ اس کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں اور ان کی آمد کی بشارتیں توریت و انجیل میں موجود ہیں۔

یہ سن کر وہ گستاخ کہنے لگا کہ (نعوذ باللہ) ہم اللہ کے محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ہمارا محتاج ہے اس طرح کی اور بھی بکواس کی۔

حضرت ابوبکر صدیق کو اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی بہت ہی بُری لگی۔ آپ سے صبر نہ ہوا اور ایک زبردست تھپڑ اُس کو مارا اور فرمایا کہ اگر ہم اور تم میں معاہدہ نہ ہوتا تو میں تمہارا سر قلم کر دیتا۔

یہودی سیدھا حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بلا لیا آپ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اس نے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ یہودی صاف مکر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

القرآن: لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے اِن (گستاخوں کا) قول سن لیا۔ جنھوں نے کہا کہ اللہ مفلس ہے۔ حالانکہ ہم غنی ہیں۔ ہم لکھ لیں گے جو انہوں نے کہا۔ نیز قتل کرنا انبیاء کا بغیر حق کے بھی (لکھا جائے گا) اور ہم کہیں گے کہ (اَب) مزا چکھو آگ کے عذاب کا۔

یہود طرح طرح سے انصار کو اُکساتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ تعلقات ختم کر دیں۔ وہ ان کو یہ بھی کہتے تھے کہ تم مسلمانوں پر کیوں اپنا پیسہ خرچ کرتے ہو۔ جس کو تم نے اتنی مشکل سے کمایا ہوا ہے۔ اس پیسے کو تم اپنے، اپنی بیوی بچوں کے لیے اور جب تم بوڑھے ہو جاؤ گے اس وقت کے لیے بچا کر رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر ان کی تذلیل کر دی:

القرآن: الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

(النساء)

ترجمہ: جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں جو عطا فرمایا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے اور نہیں ایمان رکھتے اللہ پر اور روزِ قیامت پر اور شیطان جس کا ساتھی ہو جائے تو پس وہ بہت برا ساتھی ہے۔ اور کیا نقصان ہو جاتا ان کا اگر وہ ایمان لے آتے اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور خرچ کرتے جو دیا اللہ تعالیٰ نے اُن کو اور اللہ تعالیٰ ان سے خوب واقف ہے۔

ایک دفعہ ان یہودیوں کے ایک شادی شدہ مرد اور ایک شادی شدہ عورت نے آپس میں زنا کیا۔ یہود آزمانے کے لیے ان کو لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس لے آئے کہ دیکھتے ہیں کہ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ ان کو لے کر ان کی درسگاہ تشریف لے گئے اور ان کے چیدہ چیدہ یہودی علماء کو بلایا ان میں سے ابو یاسر بن اخطب اور وہب بن یہودا اور عبداللہ بن صوری پیش ہوئے۔ عبداللہ بن صوری نوجوان تھا۔ آپ اس کو لے کر ایک طرف تنہائی میں چلے گئے اور فرمایا کہ

''میں تمہیں خدا کا واسطہ دیتا ہوں اور وہ انعامات جو خدا نے تم پر کیے ہیں یاد دلاتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ تم مجھے بتاؤ کہ تورات میں زانی محصن کے لیے رجم کی سزا ہے۔''

وہ بولا کہ ہاں واقعی رجم کی سزا ہے اور کہنے لگا کہ سب جانتے ہیں کہ آپ نبی مرسل ﷺ ہیں۔لیکن آپ سے حسد کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور تورات لانے کا حکم دیا اور تورات پڑھتے ہوئے ان کے ایک عالم نے رجم کی آیات پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو چھپا لیا۔حضرت عبداللہ بن سلام جو پاس بیٹھے تھے۔انہوں نے اس کے ہاتھ کو جھٹک دیا اور کہنے لگا کہ یہ ہیں وہ رجم کی آیات۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اُس زانی جوڑے کو رجم کا حکم دیا اور اُس کو مسجد کے دروازے کے پاس رجم کیا گیا۔

ایک دفعہ یہودی سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم سب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔اگر آپ ہمارے چند معاملات جن میں ہمارا چند لوگوں سے نزاع ہے، کے فیصلے ہمارے حق میں کر دیں تو ہم سب بے چون و چرا آپ پر ایمان لے آئیں گے۔لیکن آقا دوجہاں ﷺ نے ان کے اس مطالبے کو ٹھکرا دیا اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ کی یہ آیات نازل فرمائیں:

القرآن: وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ (سورہ المائدہ)

ترجمہ: اور یہ کہ آپ فیصلہ فرمائیں ان کے درمیان جو نازل فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کریں ان کی خواہشات کی اور آپ ہوشیار رہیں ان سے کہ کہیں برگشتہ نہ کر دیں آپ کو اس کے کچھ حصہ سے جو اُتارا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بعض گناہوں کی سزا دینے کا بے شک ارادہ کر لیا ہے اور بے شک بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

ان یہود کو یہ بھی تکلیف تھی کہ مسلمان عیسیٰ ابن مریم کو کیوں نبی مانتے ہیں اور وہ کہتے تھے کہ

''نہ ہم عیسیٰ ابن مریم پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہم اس پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں جو عیسیٰ ابن مریم کو نبی مانتا ہے۔''

ایک دفعہ یہود آپ ﷺ سے کہنے لگے کہ ہم اس قرآن کو مانتے ہی نہیں۔ہمیں یہ (نعوذ باللہ) تورات کی طرح ترتیب والا نظر نہیں آتا۔اور کہنے لگے کیا کوئی جن آپ کو (نعوذ باللہ) تعلیم دیتا ہے۔یا کوئی انسان سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب قرآن پاک میں دیا:

القرآن: قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ (سورہ الاسراء)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اکٹھے ہوجائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لاسکیں گے اس کی مثل اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوجائیں۔

ایک دفعہ چند یہودی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اس کائنات کو تو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے آپ فرمائیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ان کو سخت لعن طعن کی۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ اے نبی ﷺ آپ مطمئن ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بھیجی ہیں۔

القرآن: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ﴿۲﴾ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ﴿۴﴾ (سورہ اخلاص)

ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ یکتا ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور اُس کی ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ (سورۃ اخلاص)

(سیرت ابن ہشام، جلد دوم صفحہ ۲۰۱، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۱۵ تا ۲۴۲)



اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝۳۶ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝۳۷

ترجمہ: *سب تعریفیں اللہ جل شانہ کے لیے ہیں۔ جو آسمانوں کا بھی رب ہے اور زمینوں کا بھی رب ہے اور تمام جہانوں کا بھی رب ہے اور اُسی کی آسمانوں اور زمینوں میں بڑائی ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔*

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔

اللھم صل علی محمد و علی آلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم و علی آلِ ابراھیم انک حمید مجید۔ اللھم بارک علی محمد و علی آلِ محمد کما بارکت علی ابراھیم و علی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

ربی جعلنی مقیم الصلوۃ و من ذریتی ربنا و تقبل دعا ربنا اغفرلی ولوالدی و للمومنین یوم یقوم الحساب۔

اللھم اصلح جمیع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اللھم فرج عن جمیع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اللھم انصر جمیع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اللھم حفظ جمیع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

اللھم اغفر جمیع اُمت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

آمین ثم آمین۔ بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔



حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا ارشاد مبارک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''قریب ہے کہ لوگ آپس میں گفتگو کریں گے اور ایک دوسرے سے مختلف امور کے بارے میں دریافت کریں گے۔ یہاں تک کہ کوئی کہنے والا کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا۔ جب وہ اس طرح کی بات کہیں تو تم کہو۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝١ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝٤

ترجمہ: ''آپ فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) یکتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ وہ جنا یا گیا۔ اور نہ اس نے کسی کو جنا۔ اور اس کی ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔''

(پھر آدمی اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوکے اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہے)۔

منافقین کا گروہ (خذلھم اللہ تعالیٰ)

یہ لوگ یہودیوں میں سے بھی تھے۔ اور اوس وخزرج میں سے بھی تھے۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو پہلے منافق تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت عطا فرما دی۔ اور انہوں نے سچے دل سے توبہ کر لی۔ یہ لوگ مسلمانوں کی باتیں سنتے۔ بعد میں ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ حضور نبی اکرم ﷺ ان کو جانتے تھے۔ لیکن درگزر فرماتے تھے۔ ایک منافق زید بن العلت تھا۔ ایک دفعہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ یہ منافق کہنے لگا کہ یوں تو یہ دعوہ کرتے ہیں کہ میں نبی (علیہ السلام) ہوں اور ان کے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں اور (نعوذ باللہ) اتنا بھی علم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔

جب یہ بات حضور نبی اکرم ﷺ نے سنی تو ارشاد فرمایا:

''بخدا میں اس چیز کو جانتا ہوں جس کا علم اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا ہے کہ اونٹنی فلاں گھاٹی میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے اور وہ وہاں رکی ہوئی ہے۔''

مسلمان اس وادی میں گئے اور بالکل اسی حالت میں اونٹنی کو پایا۔ اور اس کو لے کر آ گئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو سخت آندھی چلی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک بڑا منافق آج ہلاک ہوگیا ہے۔ جب آپ ﷺ واپس مدینہ پاک تشریف لائے تو پتہ چلا کہ اس دن رفاعہ ہلاک ہوا تھا۔

بڑے منافقوں مین لقمان بن اوفی، عثمان بن اوفی اور رافع بن حریملہ بھی تھے۔

سرکار دو عالم حضور نبی اکرم ﷺ جب مسلمانوں سے مسجد میں خطاب فرماتے تھے تو بعض منافقین اکٹھے ہو کر کبھی بلند

آواز اور کبھی سرگوشیوں میں گفتگو کرتے تھے۔ اور آپ کو تنگ کرتے تھے ایک دفعہ سرکار دو عالم حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ سے فرمایا کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دو۔ چنانچہ ابو ایوب نے اپنے ہم قبیلہ عمرو بن قیس کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹ کر باہر نکالا۔ اور آپ نے ایک دوسرے ہم قبیلہ رافع بن ربیعہ البخاری کو طمانچے مار کر باہر نکالا اور چادر سے پکڑ کر گھسیٹ کر باہر نکالا۔

ایک دوسرا منافق زید بن عمرو تھا اس کی بڑی لمبی داڑھی تھی۔ اس کو صحابی رسول ﷺ حضرت عمارہ بن حرم نے داڑھی سے پکڑ کر مسجد سے باہر نکال کر دھکا دیا جس سے وہ نیچے گر کر زخمی ہو گیا۔

قیس بن عمرو بن سہل جو منافقوں میں سے نوجوان تھا کی طرف ابو محمد مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی تھے، لپکے اور اس کو دھکے دیتے ہوئے باہر نکالا۔

حارث بن عمرو منافق کی طرف ایک صحابی بنی حذرہ سے لپکے اور اس کو اس کے سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر باہر نکالا۔

اسی طرح چند لوگ اوس وخزرج میں سے بھی تھے۔ جو منافق تھے۔ ان میں سے جلاس بن سوید بن الصامت تھا اس نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا تھا کہ اگر حضور ﷺ سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس کی بیوی کا پہلے خاوند سے ایک بیٹا تھا۔ اس کا نام حمیر بن سعد تھا۔ یہ سچا مسلمان تھا۔ اس نے یہ بات حضور ﷺ کو پہنچا دی۔ آپ ﷺ نے اسے بلایا اور پوچھا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرما کر اس کے جھوٹا ہونے اور صحابی کے سچا ہونے کا فرما دیا۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ (سورہ توبہ)

ترجمہ: منافق جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا تھا حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی۔ اور کفر اختیار کیا تھا۔ اسلام لانے کے بعد اور انہوں نے ارادہ بھی کیا۔ ایسی چیز کا جسے وہ نہ پا سکے۔ اور وہ اس چیز سے خشمناک ہوئے کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) نے انہیں غنی کر دیا تھا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے یہ بہتر ہوگا۔ (سورۃ توبہ)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال فضل وکرم سے جلاس پر توبہ کا دروازہ کھول دیا تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تھا۔

ایک اور شخص نبتل بن حارث بھی بدکلامی کرتا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ جو کوئی شیطان کو دیکھنا پسند کرتے ہیں وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے۔ یہ بدشکل آدمی تھا۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے ایک دفعہ حضور ﷺ سے فرمایا تھا کہ یہ آپ کی باتیں منافقوں کو بتاتا ہے اس سے محتاط رہیے۔

ایک منافق ابو عامر فاسق تھا۔ اس نے زمانہ جاہلیت سے ہی رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ اور چند لوگ بھی اپنے ساتھ اکٹھے کر لیے تھے۔ اور یہ کمبل کا لباس پہنتا تھا۔ ایک دن حضور ﷺ سے کہنے لگا کہ آپ کس دین پر ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ دین

ابراہیم علیہ السلام پر۔ وہ کہنے لگا اس پر تو میں ہوں ۔آپ نے تو اس میں بہت سی چیزوں داخل کر دی ہیں ۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تو اس کو بہت سی چیزوں سے پاک کر دیا ہے ۔وہ کہنے لگا کہ جھوٹے کو اللہ تعالیٰ اپنے وطن سے دور اپنے اہل و عیال سے دور موت دے ۔

سرکار دو عالم ﷺ نے آمین کہا۔

اور اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا وہ پہلے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ گیا۔ پھر طائف گیا۔ جب طائف فتح ہوا تو شام بھاگ گیا۔ اور بڑی کسمپرسی میں وہاں ہلاک ہوا۔

سرکار دو عالم ﷺ فرماتے تھے کہ اس کو ابو عامر راہب نہیں بلکہ ابو عامر فاسق کہا کرو۔

خزرج کے لوگوں میں سے منافق عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ یہ بہت بلند قامت تھا۔ اوس و خزرج دونوں قبیلوں نے اس کو اپنا سردار مان لیا تھا۔ اور اس کی رسم تاج پوشی کے لیے سونے کا تاج بھی بننا دے دیا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے ۔اور اس کی سرداری بھی غائب ہوگئی۔ یہ آپ سے بہت حسد کرتا تھا۔

ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ اسامہ بن زید کو اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ ؓ کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لے گئے ۔جب حضور ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس سے گزرے تو اتر کر اس کے پاس تشریف لائے ۔اور کچھ دیر اس کے پاس بیٹھے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی، بشارتیں دیں اور اس کی نافرمانی سے ڈرایا۔ یہ بدبخت کہنے لگا۔ اگرچہ آپ کی باتیں حق ہی ہوں تو بھی آپ یہ باتیں اس کو سنائیں جو آپ کے پاس آئے ۔اور جو آپ کے پاس نہ آئے اس کے پاس جا کر اسے نہ سنائیں ۔جسے وہ پسند نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ اس کی یہ گستاخی برداشت نہ کر سکے ۔فوراً بولے ۔ یارسول اللہ ﷺ آپ شوق سے ہمارے پاس تشریف لائیں ۔ہماری مجلسوں ہمارے گھروں میں اپنی آمد سے رونق بخشیں ۔بخدا یہ ایسی چیز ہے جسے ہم پسند کرتے ہیں ۔ اور یہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں شرف بخشا ہے ۔ہماری عزت افزائی کی ہے ۔اور ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی ہے ۔

حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے ۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر عبداللہ بن ابی کی باتوں کا اثر تھا۔سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ناگواری کا اثر چہرہ مبارک پر پہچان لیا۔ اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول اللہ ﷺ ۔ چہرہ مبارک پر ناگواری کا اثر محسوس کر رہا ہوں ۔آپ علیہ السلام نے اسے عبداللہ بن ابی کی بات سنائی ۔حضرت سعد بن عبادہ نے عرض کی ۔ یارسول اللہ ﷺ آپ رنجیدہ نہ ہوں اس کو اس بات کا رنج ہے کہ آپ علیہ السلام کے تشریف لانے سے پہلے ہم نے اس کو سردار مان لیا تھا۔ اور اس کے لیے سونے کا تاج بنوا رہے تھے ۔لیکن آپ علیہ السلام کی آمد کے بعد اس کی سرداری جاتی رہے ۔

اس کے علاوہ کچھ منافق لوگوں نے مسجد ضرار بنائی تھی۔ اور سرکار دو عالم ﷺ نے اس کو جلانے کا حکم ارشاد فرما دیا تھا۔

ایک منافق مربع بن قبطی تھا۔ یہ بوڑھا بھی تھا۔ اور اندھا بھی تھا۔ جب سرکار مدینہ ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ اس کی زمین سے احد کی طرف جاتے ہوئے گزرے تھے تو اس نے آپ علیہ السلام پر نعوذ باللہ مٹی پھینکی تھی۔ اور بدزبانی کی تھی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آنکھوں کا اندھا ہی نہیں بلکہ دل کا بھی اندھا ہے۔

اس کو قوم والوں نے ہی بعد میں قتل کر دیا۔

ایک منافق بنی ظفر کا حلیف تھا۔ اس کا نام قزمان تھا۔ اس نے غزوہ احد میں مسلمانوں کی طرف سے ہو کر کفار کے نو آدمی مارے تھے۔ اور بہت داد شجاعت دی تھی۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے اِسے ارشاد فرمایا تھا کہ یہ جہنمی ہے۔ ایک صحابی اس کے پیچھے پیچھے رہے تاکہ دیکھیں کہ باوجود اتنی شجاعت کہ یہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرما دیا ہے جہنمی ہے یہ کیا کرتا ہے۔ جب یہ زخموں کے چور ہو گیا تو اس نے تلوار کو زمین میں گاڑ کر اپنے جسم کو اس کے اوپر گرا کر خودکشی کر لی۔ اور مرتے ہوئے کہ کہنے لگا کہ میں مسلمانوں کی خاطر نہیں بلکہ اپنی قومی غیرت وحمیت کے لیے لڑا ہوں۔ اور جہنم واصل ہو گیا۔

ابن اسحاق کے مطابق قبیلہ خزرج میں سے رافع بن ودیع، زید بن عمرو، عزو بن قیس، قیس بن عمرو بن سہل اور جد بن قیس بھی تھے۔ ان کا سرغنہ عبداللہ بن ابی سلول تھا۔

اس کے علاوہ بنی عوف میں سے ودیعہ اور مالک بن ابی نوفل سوید اور داعس بھی تھے۔ یہ لوگ بھی منافق تھے۔

(الاکتفاء جلد اول صفحہ ۴۸۲، سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۲۰۳، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۳۶)

غزوات وسرایا کے مقاصد

حضور اکرم ﷺ پر کفار نے بہت ظلم وستم ڈھائے تھے۔ انہوں نے اسلام کی شمع کو گل کرنے کی کونسی کوشش و سازشیں تھیں جو نہ کی ہوں۔ جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے ان لوگوں پر بھی کفار نے ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی۔ شعب ابی طالب میں کس طرح کافروں نے مسلمانوں پر ظلم وستم کیا تھا اور کوئی چیز بھی ان تک پہنچنے نہیں دیتے تھے اور بھوک سے مسلمانوں کے بچے اتنے بلکتے اور روتے تھے کہ ان کی آوازیں مکہ مکرمہ میں کفار کے گھروں میں پہنچتی تھیں۔ لیکن پھر بھی ان ظالموں کے دلوں میں ترس پیدا نہیں ہوتا تھا۔

کس طرح ان ظالموں نے سرور کائنات نور مجسم پیکر حسن عالم ﷺ کو طائف کی گھاٹی میں پتھروں سے مشق ستم بنایا تھا اور باوجود کہ سرکار دو عالم ﷺ چاہتے تو یہ لوگ دو پہاڑوں میں پس کر ہلاک ہو سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو معاف فرمایا۔ اور کمال حوصلے کے ساتھ ان کے لیے دعا فرمائی اور واپس اس امید کے ساتھ تشریف لے آئے کہ شاید ان کی اولادیں ہی مسلمان ہو جائیں۔

اور مسلمانوں پر کفار نے اتنے ظلم کیے کہ نوع عالم میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ کئی دفعہ مسلمانوں نے آقا علیہ السلام ﷺ

سے بدلہ لینے کے لیے عرض کی۔لیکن حضور ﷺ نے سب کو صبر کرنے کی تلقین فرمائی۔اور فرمایا کہ ابھی مجھے جنگ کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

پھر حضور اکرم ﷺ کو مدینہ جانے کی اجازت مل گئی۔اور سرکار دو عالم ﷺ یہاں تشریف لے آئے۔اور جو آپ ﷺ پر ایمان لائے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ آپ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔

لیکن اب بھی ظالموں کو سکون نہ آیا۔انہوں نے یہاں بھی اپنی کارروائیاں جاری رکھیں۔انہوں نے یہاں عبداللہ بن ابی اور اوس وخزرج کے منافقین کو خط لکھا کہ تم لوگ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کر کے ان کو باہر نکال دو ورنہ ہم تمہارے ساتھ جنگ کر کے تمہیں قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو لونڈیاں بنالیں گے۔

منافق عبداللہ بن ابی نے اپنے حواریوں کو اکٹھا کیا اور مشورہ کیا اور انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

جب سرکار دو عالم ﷺ کو ان کی اس سازش کا علم ہوا تو آپ علیہ السلام اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کے پاس تشریف لے گئے۔اور ان سے دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ ''اگر قریش کی دھمکی سے مرعوب ہو کر تم ہمارے ساتھ جنگ کرو گے تو تمہیں زیادہ نقصان ہوگا نسبت اس کے کہ تم اہل مکہ کے ساتھ جنگ کرو۔کیونکہ وہ تمہارے رشتہ دار نہیں۔تمہارے قبیلہ کے افراد نہیں۔ ان سے لڑائی کے وقت تم ان کو قتل کرو۔تو تم اغیار کو قتل کرو گے۔لیکن اگر ہمارے ساتھ جنگ کرو گے تو تمہیں اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں اور اپنے عزیز و اقارب جو مسلمان ہو چکے ہیں ان سے جنگ کرنا پڑے گی۔اس طرح تم اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں اور اپنے رشتہ داروں کو قتل کرو گے۔تم خود سوچ لو کہ تمہارے لیے کون سا راستہ بہتر ہے۔''

سرکار دو عالم ﷺ کے فرمان مبارک کا ایسا اثر ہوا کہ وہ سب لوگ منتشر ہو گئے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کا منصوبہ ناکام ہوگیا۔

یہی طریقہ کار کفار مکہ نے یہود کیساتھ اپنایا۔انہوں نے دونوں قبیلوں بنی نظیر اور بنو قریظہ کو بھی برانگیختہ کر دیا تھا۔انہوں نے بھی سب معاہدے پس پشت ڈال دیے تھے۔ان لوگوں نے بھی سرکار مدینہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے تیس اصحاب کو لے کر فلاں مقام پر آئیں۔ہم بھی اپنے تیس اصحاب کو لے کر وہاں آجاتے ہیں۔ہمارے علماء آپ کی بات سنیں گے۔ اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کر دی تو ہم ایمان لے آئیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے مجمع عام میں اس مقام کے بارے میں اعلان فرمایا۔دوسرے روز آقا دو جہان ﷺ اپنی فوج لے کر تشریف لائے اور بنی نضیر کا محاصرہ کرلیا اور فرمایا:

''بخدا جب تک تم میرے ساتھ امن کا معاہدہ نہ کرو میں تمہیں امن نہیں دوں گا۔''

لیکن انہوں نے معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا۔چنانچہ اس روز ان سے جنگ ہوئی۔

دوسرے دن حضور اکرم ﷺ نے اپنے لشکر سمیت بنی قریظہ کی بستی پر چڑھائی کی۔۔اور انہیں معاہدہ کرنے کی دعوت

دی ۔ چنانچہ یہ لوگ معاہدہ کرنے پر رضامند ہو گئے ۔ 

یہاں سے فارغ ہو کر نبی کریم ﷺ پھر بنی نضیر کی بستی کی طرف تشریف لائے اور پھر ان سے جنگ کی ۔ یہاں تک کہ انہوں نے مدینہ طیبہ سے جلاوطنی پر آمادگی ظاہر کر دی ۔ چنانچہ بنی نضیر یہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے ۔ اور جاتے ہوئے انہوں نے اپنے دروازوں تک کو اپنے اونٹوں پر لادا ۔ اور چلے گئے ۔

کفار مکہ نے براہ راست مسلمانوں کو بھی دھمکی آمیز خط لکھے کہ

"مسلمانوں تم خوش نہ ہو کہ تم ہمارے چُنگل سے بچ کر نکل گئے اور آزادی سے زندگی بسر کر رہے ہو ۔ یاد رکھو کہ ہم تمہاری بستی پر چڑھائی کریں گے ۔ اور تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے ۔"

ان حالات میں حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی تربیت کے لیے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں مختلف جگہوں پر بھیجنا شروع فرما دیا ۔ تاکہ بوقت ضرورت یہ جہاد کر سکیں ۔ اور گردونواح کے محل وقوع سے بھی یہ واقفیت حاصل کر لیں ۔ اور جو شاہراہ تجارت شام کو جاتی تھی ۔ اور اس پر کفار مکہ کے قافلے آتے جاتے رہتے تھے اس کا کنٹرول بھی حاصل کر لیا ۔ یہ بحر احمر کے کنارے کنارے یمن سے شام کی طرف جاتی تھی ۔ صرف اہل مکہ کی تجارت تقریباً دو اڑھائی لاکھ کے قریب ہوتی تھی ۔ اور سامان سے لدے ہوئے دو دو ہزار اونٹوں تک کا قافلہ بھی ہوتا تھا ۔ اہل مکہ کا دارومدار صرف تجارت پر تھا ۔ اس طرح شاہراہ تجارت پر کنٹرول سنبھالنے کے بعد کفار مکہ کی نخوت وثروت پر کاری ضرب پڑی ۔

ان ابتدائی فوجی مہموں میں دس بارہ لوگوں سے لے کر تقریباً اسی لوگوں تک ہی لوگ ہوتے تھے جن مہموں میں سرکار دو عالم ﷺ کسی اصحابی کو امیر بنا کر بھیجتے اس کو سریہ کہتے ہیں ۔ اور جس مہم میں آقا دو جہاں ﷺ بنفس نفیس خود شرکت فرمائے اس کو غزوہ کہتے ہیں ۔

اس طرح سے حضور نبی کریم ﷺ نے شاہراہ تجارت کے گردونواح کے قبیلوں سے بھی معاہدے فرما لیے تھے ۔ جن غزوات میں سرکار دو عالم علیہ السلام نے شرکت فرمائی ان کی کل تعداد ستائیس یا انتیس ہے ۔

(سنن ابوداؤد جلد دوم صفحہ ۶۸،۶۷، سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۳۸۴، ضیاء النبی صفحہ ۲۴۷-۲۵۶)

سرایہ وغزوات

سریہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں یہ لشکر کفار کے تجارتی قافلہ پر چھاپہ مارنے کے لیے بھیجا۔ یہ لشکر تیس افراد پر مشتمل تھا۔ اس میں صرف مہاجرین شامل تھے۔ جنگ بدر سے پہلے سب مہموں میں صرف مہاجرین شامل تھے۔ جنگ بدر کے موقع پر انصار نے بڑی عاجزی کے ساتھ عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی آپ کے ساتھ جہاد کیا کریں گے۔ اور آپ علیہ السلام کی حفاظت فرمائیں گے۔ چاہے آپ علیہ السلام سمندر میں ہی کیوں نہ ہمیں کودنیں کا حکم فرمائیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر جائیں گے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف مہاجرین کی تخصیص ختم کر دی تھی۔ اس لشکر کا جھنڈا خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے باندھا۔ اس لشکر کا سامنا الحیص کی سمت مین سیف البحر میں سمندر کے پاس کفار کے قافلے سے ہو گیا۔ اس قافلے کا سربراہ ابو جہل تھا۔ اور اس کے ساتھ تین سو لوگ قافلے کی حفاظت کے لیے تھے۔ دونوں لشکروں نے جنگ کے لیے صفیں باندھ لیں۔ قریب تھا کہ جنگ شروع ہو جائے کہ قبیلہ جہنیہ کے سردار عمرو بن الجہنی نے جنگ روکنے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ اس کے دونوں فریقوں سے اچھے تعلقات تھے۔ وہ کئی بار دونوں فریقوں کے پاس گیا۔ اور بڑے خلوص سے ان کے درمیان صلح کی کوشش کی۔ ابو جہل نے باوجود کے اس کے ساتھ تین سو کا لشکر تھا اس میں عافیت سمجھی کہ صلح کر لے اور یوں دونوں لشکر بغیر لڑائی کے جدا ہو گئے۔ مسلمان واپس مدینہ طیبہ آ گئے۔ واپس آ کر انہوں نے سارے سفر کے حالات سے آقا علیہ السلام کو آگاہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ الجہنی مبارک خصلتوں والا بابرکت شخص ہے۔" (معجم البلدان جلد اول، صفحہ ۳۹۹، سبل الھدیٰ والرشاد، جلد چہارم، صفحہ ۱۶)

سریہ عبیدہ بن حرث رضی اللہ عنہ

رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبیدہ بن حرث رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت ساٹھ یا اسی مہاجرین کو بھیجا۔ اس میں بھی کسی انصار کو دعوت نہیں دی گئی۔ یہ ہجرت کے آٹھ ماہ بعد شوال کے مہینہ میں بھیجا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفید رنگ کا پرچم حضرت مسطح کو باندھ کر دیا۔ ثنیۃ المرہ کے پاس جو چشمہ ہے یہ دس میل کے فاصلے پر جحفہ میں ابلخ کی وادی میں واقع ہے۔ یہاں خبر ملی تھی کہ ابوسفیان اپنے دو سو جوانوں کیساتھ فروکش تھا۔ جب دونوں لشکروں کی مدبھیڑ ہوئی تو سب سے پہلا تیر مسلمانوں کی طرف سے کفار پر چلانے

والے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ تھے۔اور انہوں نے اپنے سارے تیر چلا دیے اور ہر تیر سے کوئی نہ کوئی زخمی ہوا۔

ابوسفیان کے قافلہ سے دو شخص جو پہلے مسلمان ہو چکے ہوئے تھے موقع دیکھ کر فرار ہو کر مسلمانوں کے لشکر میں آملے۔ یہ دو شخص بن زہرہ کے حلیف مقدار بن عمرو لبرانی اور بنی نوفل بن عبدمناف کے حلیف عتبہ بن غزوان بن جابر مارنی تھے۔ابن اسحاق کے مطابق کفار کا سردار عکرمہ بن ابوجہل تھا اور ابن ہشام کے مطابق مشرکین کا سردار اس وقت مکرز بن حفص بن احفیف بن معیص بن عامر بن معتی میں سے ایک شخص تھا۔ ابن اسحاق نے اس سریہ کو پہلا قرار دیا ہے۔(الامتاع جلد اول،صفحہ ۲۶)

سریہ سعد بن ابی وقاص

رسول اللہ ﷺ نے آٹھ آدمیوں کے ساتھ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو سربراہ بنا کر روانہ فرمایا اور مقدا بن عمرو بن البہرانی کو سفید رنگ کا پرچم عطا فرمایا۔ یہ سریہ ہجرت کے نو ماہ بعد ذیقعدہ کے مہینہ میں بھیجا گیا۔اور ہدایت کی کہ قافلہ کے تعاقب میں الخرار سے آگے نہیں بڑھیں۔ یہ ایک بستی ہے جو جحفہ کے قریب ہے یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپے رہتے اس طرح یہ پیدل چلتے ہوئے پانچ دن میں الخرار پہنچے تو پتہ چلا کہ قافلہ ایک دن پہلے یہاں سے آگے چلا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق یہ یہاں سے ہی واپس لوٹ آئے۔(الامتاع جلد اول صفحہ ۶۷، خاتم النبیین جلد دوم صفحہ ۵۷۷،الطبقات جلد دوم صفحہ ۷)

سلسلہ غزوات

غزوہ ابواء

پہلا غزوہ مبارک رسول اللہ ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے بارہ ماہ بعد ابواء کی طرف ماہ صفر میں پہلا سفر جہاد فرمایا۔اس کا مقصد بھی قریش کے تجارتی قافلہ پر چھاپہ مارنا تھا۔اس میں حضرت حمزہ ؓ کو علم عطا فرمایا گیا اور سعد بن عبادہ ؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا گیا۔جب یہ لشکر ابواء کے مقام پر پہنچا تو قافلہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔اس میں بھی صرف مہاجرین شریک ہوئے۔اس علاقے میں بنو حمزہ قبیلہ آباد تھا۔اس غزوہ کو غزوہ ودان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یہ بحر احمر کے ساحل کے پاس فرعہ ضلع کے قریب واقع تھا۔ یہاں دو شہر آباد تھے۔جن میں سات یا آٹھ میل کا فاصلہ ہے۔

بنو حمزہ قبیلہ کے سردار کا نام مخشی بن عمرو الضمری تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اس سے دوستی کا معاہدہ کیا۔کیونکہ یہ لوگ ابھی مشرک تھے۔اور یہ جگہ قریش کے قافلوں کی گزرگاہ سے قریب تھی۔اس لیے ان سے معاہدہ بڑے دوررس نتائج رکھتا تھا۔ یہ معاہدہ درج ذیل ہے:

''اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت رحم کرنے والا نہایت مہربان ہے۔ یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے لکھی گئی ہے۔ یہ بنی ضمرہ کے لیے ہے۔ یعنی وہ امن سے رہیں گے اور ان کی جان و مال کو امن ہوگا۔ اور جو آدمی ان کے ساتھ مقابلے کا ارادہ کرے گا انہیں اس کے خلاف مدد دی جائے گی۔ بجز اس کے کہ وہ اللہ کے دین میں لڑائی کرے یہ معاہدہ باقی رہے گا۔ جب تک کہ سمندر کا پانی اون کو گیلا کرتا رہے گا۔ اور نبی کریم ﷺ جب ان کو اپنی مدد کے لیے دعوت دیں گے تو وہ اس دعوت پر لبیک کہیں گے۔ اور جو ان پر حملہ کرے گا چاہے نیک اور متقی ہو اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) اس بات کے ذمہ دار ہیں۔ کہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' (ضیاء النبی جلد سوم، صفحہ ۲۷۰، سبل الہدیٰ جلد چہارم، صفحہ ۲۵، الوثائق السیاسیہ صفحہ ۲۶۷)

غزوہ بواط

رسول خدا حضور نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ دو سو سواروں کو لے کر ہجرت کے تیرہ ماہ بعد ابن سعد کے مطابق ربیع الاول اور ابن ہشام کے نزدیک ربیع الثانی میں بواط کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں سرکار دو عالم ﷺ نے بقول ابن سعد سعد بن معاذ کو اور بقول ابن ہشام، صائب بن عثمان ابن مظعون کو نائب مقرر فرمایا۔ بواط جہنیہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جو رضواء پہاڑ کے نزدیک ہے۔ اور ینبع کے قریب واقع ہے۔ کفار قریش کا ایک قافلہ امیہ بن حلف کی قیادت میں آرہا تھا۔ اس کے ساتھ سو مسلح لوگ تھے۔ اور اونٹوں کی تعداد دو ہزار پانچ سو تھی۔ لیکن جب آپ علیہ السلام بواط کے مقام پر پہنچے تو قافلہ نکل گیا تھا۔

غزوہ صفوان

رسول خدا ﷺ اپنے ساتھ مہاجرین کی جماعت لے کر ہجرت سے تیرہ ماہ بعد ۱۰ ربیع الاول کو لے کر نکلے۔ مدینہ طیبہ میں حضرت زید بن حارث کو نائب مقرر فرمایا۔ اور اس لشکر کا علمبردار سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقرر فرمایا۔

کفار نے مسلمانوں کو ہراساں کرنے کے لیے مدینہ سے باہر جو مسلمانوں کی چراگاہ تھی وہاں لوٹ مار کرنے کے لیے ایک ٹولی بھیجی۔ ان لوگوں نے کرز بن جابر کی زیر قیادت یہاں چرواہے کو قتل کر دیا اور کچھ درختوں کو کاٹ کر اونٹ اور بکریوں کو ہانک کر لے گئے۔

سرکار دو عالم ﷺ کو جب اطلاع ملی تو آپ نے یہ مہم سر زد کی۔ اور ان کا پیچھا وادی صفوان تک کیا۔ جو بدر کی وادی کے نزدیک ہے۔ لیکن یہ بہت تیزی سے آگے نکل گئے۔ اس غزوہ کو غزوہ بدر الاولی بھی کہتے ہیں۔

غزوہ العشیرہ

حضور نبی کریم رووف الرحیم آقا دو جہان سرکار دو عالم ﷺ اپنے ڈیڑھ سو صحابہ کرامؓ کیساتھ جمادی الاول میں مدینہ

مبارک سے عشیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ ینبع کے علاقہ میں ذوالعشیرہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ یہ ایک قلعہ ہے جو ینبع اور زی المروہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں عرب کی بہت بہترین کھجوریں ہوتی ہیں اور یہ علاقہ بنومدلج قبیلہ کا ہے ان کے پاس سواری کے صرف تیس اونٹ تھے۔ باری باری سوار ہوتے تھے۔

(سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۵۱۳، معجم البلدان جلد چہارم صفحہ ۱۲۷، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۷۲)

رسول خدا ﷺ کفار کے اس قافلے کو ہراساں کرنے کے لیے نکلے جو شام جا رہا تھا۔ اور کفار نے علی اعلان اس میں بہت بڑھ چڑھ کر سرمایا کاری کی تھی۔ تاکہ مسلمانوں کا نام ونشان مٹایا جا سکے۔ اور اس مقصد کے لیے انہوں نے تقریبا پچاس ہزار سونے کی اشرفیوں کے برابر رقم لگائی تھی۔ اور یہ قافلہ ابوسفیان کی قیادت میں شام کی طرف جا رہا تھا۔ رسول خدا ﷺ نے مدینہ طیبہ میں ابوسلمہ بن عبدالاسد کو نائب مقرر فرمایا۔ اور اس لشکر کا جھنڈا سیدنا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ اپنے چچا کو عنایت فرمایا۔

مدینہ منورہ سے چل کر رسول خدا ﷺ پہلے مقام نقب بنی دینار تشریف لائے۔ پھر وہاں سے آپ فیض الحبار پہنچے اور پھر یہاں سے آگے بڑھ کر بطحا بن الازہر کے قریب پڑاؤ فرمایا۔ جہاں ایک درخت کے نیچے سرکار دو عالم ﷺ کا خیمہ نصب کیا گیا وہاں آپ نے نماز بھی ادا فرمائی۔ یہیں کچھ عرصہ بعد مسجد بھی بنائی گئی تھی۔ یہاں پر ہی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے فوجی رسالے کے لیے کھانا تیار کیا گیا اور چولہے کے وہ پتھر اَب تک جوں کے توں پڑے ہیں۔ یہاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا اور جس جگہ سے پانی لایا گیا وہ مشیرب کہلاتی ہے۔ یہ ایک چشمہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ یہاں سے آگے بڑھتے ہوئے راستے میں ان کنوؤں کو پیچھے چھوڑتے چلے گئے۔ جو خشک تھے اور سفر کرتے ہوئے شعبہ عبداللہ پہنچے۔ پھر یہاں سے حسب الشاد مصری پہنچے اور ابن ہشام کے مطابق حي ہے اور خشی کے مطابق حسب الشاد ہے اور ابن اسحاق کے مطابق مبغہ سے ہوتے ہوئے مخیرات یمام اور مقام فرش کے پتھریلے میدانوں کو طے کرتے ہوئے مقام عشیرہ کے صاف راستے پر پہنچے۔ تو پتہ چلا کہ قافلہ یہاں سے چند روز پہلے گزر کر آگے جا چکا ہے۔ یہاں چند روز قیام فرمایا گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہاں بنی مدلج جو بنی ضمرہ کے حلیف تھے سے انہی شرائط پر دوستی کا معاہدہ فرمایا جس طرح آپ علیہ السلام نے بنی ضمرہ کے ساتھ فرمایا تھا۔ یہاں ایک باغ میں چند لوگ کھجوروں کے درختوں کو پانی دے رہے تھے۔ کہ حضرت عمار بن یاسر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم وہاں تشریف لے آئے۔ اور کھجور کے درختوں کے ٹھنڈے سائے میں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دری بعد ان کو نیند نے آلیا اور یہ وہیں استراحت فرمانے لگے۔ جس کی وجہ سے زمین کی تمام مٹی ان کے کپڑوں پر لگ گئی۔ کچھ دیر بعد سرکار دو عالم ﷺ کا گزر ادھر سے ہوا۔ آپ ﷺ نے ان کو سوتے دیکھ کر ان کے پاس تشریف لے آئے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو تمام جسم مٹی سے بھر گیا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے پاؤں سے سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کو جگاتے ہوئے فرمایا:

''اے ابوتراب (مٹی کے بیٹے) اُٹھو۔'' 47

اس دن سے آپ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو لگی ہوئی مٹی نہایت محبت سے صاف کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تم کو وہ دو شخص نہ بتاؤں کہ جو مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔ ہم نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ والی اونٹنی کو ہلاک کیا یعنی قتل کیا اور دوسرا وہ شخص جو اے علی رضی اللہ عنہ تمہارے اس جگہ ضرب لگائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھا اور داڑھی کو پکڑتے ہوئے فرمایا کہ یہ خون سے تر ہو جائے گی۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے سترہ ماہ بعد یہ دستہ روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو ایک دن سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ صبح کی نماز میں مسلح ہو کر آنا۔ جب وہ صبح حاضر ہوئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ابی بن کعب سے خط لکھوا کر عبداللہ بن جحش کو دیا اور آپ کے ہمراہ آٹھ یا بارہ مہاجروں کو کر دیا۔ اور فرمایا کہ نجد کی طرف منہ کر کے چل پڑو اور دو راتیں سفر کرنے کے بعد اس خط کو کھولنا۔

جب الارشاد انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب خط کو کھولا تو لکھا تھا۔

''اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے سفر جاری رکھو۔ یہاں تک کہ بطن نخلہ پہنچ جاؤ۔ کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا۔ وہاں پہنچ کر قریش کے قافلہ کا انتظار کرنا۔ اور ان کے حالات سے ہمیں آگاہ کرنا۔''

اس مہم کا مقصد بھی حسب معمول کفار کو دہشت زدہ کرنا تھا۔ تاکہ ان کے دلوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں ہر طرح کے حکم کا مطیع ہوں، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے ساتھیوں پر زبردستی نہ کرنا۔ لہٰذا تم میں سے جو شہادت کی آرزو رکھتا ہو وہ میرے ساتھ چلے۔ اور جو واپس جانا چاہے وہ چلا جائے۔ مگر کوئی بھی ساتھی واپس نہیں آیا۔ اور سب ان کیساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب یہ مقام بحران تک پہنچے تو سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کا اونٹ گم ہو گیا۔ یہ دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ یہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے اور عبداللہ بن جحش باقی ساتھیوں کے ساتھ مقام نخلہ پہنچ گئے۔ وہاں ان کا سامنا قریش کے اس قافلے سے ہوا۔ جس میں کشمش، چمڑا اور مال تجارت کثرت سے تھا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضری بھی تھا۔ کفار کے قافلہ میں اس کے علاوہ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ مخزومی اور حکم بن کیسان ہشام بن مغیرہ کا غلام بھی اس قافلہ میں شریک تھے۔

عکاشہ بن محصن نے کفار کے سامنے آنے سے پہلے سر منڈوا لیا۔ تاکہ کفار سمجھیں کہ یہ عمرہ کرنے کے لیے جا رہے



ہیں۔ مسلمان ٹیلہ کے اوپر چڑھ گئے۔

کفار پہلے تو مسلمانوں کو دیکھ کر سہم گئے۔ لیکن جب ان کی نظر عکاسہ بن محصن پر پڑی اور انہوں نے ان کا سر منڈا ہوا دیکھا تو مطمئن ہو گئے کہ یہ لوگ عمرہ کے لیے جارہے ہیں۔ اور ڈر کی کچھ بات نہیں۔

اب مسلمانوں نے سوچا کہ آج رجب کا آخری دن ہے۔ اگر ان سے لڑتے اور ان کو قتل کرتے ہیں تو یہ مہینہ حرام ہے۔ اور اگر ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو یہ پھر حرم کی حدود میں داخل ہو جائیں گے اور پھر یہ ہمارے ہاتھ نہیں آئیں گے۔

آخر مسلمانوں نے اپنے دل قوی کر کے جنگ کرنے پر ہی اتفاق کیا۔

واقد بن عبداللہ تمیمی نے ایک تیر ابن حضری کے ایسا مارا جس سے وہ جانبر نہ ہوسکا اور جہنم رسید ہوا۔

عثمان بن عبداللہ وحکم بن قیس کو مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ اور نوفل بن عبداللہ بھاگ گیا۔ باوجود تلاش بسیار وہ نہ ملا۔

حضرت عبداللہ بن جحش ان دونوں قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ مال غنیمت کے ساتھ پہنچ گئے اور آتے ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے پہلے ہی مال غنیمت سے پانچواں حصہ سرکار دو عالم ﷺ کے لیے نکال لیا تھا۔ انہوں نے سارا واقعہ سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کیا۔ اور مال غنیمت بھی پیش کیا۔ یہ واقعہ خمس کے فرض ہونے سے پہلے کا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے خمس مال غنیمت لینے سے انکار فرما دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے تم سے کب کہا تھا کہ تم حرام مہینہ میں جنگ کرو۔

حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی بہت رنجیدہ ہوئے کہ ہم سے غلطی ہوگئی ہے۔ سب مسلمان بھی ان کی اس حرکت کو برا سمجھتے تھے۔

قریش یہ کہنے لگے کہ محمد ﷺ کے صحابہ نے حرام مہینہ کو بھی حلال کرلیا ہے۔ اور اس میں خون بہایا ہے اور مال لوٹا ہے۔ اور لوگوں کو بھی قید کیا ہے۔ مکہ کے مسلمان ان کو کہتے تھے کہ یہ دن شعبان کا تھا رجب کا نہیں تھا

آخر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حق میں یہ آیت شریف نازل فرمائی۔

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ

ترجمہ: اور آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ حرام مہینہ میں لڑنا کیسا ہے۔ آپ فرمادیں کہ حرام مہینہ میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اور خدا کی راہ سے روکنا یعنی لوگوں کو مسلمان نہ ہونے دینا اور لوگوں کو مسجد حرام میں نہ جانے دینا اور اس کے اہل یعنی مسلمانوں کا اس سے نکال دینا۔ اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہ۔ اور یہ کفار اے مسلمانوں تم

سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے۔تا کہ ان سے ہو سکے تو تم کو اپنے دین سے پھیر دیں۔

جب یہ آیت شریف نازل ہوئی تو پھر مسلمانوں کا تردد ختم ہوا اور سرکار دو عالم ﷺ نے بھی خمس قبول فرمایا اور قیدیوں کو اپنے قبضہ میں کیا۔

قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن قیسان کے چھڑانے کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس فدیہ بھیجا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان واپس نہیں آجاتے ہیں قیدیوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ اور اگر ان کو تم لوگوں نے ہلاک کر دیا تو ان کے بدلے ان قیدیوں کو ہلاک کر دوں گا۔

چنانچہ جب تک سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان واپس نہیں آگئے ان قیدیوں کو نہیں چھوڑا گیا۔

ان میں سے حکم بن کیسان تو مسلمان ہو گئے اور اس کا اسلام بہت اچھا ہو گیا۔ یہاں تک کہ بئر معونہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ اور عثمان بن عبداللہ مکہ مکرمہ چلا آیا۔ اور کفر کی حالات میں ہی مر گیا۔

عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کیا ہمیں اس غزوہ کا ثواب ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں آیت شریف نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۲۱۸

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور راہ خدا میں جہاد کیا وہ خدا کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور خدا بخشنے والا رحمت فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے مسلمانوں کے فعل کو صحیح قرار دے دیا کہ

''آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ حرام مہینہ میں جنگ کرنے کا کیا حکم ہے۔ آپ ﷺ فرما دیں کہ لڑائی کرنا اس میں بڑا گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روک دینا۔ اور کفر کرنا اور مسجد حرام سے اس میں بسنے والوں کو نکال دینا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

اور یہ بھی فرمایا کہ ''فتنہ و فساد قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔''

اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ ''یہ کافر آپ سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ان سے بن پڑے تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔''

دین کی راہ اور زندگی کا مقصد

یہ ہیں وہ گناہ عظیم جن کی پاداش میں مسلمان کفار سے برسرِ پیکار ہوئے۔ ان لوگوں نے تیرہ چودہ سال مسلمانوں پر اور

آقا دو جہان ﷺ پر کون سا ظلم تھا جو نہ کیا۔کس طرح حق کے ماننے والوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔اپنی پوری قوت و طاقت سے کفار نے اور طاغوتی طاقتوں نے مل کر اسلام کے ننھے پودے کو اکھاڑنے کی کوششیں کیں۔کس طریقے سے اور ظلم سے معصوم بچوں اور عورتوں اور بے گناہ مردوں کو صرف کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے جرم میں قید کیا گیا۔اور بچوں اور بوڑھوں کی دم توڑتی سسکیوں کی بھی پرواہ نہ کی گئی۔اور کلمہ توحید کہنے کے جرم میں کس طریقے سے چلچلاتی دھوپ میں گرم گرم ریت اور گرم گرم چٹانوں پر لٹایا گیا۔گرم گرم انگاروں پر لٹایا گیا۔۔اور گلیوں میں گھسیٹا گیا۔لیکن کسی مسلمان نے سی تک نہ کیا۔

کون سا ظلم تھا جو حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ پر نہ ڈھایا گیا۔ان عقل کے اندھوں نے یہ نہ سوچا کہ آپ ﷺ فرماتے کیا ہیں۔تعلیم کس چیز کی دیتے ہیں۔اس میں بھلائی کس کی ہے۔نہ آپ ﷺ نے ان سے کوئی روپیہ پیسہ مانگا نہ کوئی عہدہ چاہا۔اور نہ ہی کوئی سلطنت چاہی۔

صرف نوع انسانی کے بھلے کے لیے ساری ساری رات حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو ہو کر روتے رہے۔کہ کاش ان کی آخرت سنور جائے۔کاش یہ اسفل السافلین سے اعلیٰ علیین میں پہنچ جائیں۔یہ لکڑی اور پتھر کے بے جان اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے پتھروں کی پوجا چھوڑ کر جو نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ایک خدائے واحد پر ایمان لے آئیں۔جو ساری کائنات کا اکیلا اور یکتا وارث ہے۔مالک ہے آقا ہے۔نگہبان ہے۔ پیدا کرنے والا ہے۔جو رات اور دن کو لے کر آتا ہے۔جس نے سورج اور چاند کو اپنے اپنے کاموں پر لگایا ہوا ہے۔جو پالنے والا ہے۔نعمتیں بانٹنے والا ہے۔قیامت کے دن کا مالک ہے۔جنت و دوزخ کا مالک ہے۔وہی غریبوں کا آسرا ہے۔وہی تمام نبیوں اور رسولوں کا بھیجنے والا ہے۔جس نے مردہ زمین سے ہمارے لیے اناج اگائے۔قسم قسم کے میوہ جات پیدا فرمائے ہیں۔تاکہ سب مخلوق اس سے مستفید ہو۔وہی رات کو آرام کے لیے لاتا ہے۔وہی صبح اٹھاتا ہے۔اس کی ساری تعریفیں ہیں۔اس کی سب پاکیاں ہیں۔اسی کی سب بڑائیاں ہیں۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں۔کوئی اس کا ثانی نہیں۔وہی معبود برحق اکیلا ہے۔یکتا ہے۔نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ ہی وہ جنایا گیا۔وہ بے نیاز ہے۔اور اس کی ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔اگر روئے زمین کی تمام مخلوق (نعوذ باللہ) اس سے سرکشی کرے اس کہ نہ مانے تو اِس کی بادشاہی کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔لیکن وہ اپنے بندوں سے کفر پسند نہیں کرتا ہے۔اسی نے زندگی وموت کو پیدا فرمایا۔تاکہ آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔اور وہ زبردست بخشنے والا مہربان ہے۔جس نے کیسے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔اور اے دیکھنے والے کیا تو ان آسمانوں میں کوئی نقص دیکھتا ہے۔غور سے دیکھ اور بار بار پلٹ کر دیکھ کہیں کوئی نقص دیکھتا ہے۔تیری نظر پلٹ کر تھک ہار کر تیری طرف واپس آجائے گی۔اور اس نے کیسا آسمانوں کو ستاروں کے ساتھ مزین کیا۔اور اسی نے تمام آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا فرمایا۔اور زمین کو کیسے تہہ در تہہ بچھایا اور اس میں کیسی کیسی نعمتیں پیدا فرمائیں۔تاکہ میرے بندے ان سے مستفید ہوں۔اور اس خدائے واحد کا شکر ادا کریں۔وہ ہم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا ہے۔

وہ ہم کو ہمارے ہی بھلے کے لیے چاہتا ہے۔ 

اے انسان تو کاہے کو اپنے رب کریم سے دور بھاگ رہا ہے۔ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر پورا بنایا پھر جس خوبصورت صورت میں چاہا تجھے اٹھا کھڑا کیا۔

اے انسان تجھے بچ بچ کر چلنا ہے۔ اور پھر رب سے آ ملنا ہے۔

اے انسان تو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ اور تو کیا سمجھتا ہے کہ تجھ کو یوں ہی پیدا فرمایا گیا ہے۔ تیری ایک ایک چیز بات نوٹ کی جا رہی ہے۔ لکھی جا رہی ہے۔ ایک بہت بڑا کتا بچہ تیار کیا جا رہا ہے۔ ایک ایسی ڈسک تیار کی جا رہی ہے جو چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی نہیں چھوڑے گی۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے بنائے اور جو چیز زمین میں بوتے ہیں اس کے بھی جوڑے بنائے اور خود انسان کے بھی جوڑے بنائے۔ اور اس چیز کے بھی جوڑے بنائے جن کو ہم جانتے نہیں ہیں۔ کبھی اندھیرا ہے تو ساتھ اجالا بھی ہے۔ کہیں شر ہے تو ساتھ خیر بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما دیا۔ اگر دوزخ ہے تو ساتھ جنت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے پیدا فرما دی۔ کوئی بد ہے تو کوئی خدا کے فضل و کرم سے نیک بھی پیدا فرما دیا۔ کہیں دھوپ ہے کہیں چھاؤں ہے۔ کہیں موسم گرم ہے تو کہیں ٹھنڈا ہے۔ کہیں بارش ہے کہیں موسم خشک ہے۔ کہیں کبھی برفانی ہوائیں چل رہی ہیں۔ اور کبھی لو چل رہی ہوتی ہے۔ انسان کے دل میں بھی کبھی برائی کا خیال ڈالا جاتا ہے اور کہیں اس کے دل پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی کا خیال ڈال دیتا ہے۔ تو جو برائی کے خیال پر دوڑ پڑتا ہے اور اس برائی کی مخالفت نہیں کرتا ہے۔ خراب ہوتا ہے۔ اپنے تئیں خراب کرتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سنورتا ہے اپنے لیے سنورتا ہے۔ وہ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے۔

ہر ہر چیز کی دوئی ہے۔ اگر یکتا ہے تو وہ خدائے واحد لا شریک ہے۔ اگر کسی کو تغیر نہیں تو صرف اسی کی ذات ہے۔ حتی کہ انسان کا اپنی بیوی کے پاس جانا اور سکون حاصل کرنا بھی ذات وحدہٗ لا شریک لہ کی توحید کا پتہ دیتا ہے کہ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور نہ ہی وہ کسی کا بیٹا ہے۔

اگر انسان کا اس زندگی کا مقصد اگر صرف اولاد پیدا کرنا ہو تو اتنی حقیر سے حقیر مخلوق اتنے بچے پیدا کرتی ہے۔ اتنے انڈے دیتی ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ مکھیوں مچھروں کو ہی لے لیں۔ دیمک کا وہ چھوٹا سا کیڑا جو مکڑی کو لگتا ہے۔ ایک سیکنڈ میں کتنے انڈے دیتا ہے۔

اگر انسان کی اس زندگی کا مقصد طاقت ہے تو جنگل میں رہنے والے جانور اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہیں۔ کہ یہ ساری زندگی بھی لگا رہے تو اتنی طاقت حاصل نہیں کر سکتا۔

اگر انسانی زندگی کا مقصد محض دوسروں پر غلبہ حاصل کرنا ہی ہو تو ایک جانور کی بھی حکومت اور شیر کا دبدبہ دوسرے جانوروں پر اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اور کوئی اس کے آگے ہل نہیں سکتا۔ اور ایک شیر اور ایک کتا بھی اپنے پیشاب سے

اپنے علاقے کا تعین کرتا رہتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے پیچھے دنیا برباد ہو رہی ہے۔ ہر کوئی بڑا عہدہ چاہتا ہے۔ ہو کوئی حکومت چاہتا ہے۔ ہر کوئی عزت چاہتا ہے۔ حالانکہ سب عزت خدا ہی کی ہے۔

القرآن: فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ط

ترجمہ: اور سب عزتیں خدا کی ہیں۔

اس کا مطلب ہے جو کوئی بھی خدا کے زیادہ نزدیک ہے وہی عزت والا ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ط

ترجمہ: خدا کے نزدیک زیادہ عزت والا وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جلال میں فرما رہے ہوں گے۔

القرآن: لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط

ترجمہ: آج کس کی بادشاہی ہے۔

بڑی دیر تک یہ آواز گونجتی رہے گی۔ کوئی نہیں بولے گا۔ کسی کو جرات ہی نہیں ہوگی بولنے کی۔ اور پھر خود خدائے واحد ہی فرمائیں گے۔

القرآن: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

ترجمہ: آج خدائے واحد قہار کی ہی بادشاہی ہے۔

اور اس دن آوازیں اس کے سامنے پست ہو جائیں گی۔

اس دن بڑے بڑے بادشاہوں کو خدا کی ذات پاک کے فرشتوں نے بالوں کو چوٹیوں سے پکڑ کر زمین آسمان کے درمیان معلق کیا ہوگا۔ اور خدا کی ذات پاک سے پوچھ رہے ہوں گے یا اللہ ان کو کہاں ڈالیں۔ جنت میں ڈالیں یا دوزخ میں ڈالیں۔ اس دن بڑی بڑی دنیاوی عزت والے لوگوں کو دوزخ کی پیپ پلائی جائے گی اور فرمایا جائے گا۔

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾

ترجمہ: آج اس کا مزہ چکھ تو تو دنیا میں بہت عزت والا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اگر زندگی کا مقصد صرف روپیہ پیسہ اور دولت اکٹھی کرنی اور زر و جواہر اور سونے کے انبار اکٹھے کرنا اور صرف جائیدادیں بنانا ہے تو قارون کا خزانہ اتنا تھا کہ اس کے خزانے کی چابیاں کئی طاقتور اونٹ اٹھاتے تھے۔ تو اس کو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو بڑائی نہ کر۔ کیونکہ خدا کو بڑائی کرنے والے پسند نہیں۔ لیکن وہ نہ مانا تو اس کو اپنے خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ تو اس کی شامت اعمال دیکھ کر لوگ پکار اٹھے کہ خدا کا ثواب سب سے بڑی چیز ہے۔

جتنی بھی انسان کی جائیداد و زمین ہوگی تو اس کا وارث تو خدا ہی ہے۔ وہ تو خالی ہاتھ آیا ہے اور خالی ہاتھ ہی جائیگا۔ بجز نیک و بداعمال جو اس نے کیے وہ ساتھ جائیں گے۔

تو زندگی کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ

القرآن: خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (سورۃ الملک)

ترجمہ: موت اور زندگی کو اس لیے پیدا کیا تا کہ اللہ تعالیٰ آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔

جس جس طرح کے حالات و واقعات ہر ایک کو دیے گئے ہیں۔ اور جو جو بھی جس کسی کو دیا گیا ہے وہ ان حالات میں رہ کر کس طرح اپنا راستہ خدائے واحد کی طرف بناتا ہے۔

کیا وہ دنیا کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اور کیا وہ خدائے رحمٰن کی طرف رجوع کرتا ہے۔

اس کا مقصد اپنے رب غفور کی محبت ہونی چاہیے۔ نہ کہ دنیا کی چند روزہ زندگی کی محبت ہونی چاہیے۔

دنیا تو ایک دھوکہ ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

الدنیا ءزُوْر۔

ترجمہ: دنیا ایک دھوکہ ہے۔

کبھی ایک جھونپڑی میں بیٹھا ہوا کوئی انسان جس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ بہت بڑا دنیا دار ہوسکتا ہے۔ اور کبھی مسند حکومت پر پوری دنیا کی حکمرانی کرتا ہوا انسان سب سے بڑا درویش ہوسکتا ہے۔"

دنیا کی تعریف یہ ہے کہ ہر ہر وہ چیز جو تجھ کو خدا سے غافل کر دے وہ دنیا ہے۔

اس دنیا میں تو نے اس طرح جینا ہے کہ یہاں سے تو آخرت کو تلاش کر سکے۔ اپنی آخرت کو سنوار سکے۔ جنت میں ایک درخت لگا دیا جاتا ہے۔ جب تو سبحان اللہ، الحمد للہ یا اللہ اکبر صرف ایک بار ہی کہتا ہے۔ اپنی جنت تو نے خود بنانی ہے۔

رحمت دو عالم ﷺ اگر یوں ہی مدینہ منورہ میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے تو اسلام کے اس ننھے پودے کو کفار و یہود و نصاریٰ جڑ سے اکھیڑ پھینکتے۔

سرکار دو عالم ﷺ جب مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو ان ظالم کفار نے ان سب مسلمانوں کی جائیدادوں و املاک و روپیہ پیسہ پر قبضہ کر لیا۔ اور زبردستی بعض مسلمانوں سے روپیہ پیسہ جو انہوں نے کمایا تھا، بھی چھین لیا اور ان کو خالی ہاتھ مدینہ طیبہ جانے دیا۔ ان کا یہی علاج تھا جو آقا علیہ السلام نے ان سے فرمایا۔ جب ان کے قافلوں کو خوفزدہ کیا گیا تو سارے مکہ میں بے چینی پھیل گئی۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ مسلمانوں کو کعبہ میں عبادت سے روکنا اور ایک خدا پر ایمان لانے سے روکنا سب سے بڑا گناہ ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے جذبے سے اور ان فوجی مہموں سے مسلمانوں میں چیتے کی سی پھرتی پیدا کر دی۔ وہ بلا خوف و خطر

اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اپنے سے کئی گناہ لشکر سے ٹکراتے ہوئے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ 

خدا کے دین کو بلند کرنے کا مقصد اور ولولے نے ان کے اندر ایک ایسا جوش پیدا کر دیا تھا جس کے آگے چٹانیں بھی سرنگوں تھیں۔ جذبہ شہادت ان کی زندگی کے پیش نظر تھا اور وہ خدا کے دین کی خاطر لڑتے ہوئے شہید ہونے کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔ اور واقعی اگر کسی خوش قسمت کو اس ذاتِ پاک وحدہ لاشریک کی خاطر قربان ہونے کا موقع مل جائے۔ تو اس کی خوش قسمتی کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ ذات پاک جس نے ہی تجھے یہ سب نعمتیں دی ہیں اور تیری جان بھی اسی کی ہی امانت ہے۔ اور اس نے واپس بھی جانا ہی ہے۔ اور اسی کے پاس ہی جانا ہے۔ اگر تو چاہے یا نہ چاہے ایک دن اس نے ضرور اپنے رب کے پاس چلے جانا ہے۔ اگر تو خود ہی اس جان کو اپنے رب کریم کو خوشی سے پیش کر دے اور وہ تیرے اس فعل سے خوش ہو جائے تو یہ تیری خوش قسمتی کی انتہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی مسلمانوں کو ایمان کے اس جذبے سے روشناس کرایا اور مسلمانوں میں شیروں جیسی جرات پیدا کر دی۔ اور فوجی مہموں نے ایک ایک صحابی کو ایسا فوجی کمانڈو بنا دیا جو اکیلا ایک ایک ہزار کے لشکر سے بھی ٹکرانے کا حوصلہ رکھتا تھا۔ اور یہ ایسی فوجی دستے جو مٹھی بھر ہوتے تھے خدا کے حکم سے ہزاروں اور لاکھوں کی مقدار والے لشکروں پر بھی غالب آتے رہتے۔ اور انہوں نے مکہ مکرمہ کی گلیوں سے اسلام کو شروع کر کے مدینہ منورہ کے گردونواح میں پھیلاتے ہوئے ساری دنیا میں پھیلا دیا۔ ایسی بڑی فتح مبین نوع انسانی کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔

اور اس پوری فتح میں پوری سختی سے حکم تھا۔ کہ نہ کوئی بچہ مارا جائے اور نہ ہی کوئی بوڑھا۔ اور نہ ہی کوئی عورت اور نہ ہی کوئی مزدور یا وہ جو تجھ سے نہیں لڑتا ہے۔ اس کو مارا جائے۔ نہ ہی کسی پھلدار درخت کو کاٹا جائے۔ سوائے یہود کے ساتھ جنگ میں صرف کھجوروں کے چند درخت جنگی حکمت عملی سے کاٹے گئے۔ اور نہ ہی اتنی زیادہ اموات کسی بھی غزوہ وسرایہ میں ہوئیں۔ سوائے یہود کے ساتھ جنگ میں۔ جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ دھوکہ دہی کی تھی۔ اور خود ہی اپنا ثالث حصرت سعد بن معاذ کو مقرر کیا تھا۔ کہ وہ جیسا فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے۔ اور یہ چھ یا سات سو یہودی تھے۔ جو زبردست دھوکے باز اور فتنہ باز تھے۔ ان کو قتل کرنے سے ایسی دھاک مسلمانوں کی کفار پر بیٹھ گئی کہ ہر کوئی ان کے سامنے آنے سے ڈرتا تھا۔

اگر اسلام چور کے ہاتھ کاٹنے یا ڈاکو کی ٹانگ کاٹنے کا حکم دیتا ہے اور زانی کو سنگسار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور زخم کے بدلے زخم اور دانت کے بدلے دانت کا حکم دیتا ہے۔ اور قتل کے بدلے قتل کا حکم دیتا ہے۔ تو یہ ایسی نفسیاتی سزائیں ہیں جن سے کوئی بھی معاشرہ سدھر جاتا ہے۔ اور اس میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔ آج دین اسلام کے قوانین کو پس پشت ڈال کر ہمیں کیا ملا۔ چوری۔ ڈاکہ۔ بے راہروی۔ معاشرتی بے حیائی۔ قتل وغارت وخونریزی وبدکاری۔

اور اسی شراب نوشی اور بے حیائی کا نتیجہ ہے کہ ہم میں وہ جرات نہیں کہ کفار کے طاغوتوں سے ٹکرا سکیں۔ اور اسی لیے کفار ہر جگہ مسلمانوں کو دبوچ رہے ہیں۔

یہ آپس کی نااتفاقی ہے کہ اس کا ثمر ہمیں یہ ملا ہے کہ کفار و یہود و نصاری ہمیں اکیلا اکیلا کر کے ہمیں پیسے کا لالچ دے کر اور ہمارے پیسے کو ہمیں کے خلاف استعمال کرتے ہوئے ہم پر حاوی ہوتے جا رہے ہیں۔

اور یہ سب سازشیں، یہ سب بغاوتیں ۔ یہ سب خونریزیاں اور لڑائی اور قتل و خون و دہشت گردی اور دھماکے صرف مسلمان ممالک میں ہی زیادہ تر ہو رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کا ہی خون پیا جا رہا ہے اور ہم لوگ نامرد ہو کر بیٹھ کر ان حالات کا صرف جائزہ لے رہے ہیں۔

آج جو یہودی و عیسائی و غیر مسلم مورخ مسلمانوں کو ظالم کہہ رہے ہیں وہ پہلے اپنا منہ تو دیکھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے پورے غزوات میں فریقین سے اموات کی تعداد یہودیوں کو ملا کر دس یا گیارہ سو چالیس بنتی ہے۔ اتنی کم تعداد میں اموات دونوں فریقین کو ملا کر ہوئیں اور یہ اسلام مشرق سے مغرب تک پھیل گیا۔ اس کے مقابلہ میں جدید تہذیب اور سائنسی ترقی میں ڈوبے ہوئے یورپ کے دانشوروں اور حکمرانوں نے صرف دو جنگ عظیموں میں فریقین میں مرنے والوں کی تعداد ڈیڑھ دو کروڑ کے قریب ہے۔ ان میں جاپان کے پندرہ لاکھ پچاس ہزار انسانوں کو صرف ایک دن میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرا کر ہلاک کر دیا گیا اور اس سب کارروائی کے نتیجے میں صرف ایک دیوار برلن ہی پوری نوع انسانی کو ملی اور اس کے علاوہ اور کوئی نتیجہ نہ ملا۔

لیکن اسلام نے اپنی روشنی پھیلا کر پوری بنی نوع آدم کو دونوں جہانوں میں سنوار دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے پورے تیرہ چودہ سال کفار مکہ کے ظلم و ستم سہنے کے باوجود ان کو بڑے پیار و محبت سے اسلام کی طرف راغب کیا۔ ان کو انہی کی بہتری کے لیے سمجھایا لیکن حضرت عیسی علیہ السلام نے پونے تین سال کی قلیل مدت میں بنی اسرائیل کو رشد و ہدایت کی دعوت دی اور ان کی کج رویوں، دل آزاریوں اور سازشوں سے تنگ آ کر اپنے حواریوں کو حکم دیا۔

انجیل: ''اس نے ان سے کہا۔ مگر اب جس کے پاس بٹوہ ہو وہ اسے لے۔ اور اسی طرح جھولی بھی اور جس کے پاس نہ ہو اور وہ اپنی پوٹ کی بیچ کر تلوار خریدے۔''

(لوقا، باب: ۲۴، آیت: ۳۶، ماخوذ از ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۸۸)

انجیل: کیا تم گمان کرتے ہو کہ زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔

(لوقا، باب: ۱۲، آیت: ۵۴، ماخوذ از ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۸۸)

انجیل: یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔

(متی، باب: ۱۰، آیت: ۳۵، ماخوذ از ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۸۸)

اگر حضرت عیسی علیہ السلام صرف پونے تین سال تبلیغ فرمانے کے بعد تلوار اٹھانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور یہ عیسائی لوگ آپ کو امن و صلح کا پیغمبر کہتے ہیں۔ اور رسول کریم رؤف الرحیم ﷺ تیرہ چودہ سال کا عرصہ گوناگوں مشکلات و ظلم ستم سہنے کے

بعد اپنے ماننے والوں کو کفار کے مقابلہ میں جہاد کا حکم دیتے ہیں تو یہ لوگ رسول خدا ﷺ پر اور مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں۔ اور بہتان تراشتے ہیں۔ تو یہ کیا بے انصافی کی انتہا نہیں ہے۔ کفر کی سیاہی نے ان کی عقلوں اور ان کے دلوں پر گہری سیاہی مل دی ہے۔ اور یہ اندھیروں میں بھٹک رہے اور کے آگے بھی دیوار ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے۔ اور اوپر سے ان کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔ پس یہ دیکھ نہیں سکتے ہیں۔

یااللہ مسلمانوں کو کفار و یہود ونصاریٰ پر فتح مبین عطا فرما۔ اے میرے رب کریم حضور اکرم ﷺ کی نعلین پاک کے صدقے میں مسلمانوں کے گناہوں کو معاف فرما آپ کی زلفوں کے صدقے میں ہمیں مہیب اندھیروں سے نکال دے۔ آپ کے روشن چہرہ پاک کے صدقے ہیں۔ جس سے سورج و چاند و ستارے روشنی کی بھیک لیتے ہیں۔ ہمیں دونوں جہانوں میں کامیابیاں و کامرانیاں عطا فرما اور ہمیں بخش دے اور اپنے نبی کریم ﷺ کی غلامی میں زندہ رکھ اور اسی میں موت دے۔ اور اسی غلامی میں قیامت کے دن ہمیں اٹھا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کی ہمسائیگی میں جنت میں ہمیشہ کے لیے رکھ۔ اور ہمیں اپنے پیارے وجہ کریم سے کردوں کو ہٹا۔ جنت میں اپنے دیدار سے مشرف فرماتا رہ۔ بے شک تو ہی اپنے گناہ کار بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔ ہمارا تیرے سوا کوئی آسرہ نہیں ہے۔ کوئی جگہ نہیں کہ ہم تیرے سوا بھاگ کر کس کے پاس جاسکیں گے۔ ایک تیرا در ہی تو ہے۔ تیرے نبی کریم ﷺ یا تیرے پسندیدہ بندوں کا در ہی دراصل تیرا در ہے۔ ہمیں ان لوگوں کے راستے پر چلا جن پر تیرا انعام ہوا نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ ہی ان لوگوں کے راستے پر چلا جو گمراہ ہوئے۔

(نثارالنبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ رحمۃ اللہ علیہ)

(انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا، جلد سوم صفحہ ۷۹۳، ایڈیشن ۱۹۶۲ء، خاتم النبیین جلد دوم صفحہ ۵۸۵، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۷۷ تا ۲۸۸)

القرآن: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ رسولہٖ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ وزینت فرشہٖ وقاسم رزقہٖ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین برحمتك یا ارحم الرحمین۔

اللھم صل وسلم علیٰ سیدنا محمد نور ذات وسر الاسرار وجمیع صفات والاوصاف وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین عبداً ابداً برحمتك یا ارحم الرحمین۔

47

غزوہ بدرالکبریٰ

القرآن: وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ ۚ

ترجمہ: بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے (میدان) بدر میں حالانکہ تم بہت کمزور تھے۔ (آل عمران، آیت: ۱۲۳)

جب اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ارادہ پاک میں ہوا کہ مسلمانوں کو غالب فرمادے۔ اور مسلمانوں کی دھاک کفار کے دلوں میں بٹھادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام بدر کے معرکے میں فرمادیا۔

ہوا یہ کہ جو قافلہ غزوہ العشیرہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ اور جس کے تعاقب میں رسول اللہ ﷺ بھی مسلمانوں کے ساتھ گئے تھے۔ اب خبر ملی تھی کہ وہ واپس آرہا ہے۔ اس کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا۔ اور اس میں زر کثیر مکہ کے کفار نے لگایا ہوا تھا اور اگر یہ ہاتھ آجاتا تو کفار مکہ پر بہت کاری ضرب پڑ نی تھی۔ اس میں قریش کفار کے تیس یا چالیس آدمی تھے۔ جن میں مخذمہ بن نوفل اور عمرو بن عاصی بن وائل بن ہشام بھی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا:

''یہ ہے ابوسفیان جو اپنے قافلے سمیت واپس آرہا ہے۔ نکلو شاید اللہ تعالیٰ ان کے اموال ہمیں مرحمت فرمادے۔''

اور سرکار دوعالم نے فرمایا کہ

''جس کی سواری حاضر ہے وہ تو سوار ہو جائے اور ہمارے ساتھ چلے۔ اور وہ جن کی سواریاں چراہگاہوں وغیرہ میں باہر تھیں ان کا انتظار نہ فرمایا۔''

مسلمانوں کو اس بدر کے معرکہ کا اندازہ نہیں تھا۔ اور انہوں نے یہی سمجھا کہ ابوسفیان کے تیس یا چالیس کے قافلہ کے لیے تھوڑے سے مسلمان ہی کافی ہوں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے چونکہ زور دے کر سب کو نہیں فرمایا تھا۔ اس لیے کئی مسلمان سواریاں فوری موجود نہ ہونے کی وجہ سے ساتھ نہ گئے۔

سرکار دوعالم ﷺ رمضان المبارک کی آٹھ تاریخ (ابن اسحاق) کے مطابق اور بعض مصنفین کے مطابق پیر کرم شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے مطابق رمضان المبارک کی بارہویں تاریخ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ تین سو تیرہ اصحاب تھے۔ جن میں سے پورے لشکر کے پاس صرف ایک گھوڑا اور اسی اونٹ تھے۔ باقی سب پاپیادہ تھے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے ایک اونٹ کے ساتھ تین تین سوار باری باری سوار ہونے کے لیے مقرر فرمادیے۔ اور قربان جائیں آقا علیہ السلام کے انصاف پر۔ خود اپنے لیے کوئی سواری مختص نہ کی۔ بلکہ اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت لبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنے اونٹ کی باری

میں شامل فرمالیا۔ حالانکہ اگر آپ علیہ السلام اپنے لیے سواری مختص بھی فرما لیتے تو کسی کو اعتراض نہ ہوتا۔

جب سرکار دو عالم ﷺ اپنی باری پر اونٹ سے اترتے تو دوسرے اور تیسرے صاحب نے سوار ہونے سے انکار کر دیا تو سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اے میرے دوستو! تم نہ تو مجھ سے طاقتور ہو اور نہ یہ بات ہے کہ صرف تمہیں اجر کی ضرورت ہو۔ اور مجھے نہ ہو۔''

سرکار دو عالم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر لوگوں پر کیف و سرور کا عالم چھا گیا ہو گا۔ قربان جائیں آقا علیہ السلام کی اداؤں پر۔ ان کی حسین زُلفوں کی متبرک دھول پر۔ اے کاش ہم وہ مٹی کے ریزے ہوتے جنہوں نے آقا علیہ السلام کے قدموں کو چوما ہوتا۔ واری جائیں ان صحابہ کرامؓ کی آنکھوں پر جنہوں نے ان ''مازاغ البصر'' والی دلفریب اور حسین آنکھوں کو دیکھا۔

ابوسفیان کو واپسی پر مسلمانوں کی طرف سے بہت فکر لگی ہوئی تھی۔ ہر آتے جاتے سے مسلمانوں کے احوال کے متعلق پوچھتا۔ جب اُسے پتہ چلا کہ سرکار دو عالم ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ میرے قافلے کی تلاش میں چل پڑے ہیں تو اس کے ہوش گم ہو گئے۔ اس نے فوراً ایک ماہر شہ سوار ضمضم غفاری کو مکہ مکرمہ بھیجا اور اس کو بیس مثقال سونا بطور اجرت دیا کہ فوراً مکہ مکرمہ پہنچ کر کفار مکہ کو خبردار کرے کہ ان میں سے کسی کا سامان بھی نہیں بچے گا کہ اگر وہ اس قافلے کی مدد کو نہ آئے۔

(انساب الاشراف جلد اول صفحہ ۲۸۹، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۲۹۳)

عاتکہ بنت عبدالمطلب کا خواب

حضرت عبدالمطلب کی بیٹی عاتکہ نے ضمضم غفاری کے مکہ مکرمہ پہنچنے کے تین دن پہلے خواب دیکھا کہ جس کو دیکھ کر وہ ڈر گئیں اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور راز داری کا وعدہ لے کر ان کو خواب سنایا۔ کہ ایک شتر سوار آیا ہے اور ابطح کی وادی میں کھڑا ہو گیا ہے۔ اور اس نے بلند آواز سے آواز دی ہے۔ اور چیخ کر پکارا: ''اے دھوکہ باز و اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دن کے اندر اندر دوڑ کر آؤ۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس شتر سوار کے گرد اکٹھا ہو گئے اور پھر یہی شخص مسجد احرام میں آیا۔ اور یہی آواز دی۔ پھر وہاں سے ابوقیس پہاڑ پر آیا۔ اور وہی آواز دی۔ پھیر اس نے ایک پتھر پہاڑی سے نیچے لڑھکا دیا۔ وہ پتھر نیچے آ کر پھٹ گیا۔ اور ہر گھر میں اس کا ٹکڑا گرا۔ جس سے ہر گھر میں قلق اور بیچینی پھیل گئی۔ حضرت عباس نے عاتکہ سے کہا کہ تمہارا خواب سچا معلوم ہوتا ہے۔ تم ابھی اس کا ذکر نہ کرنا۔ پھر حضرت عباس اس کے پاس سے آ گئے۔ ان کا ایک دوست ولید بن عتبہ بن ربیعہ باہر ان کو ملا۔ انہوں نے اس سے راز داری کا وعدہ لیتے ہوئے اس کو اس خواب کے متعلق بتا دیا۔ ولید گھر گیا۔ تو اس نے اس خواب کے متعلق بتا دیا۔ ولید گھر گیا۔ تو اس نے اس خواب کو عتبہ کو اپنے باپ کو بتا دیا۔ عتبہ نے اس خواب کو اور لوگوں کو بتا دیا۔ یہاں تک کہ تمام مکہ میں اس خواب کا چرچا پھیل گیا۔ اور جہاں دو آدمی بیٹھتے اسی خواب کا تذکرہ کرتے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ جب دوسرے روز میں صبح مسجد احرام میں طواف کرنے کے لیے آیا تو ابوجہل اپنے

دوسرے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھ کر کہنے لگا اے ابوالفضل طواف سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا۔

میں طواف سے فارغ ہو کر جب اس کے پاس آیا تو وہ کہنے لگا۔ کہ تم میں نبیہ کب سے پیدا ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کہ کیوں وہ کہنے لگا کہ عاتکہ نے یہ خواب دیکھا ہے اور اس نے بیان کیا۔ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تو وہ کہنے لگا کہ ہم تین روز انتظار کریں گے۔ اگر یہ واقعہ ظہور پذیر ہوگیا تو ٹھیک ورنہ ہم ایک کاغذ پر لکھ کر لگا دیں گے کہ یہ لوگ تمام عرب میں جھوٹے ہیں۔ (نعوذ باللہ) حضرت عباس کہنے لگے بزدل جھوٹ تجھ میں یا تیرے خاندان میں ہے۔

جب شام کو حضرت عباس گھر گئے تو بنی عبدالمطلب کی عورتیں ان کے پاس آئیں۔ اور کہنے لگیں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ابوجہل تمہارے مردوں کو برا کہتا تھا۔ اب اس نے تمہاری عورتوں کو بھی برا بھلا کہنا شروع کر دیا ہے۔ اور ان کی ہجو کرتا ہے اور تم نے اس کی اس بیہودہ گوئی کا کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عباس کہنے لگے کہ میں اس وقت خاموش ہوگیا تھا۔ اب اس نے ایسی بات کی تو میں اس کی خبر لوں گا۔

حضرت عباس تیسرے دن نہایت غصے میں بھرے ہوئے حرم شریف گئے۔ آپ نے اس کو ایک طرف بیٹھا ہوا دیکھا۔ یہ اس کی طرف چلے۔ اور سوچ رہے تھے کہ اگر اس نے پھر مجھ سے کوئی ایسی ویسی بات کی تو میں خوب اس کی خبر لوں گا۔

ابوجہل دبلا پتلا بہت تیز نظر کا آدمی تھا۔ حضرت عباس کو اس طرح غصے میں دیکھتے ہی سہم گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: وہ مجھ کو دیکھ کر اٹھ کر دروازے کی سمت بھاگا۔ میں نے سمجھا کہ یہ میرے ڈر سے اٹھ کر بھاگا ہے۔ حالانکہ اس نے اسی وقت ابوسفیان کے فرستادہ ضمضم غفاری کی آواز سن لی تھی۔ جو میں نے نہیں سنی تھی۔ میں نے سمجھا کہ یہ میرے ڈر سے بھاگ رہا ہے۔

حضرت عباس فرماتے ہیں میں اس کے پیچھے باہر آیا تو دیکھا کہ ضمضم غفاری وادی کے درمیان کھڑا ہو کر اپنے اونٹ کے اوپر کھڑا تھا۔ اس نے اپنے اونٹ کا کجاوہ الٹ دیا تھا اور اپنی قمیض آگے اور پیچھے سے پھاڑ دی تھی اور چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہا تھا۔

اللطیمہ، اللطیمہ۔ یعنی اپنے اس قافلے کو بچاؤ۔ جس پر خوشبو، بزاری اور دیگر اموال تجارت لدے ہوئے ہیں۔ اس پر حملہ کرنے کے لیے محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ نے چڑھائی کر دی ہے۔ میرے گمان میں تم بروقت وہاں نہیں پہنچ سکتے۔ فریاد پھر فریاد۔ (سیرت حلبیہ جلد اول صفحہ ۵۳۱، سیرت دحلان جلد اول صفحہ ۳۶۳، سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۳۸۲)

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ اس نئے واقعہ نے ہمیں اور دوسرے سب لوگوں کو مصروف کر دیا۔

ضمضم کا یہ اعلان سنتے ہی لوگوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کفار کہنے لگے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ نے یہ حضرمی والا قافلہ سمجھ رکھا ہے۔ یہ لوگ جب ہم سے ٹکرلیں گے تو ان کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

جنگ کی تیاری

ہر کوئی اس مہم میں حصہ لینے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ جو خود نہیں جا رہا تھا وہ اپنی جگہ دوسرے کو بھیج رہا تھا۔

ابولہب نے اپنی جگہ عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بھیج دیا۔ یہ اس کا مقروض تھا۔ چار ہزار درھم اس کے ذمہ ابولہب کے واجب الادا تھے۔ ابولہب نے اس کے تمام درہم جو اس کے زمے تھے۔ ان کو معاف کر دیا اور اپنی جگہ اس کو بھیج دیا۔

سہل بن عمرو نے لوگوں سے کہا۔ کہ جس کو اسلحہ کی ضرورت ہو۔ یا روپیہ پیسہ کی ضرورت ہو وہ مجھ سے لے لے۔

عبداللہ بن ابی ربیعہ نے پانچ سو اشرفیاں دیں۔ طعیمہ بن عدی نے بیس اونٹ پیش کیے۔ اور وعدہ کیا کہ جو لوگ جنگ کے لیے جائیں گے ان کے اہل وعیال کو تمام ضرورتیں پیچھے سے پوری کروں گا۔

اُسید بن خلف جو سرداران مکہ میں سے تھا۔ اور بہت امیر تھا۔ اور اس نے حضرت سعد بن معاز سے جو عمرہ کے لیے مکہ آئے تھے۔ سے یہ سنا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ وہ قتل کیا جائے گا۔ تو اس بات کا بڑا خوف لگا ہوا تھا، اور اسی خوف کی وجہ سے وہ نہیں جا رہا تھا۔

ابوجہل نے ایک ترکیب سوچی۔ اس نے عتبہ بن ابی محیط جو بیوقوف تھا۔ کو آمادہ کیا۔ اس نے ایک انگیٹھی لی۔ اس میں کوئلے لیے ان کو خوب گرم کیا۔ اور ساتھ دھونی لے کر جہاں امیہ بن خلف اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کے پاس آ گیا۔ اور اس کو دھونی دینے لگا اور اِسے کہنے لگا کہ آپ مَرد نہیں عورت ہیں۔ ابوجہل دور کھڑا تماشہ دیکھنے لگا۔ امیہ بن خلف نے عتبہ بن ابی محیط کو بہت گالیاں دیں۔ اتنی دیر میں ابوجہل بھی اس کے پاس آ گیا۔ اور کہنے لگا۔ آپ سردار ہیں اگر آپ ہی نہیں جائیں گے۔ تو دوسرے لوگوں پر بھی بہت برا اثر پڑے گا۔ اور امیہ بن خلف بادل نخواستہ رضامند ہو گیا۔

اس کے علاوہ ابوجہل نے عتبہ، شیبہ، زمعہ بن اسود، عمر بن وہب، حکیم بن حزام وغیرہ دوسرے لوگ جنہوں نے فال نہ نکلنے کی وجہ سے ساتھ نہ جانے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ کو بھی اتنا مجبور کیا کہ وہ بھی جانے پر رضامند ہو گئے۔

عداس جو کہ عتبہ اور شیبہ کا غلام تھا۔ اور جس نے حضور ﷺ پر طائف کے سفر کے موقع پر آپ علیہ السلام پر ایمان لا کر آپ ﷺ کو انگور پیش کیے تھے، نے عتبہ اور شیبہ کو کہا کہ تم لوگ اپنی قتل گاہوں کی طرف جا رہے ہو۔ بہتر ہے کہ یہ ارادہ ترک کر دو۔ لیکن ابوجہل کے کہنے پر وہ بھی چلے گئے۔ قریش کفار کے اس لشکر نے مکہ سے کوچ کیا۔ تو اس کی تعداد تقریباً نو سو پچاس تھی۔ جن میں سے ایک سو کے قریب لوگ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور بقایا لوگ بھی اسلحہ اور زرہوں سے لیس تھے۔ اور ان کے ساتھ رقص کرنے والی عورتیں تھیں۔ جو دفیں بجا بجا کر ایسے ہجو کے شعار پڑھ رہی تھیں۔ جن سے کفار کی آتش انتقام مسلمانوں کے خلاف اور بڑھ رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال میں اس کا زکر فرمایا ہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ بن جانا۔ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور محض لوگوں کے دکھلاوے کے لیے نکلے تھے۔ اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے سب کاموں کو گھیرے ہوئے ہیں۔

بنی کنانہ

جب کفار مکہ کوچ کرنے لگے تو ایک خیال نے انہیں پریشان کر دیا۔ قریش نے ایک دفعہ بنی کنانہ کے بوڑھے شخص کو قتل کر دیا تھا۔ قریش کا ایک نہایت خوبصورت لڑکا جس کے سر پر بڑی خوبصورت زلفیں تھیں۔ یہ اپنا گم شدہ جانور ڈھونڈتا ڈھونڈتا مقام صہبان میں جا پہنچا۔ وہاں عامر بن یزید بن عامر ملوح جو بنی کنانہ سے تھا۔ اس کو ملا اور پوچھا تو کون ہے اس نے بتایا کہ میں قریش سے ہوں۔ اور میرا نام ابن حفص احیف ہے۔ جب یہ لڑکا واپس چلا تو عامر بن یزید نے اپنے لوگوں سے کہا کہ قریش سے اپنے خون کا بدلہ لینے کا بہت اچھا موقع ہے۔ چنانچہ بنی کنانہ نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ قریش نے ان سے گفتگو کی۔ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا بھی ایک آدمی تم لوگوں نے قتل کر دیا تھا۔ یہ اس کا بدلہ ہے اب جو ہوا اسے جانے دو۔

پھر ایک روز اس مقتول لڑکے کا بھائی مکرز بن حفص مقام اظہران میں جا رہا تھا کہ یکا یک اس کی نظر عامر بن یزید پر پڑی جو کے اونٹ پر سوار جا رہا تھا۔ اور بنی کنانہ کا سردار تھا۔ اس نے دوڑ کر اس کے اونٹ کو پکڑا اور نیچے بٹھا دیا۔ اور عامر کو قتل کر دیا۔ اور اس کی تلوار لا کر کعبہ شریف کے پَردے کے ساتھ لٹکا دی۔

صبح ہوئی تو قریش نے بنی کنانہ کے سردار عامر کی تلوار کو پہچان لیا۔ اور ان کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ فلاں قریش نے اس کو قتل کیا ہے۔

شیطان سُراقہ بن مالک کی شکل میں

اب قریش کو فکر لگی کہ ہمارے گھروں کو خالی پا کر پیچھے سے بنی کنانہ ہمارا گھروں پر دھاوا نہ بول دیں۔ کہ اتنے میں شیطان لعین سراقہ بن مالک کی شکل میں کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری غیر موجودگی میں بنی کنانہ تمہارے گھروں پر حملہ نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ تو تمہاری امداد کرنے کے لیے آنے کا صلح و مشورہ کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

القرآن: وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ

ترجمہ: اور یاد کرو جب آراستہ کر دیے ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال اور کہا کہ آج ان لوگوں میں سے تم

پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں تمہارا نگہبان ہوں ۔ (الانفال: ۴۸)

شیطان کی اس تسلی نے کام کیا۔ اور وہ پھر (نعوذ باللہ) مسلمانوں کا نام ونشان مٹانے کے ارادہ سے چل پڑے ۔

(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۰۲، بدر الکبریٰ صفحہ ۴۸، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد سوم صفحہ ۳۲)

ابوسفیان

ادھر ابوسفیان کو ہر وقت مسلمانوں کا خوف لگا ہوا تھا۔ اس نے ہر طرف آس پاس اپنے جاسوس مسلمانوں کے متعلق پھیلائے ہوئے تھے۔ تاکہ معلومات لے سکے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرف سے اس پر حملہ آور ہو رہے ہیں ۔ اور وہ خود بھی بدر کی طرف نکل آیا۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے دو جاسوس لبیس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی زعبا اپنے اونٹوں کے ساتھ ہو کر گزرے تھے۔ اور انہوں نے دو عورتوں کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ کل یہاں سے کفار مکہ کا قافلہ گزرے گا۔ اور ایک عورت دوسری عورت سے کہہ رہی تھی کہ جو قرضہ میرے ذمے تمہارا واجب الادا ہے میں اس قافلے کی خدمت کر کے ادا کر دوں گی ۔ ان کی یہ باتیں سن کر وہ رسول اللہ ﷺ کو اطلاع دینے چلے گئے۔ تو پیچھے سے ابوسفیان وہاں پہنچا۔ اور اس نے ٹیلے کے پاس اونٹوں کے لیدنے دیکھے۔ اس نے ایک لیدنے کو اٹھایا اور اس کو توڑا تو اس میں سے کھجور کی گٹھلی نکلی۔ وہ چیخ اٹھا کہ یہ اہل یثرب کے چارہ کے لیدنے ہیں۔

وہ فوراً جلدی جلدی واپس پلٹا اور اپنے قافلے کو لے کر سمندر کی طرف نکل گیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا مکہ کی طرف نکل گیا۔ جب وہ کافی دور نکل آیا اور اس نے سمجھا کہ اب میں مسلمانوں کی زد سے محفوظ ہو گیا ہوں اور میرا قافلہ بھی بچ گیا ہے۔ اس نے مطمئن ہو کر کفار کی طرف قیس بن امرو القیس کو بھیجا کہ ان کو اطلاع کرو کہ میں قافلے کو بچا کر مسلمانوں کی زد سے بہت دور آ گیا ہوں ۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ لیکن جب ان لوگوں نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو قیس بن امرو نے واپس آ کر ابو سفیان کو بتا دیا۔ ابوسفیان بولا کہ ہائے میری قوم کی بدبختی ۔ یہ عمرو بن ہشام کا کارنامہ ہے۔

ابوجہل اپنے لشکر سمیت مقام جحفہ پر خیمہ زن تھا۔ جب اس کے پاس ابوسفیان کا پیغام پہنچا کہ

''لشکر کو لے کر واپس چلے جاؤ۔ میں مکہ سے صرف چار منزل کی مسافت پر ہوں۔''

ابوجہل کی بدبختی

ابوجہل نے ابوسفیان کے مشورے کی ذرا پرواہ نہ کی اور کہنے لگا کہ ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ مقام بدر پر پہنچیں گے۔ وہاں تین دن قیام کریں گے۔ اونٹوں کو ذبح کریں گے۔ لشکر کو کھلائیں گے۔ شراب پئیں گے اور ہماری

کنیزیں سارنگیاں اور دفیں بجا کر رقص و سرور کی محفل گرم کریں گی۔ سارا عرب ہمارے متعلق اور ہمارے لشکر کے متعلق سنے گا۔ پھر مسلمان ہم سے ہمیشہ کے لیے خوفزدہ ہو جائیں گے۔ اے دوستو! بڑھتے چلو۔

لیکن بعض لوگوں نے ابوجہل کے اس فیصلے کو قبول نہیں کیا۔ جحفہ کے مقام پر اخنس بن شریف الثقفی جو بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ بنی زہرہ کے پاس آیا اور ان کو سمجھایا کہ تمہارے اموال اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما لیے ہیں۔ اس لیے لڑائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ چنانچہ بنی زہرہ کے سب لوگ واپس چلے گئے۔ کئی مورخین جن میں مقریزی بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ ابواء کے مقام پر یہ لشکر جدا ہوئے لیکن اکثر مورخین کا کہنا ہے کہ یہ لشکر جحفہ کے مقام پر جدا ہوئے۔ کیونکہ اخنس بن شریف نے ایک دفعہ ابوجہل سے پوچھا کیا محمد (ﷺ) جھوٹے ہیں۔ ابوجہل نے جواب دیا۔

وہ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھ سکتے ہیں۔ حالانکہ ہم خود انہیں امین کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ لیکن بات یہ ہے کہ عبد مناف کے پاس پہلے ہی سقایہ، رفادہ اور مشورہ کے اہم اور اعلیٰ منصب ہیں۔ اگر ان میں نبوت بھی آجائے تو ہمارے لیے کیا بچے گا۔

بنی عدی قبیلہ کے افراد بنی زہرہ سے پہلے ہی مرا ظہران کے مقام سے ابوجہل کے لشکر سے جدا ہو کر چلے گئے تھے۔

حضرت ابوطالب کے بیٹے طالب جو لشکر کے ساتھ شریک تھے۔ کو اثنائے سفر کسی قریش نے کہا کہ تم بظاہر ہمارے ساتھ شریک ہو لیکن ہم جانتے ہیں کہ تمہاری ہمدردیاں محمد (ﷺ) کے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر طالب کو بہت غصہ آیا اور وہ بھی اپنے کئی ساتھیوں سمیت مکہ واپس لوٹ گئے۔

حضور علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے روانگی

آقادو جہاں سرور بزم کون و مکان حضور ﷺ ایک روایت کے مطابق آٹھ رمضان المبارک اور ایک روایت کے مطابق بارہ رمضان المبارک کو مدینہ طیبہ سے چلے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم جو بنی عامر بن لوح سے تھے۔ مدینہ طیبہ میں نائب مقرر فرمایا۔ جب سرکار دو عالم ﷺ مقام روحاء پہنچے تو آپ نے حضرت ابولبابہ کو بھی واپس بھیج دیا۔ تاکہ واپسی تک وہ بھی نیابت کے فرائض ادا کریں۔ (ابن اسحاق، سیرت النبی ابن ہشام صفحہ ۴۲۷)

امام بخاری کعب بن مالک ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں لشکر اسلام میں شامل نہیں ہوا تھا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ نے شرکت نہ کرنے والوں سے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ لشکر کی روانگی کے وقت پیش نظر ابوسفیان کا قافلہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنی حکمت و قدرت کی بدولت مسلمانوں اور کفار کو بدر کے مقام پر آمنے سامنے کر دیا۔

قوی دلیل یہ معلوم ہوتی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ آٹھ رمضان المبارک کو روانہ ہوئے ہوں گے۔ چوں کہ کچھ دن سفر کے اور پھر ابوسفیان کا ضمضم غفاری کو مکہ بھیجنا۔ اس نے بھی کچھ دن لیے۔ اور پھر ضمضم غفاری کا واپس ابوسفیان کو آ کر اطلاع دینا

اور ضمضم غفاری کے وہاں پہنچنے پر تین دن۔ ابو جہل کا لشکر وہاں سے روانہ ہو کر راستے میں پڑاؤ کرتا کرتا مقام بدر پر آیا۔ ادھر آقائے دو عالم ﷺ مختلف مقام پر پڑاؤ فرماتے ہوئے مقام بدر پر تشریف لائے اور سترہ رمضان المبارک کو جنگ بدر لڑی گئی۔

(سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۳۸۷،بخاری شریف،ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۰۶)

سرکارِ دو عالم ﷺ نے لشکر اسلام کا پرچم جو سفید رنگ کا تھا۔ حضرت معصب بن عمیر ؓ کو عنایت فرمایا۔ ایک پرچم جس کا نام عقاب تھا۔ حضرت علی ؓ کو اور دوسرا حضرت سعد بن معاذ ؓ کو عنایت فرمایا۔

لشکر کے آخری حصہ ساقہ پر قیس ابن ابی صعصعہ کو مقرر فرمایا۔ جو بنو نجار (بنی مازن) کے تھے۔ اور میمنہ (دائیں جانب) سعد بن خشیمہ کو اور میسرہ (بائیں جانب) مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ لشکر کی روانگی کے وقت راز داری کی وجہ سے اونٹوں کے گلوں کی گھنٹیاں کاٹ دی گئیں تھیں۔

حضور ﷺ کے لشکر میں کل اسی اونٹ تھے۔ اور تین تین آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہو رہے تھے۔

خود حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ ایک اونٹ پر سوار ہوئے۔ حضرت حمزہ، زید بن حارثہ اور ابوکبشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور ایک اونٹ پر حضرت ابو بکر و حضرت عمر فاروق اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین سوار ہوئے۔

آقا علیہ السلام اپنے لشکر سمیت پہلے روحاء سے ہوتے ہوئے پہلے عقیق پہنچے۔ پھر وہاں سے ذوالحلیفہ پھر زات الجیش پھر تربان پھر منل پھر عمیس الحمام پھر الحمام کی پتھریلی زمین سے ہوتے ہوئے امام السیالہ پہنچے۔ پھر یہاں سے فج روحاء میں آئے۔ پھر شنوکہ کے سیدھے راستے سے مقام عرق الظبیہ یا مرج الظبیہ پہنچے۔

یہاں ایک بدوی شخص سے ملاقات ہوئی۔ مسلمانوں نے اس سے لشکر کفار کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ لوگوں نے اسے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کرو۔ اس نے کہا کہ تم میں رسول خدا ﷺ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ہیں۔ پھر اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ رسول خدا ﷺ ہیں تو بتائیے کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے؟

سلمہ بن سلالہ رضی اللہ عنہ نے اس بدو سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال نہ پوچھو۔ ادھر آؤ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں تم نے اس سے بدمعاشی کی ہے۔ اور اس کے پیٹ میں تجھ سے بچہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے سلمہ خاموش ہو جاؤ تم نے اس سے فحش بات کی ہے اور اسے رسوا کیا ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے یہاں اس مقام پر اپنے لشکر کا جائزہ لیا اور کم سن بچوں کو واپس بھیج دیا۔ یہ عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، براء بن عازب، ولید بن حضیر، زید بن ارقم، زید بن ثابت، انصاری النجاری (رضوان اللہ علیہم اجمعین) تھے۔ عمیر بن ابی وقاص کو جب آپ نے واپسی کا حکم دیا تو آپ رو پڑے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ترس کھا کر ان کو ساتھ آنے

دیا۔ یہ مقام بدر میں لڑائی کے وقت شہید ہو گئے۔ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ [47]

بئر سقیا میں آپ ﷺ نے پانی نوش فرمایا اور سب لشکر کو یہاں سے پانی پینے کا حکم فرمایا اور نماز ادا فرمائی اور دعا فرمائی:

''یااللہ! ابراہیم (علیہ السلام) تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے نبی (علیہ السلام) تھے۔انہوں نے اہل مکہ کے لیے تجھ سے دعا مانگی اور میں محمد (ﷺ) (فدا اُمی و ابی) تیرا بندہ تیرا نبی (ﷺ) ہوں۔میں اہل مدینہ کے لیے تجھ سے دعا مانگتا ہوں۔کہ تو ان کے لیے ان کے صاع میں ان کے مد میں اور ان کے پھلوں میں برکت عطا فرما۔اے اللہ۔مدینہ کو ہمارے لیے محبوب بنا دے۔اور جو وبائی امراض یہاں ہیں انہیں خم میں بھیج دے۔اے اللہ میں نے مدینہ کے دو کناروں کے درمیان کے علاقہ کو حرم بنا دیا ہے۔ جس طرح تیرے خلیل ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم بنا دیا تھا۔''

اسی مقام پر خبیب بن اساف اپنے قبیلہ خزرج کا نام روشن کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا وہ ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا۔سرکار دو عالم ﷺ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا کہ ہم کسی ایسے شخص کو ہمراہ نہیں لے جائیں گے۔جو ہمارے دین پر نہ ہو۔

اتوار کی شام کو سقیا کے مکانوں سے روانگی کے وقت دعا فرمائی۔

''اے اللہ یہ پیادہ ہیں۔ان کو سواریاں عطا فرما۔یہ عریاں ہیں ان کو لباس عطا فرما۔یہ بھوکے ہیں ان کو سیر کر۔یہ مفلس ہیں۔ان کو اپنے فضل سے غنی فرما۔''

یہاں سے چل کر حضور ﷺ (منجسج) بئر الروحاء اترے۔جب یہاں سے منصرف کے مقام پر پہنچے تو مکہ کے راستے کو بائیں جانب چھوڑا اور نازیہ کے راستے بدر کا قصد فرمایا۔

پھر سرکار دو جہاں ﷺ وادی رحقان سے گزر کر رحقان اور مضیق الصفراء کے درمیان وادی رحقان کو درمیان سے چیرتے ہوئے اصفراء کے قریب پہنچے تو آپ نے دو جاسوس لبسبس بن عمرہ جہنی جو بنی ساعدہ کا حلیف تھا اور عدی بن ابی زعبا جو بنی نجار کا حلیف تھا کو بدر کی طرف ابوسفیان کے بارے میں معلومات کے لیے بھیجا۔

پھر رسول اللہ ﷺ خود بھی ان کے پیچھے روانہ ہو گئے۔جب آپ علیہ السلام اصفراء گاؤں کے پاس پہنچے۔جو کہ دو پہاڑوں کے درمیان تھا تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان پہاڑوں کا نام پوچھا۔عرض کیا گیا کہ ایک کا نام سلح ہے اور دوسرے کا نام بختری ہے۔پھر سرکار دو عالم ﷺ نے پوچھا کہ یہاں کون لوگ رہتے ہیں۔عرض کیا گیا کہ بنی غفار کے دو قبیلے بنونا اور بنوخراق رہتے ہیں۔یہ مکروہ نام سن کر نبی علیہ السلام نے ان کے درمیان سے گزرنا پسند نہ فرمایا۔اور اس راستے کو چھوڑ کر اس کے دائیں طرف سے وادی زفران کو عبور کر کے یہاں اتر پڑے۔اور قیام فرمایا۔

47

افطار روزہ

رمضان کے مہینہ میں باقی صحابہ بھی سرکار دو جہاں علیہ اسلام کے ساتھ روزے رکھ رہے تھے۔آپ نے اعلان فرما دیا کہ میں نے روزہ افطار کر لیا ہے۔تم لوگ بھی افطار کر لو۔

سب لوگوں نے روزہ افطار کر لیا۔ یہاں پہنچ کر آقا دو جہاں علیہ السلام کو خبر ملی۔کہ کفار کا لشکر بڑی شان و شوکت سے اپنے قافلہ کو بچانے کے لیے چلا آ رہا ہے۔

اس خبر سے ساری صورتحال یکسر تبدیل ہوگئی تھی۔اب ایک بہت بڑے لشکر کا سامنا تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے مجلس مشاورت قائم فرمائی۔اور مہاجرین و انصار واوس وخزرج کے سب قبیلے اس میں شامل تھے۔سرکار دو عالم ﷺ نے سب کو کفار کے لشکر کے متعلق آگاہ فرمایا۔اور سب کی رائے لی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جذبہ جہاد

سب سے پہلے سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑے خوبصورت الفاظ میں آقا دو جہان ﷺ کے سامنے تقریر فرمائی۔ پھر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی بڑی جامع گفتگو فرمائی۔پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے اور فرمانے لگے۔

”یا رسول اللہ ﷺ تشریف لے چلئے جدھر اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے۔ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ہم آپ کو وہ جواب نہ دیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔جائیے آپ اور آپ کا خدا ان جنگ کیجئے۔ہم تو یہاں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔بلکہ ہم یہ کہیں گے تشریف لے چلئے۔آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا رب جنگ کیجئے۔ہم آپ ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔اس پاک رب کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔اگر آپ برک الغماد تک بھی جائیں گے۔تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔اور آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ وہاں پہنچ جائیں۔“

آقا علیہ السلام نے یہ الفاظ سن کر حضرت مقداد کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے پھر فرمایا مجھے مشورہ دو۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔جیسے حضور ﷺ ہماری رائے پوچھ رہے ہیں۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا بیشک!

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

”یا رسول اللہ ﷺ بے شک ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی تصدیق کی۔ہم نے گواہی دی

جو دین لے کر آپ آتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ اور اس چیز کے ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ وعدے کیے ہیں۔ اور ہم نے آپ کا حکم سننے اور اسے بجا لانے کے کے وعدے پیمان باندھے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے چلئے۔ جدھر آپ کا ارادہ ہے۔ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ اگر آپ ﷺ ہم کو سمندر کے سامنے لے جائیں۔ اور خود اس میں داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے۔ ہم میں سے ایک بھی شخص پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ آپ ﷺ کل ہی دشمن کیساتھ مقابلہ کریں۔ ہم جنگ کے گھمسان میں صبر والے ہیں۔ دشمن سے مقابلہ کے وقت ہم سچے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے وہ کارکردگی آپ ﷺ کو دکھائے گا۔ جس سے آپ کی چشم مبارک ٹھنڈی ہو جائے گی۔ پس اللہ کی برکت سے آپ ﷺ روانہ ہو جائیے۔" 47

خوشخبری

آقا دو جہاں سرکار دو عالم ﷺ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا:

"روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔"

نزولِ بدر

پھر سرکار دو عالم ﷺ زفزان سے روانہ ہو کر چند ٹیلوں پر سے گزرے۔ جنہیں اصافر کہتے ہیں۔ اور حنان جو ایک بڑا ٹیلا تھا۔ اس کو دائیں طرف چھوڑ دیا اور بدر کے قریب جا کر نزول فرمایا:

بدر ایک کنوئیں کا نام ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے اسی میل مغرب مائل بہ جنوب واقع ہے۔ یہ مکہ اور شام کے درمیان شاہراہ پر واقع ہے۔ ۱۹۸۱ء میں جرمنی سے حج کے موقع پر واپسی پر اللہ تعالیٰ نے مجھے یہاں زیارت کا موقع دیا۔ اس وقت مکہ مدینہ کے درمیان یہ شاہراہ پر واقع تھا۔ ۱۹۹۳ء میں جب اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھے عمرہ کا موقع دیا۔ تو میں نے دیکھا کہ نئی شاہراہ اب اس سے کافی دور سے گزر رہی تھی۔ بحرہ احمر کا ساحل بدر کے میدان سے دس بارہ کلو میٹر دور ہے۔

بدر کا میدان بیضوی شکل کا ہے۔ جسے پہاڑوں نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ اس کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب ہے۔

حضور علیہ السلام ایک اور شخص کے ساتھ سوار ہو کر معلومات حاصل کرنے کے لیے خود تشریف لے گئے۔ آگے جا کر آپ ﷺ

کی ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ قریش کہاں ہیں۔ اور محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کہاں ہیں۔ اس نے کہا کہ میں اس وقت تک نہ بتلاؤں کا جب تک کہ آپ لوگ نہ بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ پہلے تم ہمارے سوالوں کا جواب دو۔ پھر ہم بتلائیں گے۔ وہ کہنے لگا۔ اچھا یہ بات ہے تو مجھے ایک شخص نے خبر دی کہ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب فلاں روز تو مدینہ سے روانہ ہوئے تو اگر وہ مخبر سچا ہے تو محمد (ﷺ) آج اس مقام میں ہوں گے جس مقام میں حضور علیہ السلام تھے۔ اور ایک اور شخص نے مجھے بتلایا کہ قریش فلاں روز کو مکہ مکرمہ سے چلے تھے۔ اور اگر وہ مخبر سچا ہے تو آج قریش فلاں مقام میں ہوں گے۔ اور جہاں قریش تھے اسی جگہ کا نام لیا۔

پھر اس بوڑھے نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے بتلایا کہ "ہم پانی سے ہیں" (یعنی ہماری پیدائش پانی سے ہے)۔ وہ بوڑھا ان سے رخصت ہو کر یہ کہتا ہوا چلا کہ کون سے پانی سے؟ کیا عراق کے پانی سے؟ یہ بوڑھا سفیان ضمری تھا۔

رسول خدا ﷺ سب سے پہلے العدوۃ الدنیا کی طرف سے میدان بدر میں داخل ہوئے۔ جب پہلے کنوئیں پر پہنچے تو قیام کا ارادہ فرمایا۔ حضرت خباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ کیا یہاں ہمیں ٹھہرنے کا حکم ہے۔ یا ہم آگے بھی جا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ رائے ہے حضرت خباب بن منذر نے عرض کی۔ حضور علیہ السلام ہم آگے بڑھ کر قیام فرماتے ہیں کہ سارے کنوئیں پیچھے رہ جائیں۔ ہم سب کنوؤں کو بند کر دیتے ہیں۔ اور ایک کنوئیں کو حوض میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ اور سارا پانی وہیں اکٹھا کر لیتے ہیں۔

جنگ کے دوران ایسی پوزیشن پر ہم ہوں گے کہ ہم یہاں سے سیر ہو کر پانی پی سکیں گے۔ اور ہمارے دشمنوں کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نصیب نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور کافروں کے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری رائے بڑی صائب ہے (یعنی اچھی اور عمدہ ہے) اور تمام کنوؤں کو بند کرنے اور ایک کنوئیں میں پانی جمع کر کے اس کو حوض بنانے کا حکم فرما دیا۔

شام کو حضرت علی اور زبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو چند لوگوں کے ساتھ معلومات لینے کے لیے بھیجا۔ یہ لوگ دو لوگوں کو پکڑ کر لے آئے۔ یہ دونوں غلام تھے۔ ایک کا نام اسلم تھا اور یہ بنی حجاج کا غلام تھا۔ دوسرے کا نام عریض ابو یسار تھا۔ یہ بنی عاص کا غلام تھا۔ ان لوگوں سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ قریش کے غلام ہیں۔ صحابہ کو ان کی باتوں پر یقین نہ آیا۔ اور انہوں نے ان کو خوب مارا۔ جب ان لوگوں کو خوب مار پڑی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم ابوسفیان کے غلام ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ اکرام نے ان کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ان غلاموں نے سچ بات کہی تو تم لوگوں نے انہیں خوب مارا اور جب انہوں نے جھوٹ بولا تو تم لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ یہ کیا عقلمندی ہے۔ واللہ یہ ضرور قریش کے غلام ہیں۔

پھر ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بتلاؤ کہ قریش کے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر نہیں ۔فرمایا: روزانہ کس قدر اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ غلاموں نے کہا کہ کسی دن نو اونٹ اور کسی دن دس اونٹ ذبح کرتے ہیں ۔حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ معلوم ہوا کہ نو سو یا ہزار کے قریب لوگ ہیں ۔ پھر حضور ﷺ نے ان غلاموں سے پوچھا کہ کفار قریش نے کہاں قیام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ جو ٹیلہ آپ دوسری طرف دیکھ رہے ہیں اس کے پس پشت ۔

پھر حضور ﷺ نے ان سے پوچھا کہ اشراف قریش سے کون کون لوگ آئے ہیں ۔انہوں نے جواب دیا عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، امیہ بن خلف، حجاج کے دونوں بیٹے، مینہ اور نبیہ علاوہ سہل بن عمرو، عمرو بن عبدود وغیرہ ۔

صحابہ کو مخاطب کر کے یہ سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

''یہ مکہ ہے ۔جس نے اپنے جگر کے ٹکڑے نکال کر تمہارے آگے کر دیے ہیں ۔''

اس رات کو خوب بارش ہوئی ۔مسلمان ریتلے علاقے میں خیمہ زن تھے ۔جس سے وہ ریت جم کر پختہ ہوگئی اور مسلمان آسانی سے چلنے پھرنے لگے ۔لیکن جہاں قریش کفار مکہ تھے وہاں کیچڑ ہوگیا۔ ہر طرف کیچڑ ہی کیچڑ تھا۔

یہ جمعہ کی رات تھی ۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر گہری نیند طاری کر دی ۔

حضرت سعد بن معاذ نے پھر دوبارہ مشورہ دیا کہ حضور ﷺ ہم آپ کے لیے ٹیلہ پر عریش بنا دیتے ہیں ۔ جہاں آپ بیٹھ کر جنگی حالات کا جائزہ لیں گے ۔ وہاں آپ کی سواری کے اونٹ بھی تیار ہوں گے ۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو فتح عطا فرمائے ۔ خدانخواستہ اگر دوسری صورت ہوئی تو آپ اونٹوں پر مدینہ طیبہ تشریف لے جائیں ۔ وہاں آپ علیہ السلام کے صحابہ آپ ﷺ پر اپنی جانیں نثار کرنے کے لیے موجود ہیں ۔آقا علیہ السلام نے ان کو دوبارہ دعائے خیر سے نوازا ۔اور حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق ٹیلے پر آپ ﷺ کے لیے عریش بنا دیا گیا۔ جہاں سے آپ ﷺ سارا نظارہ دیکھ سکتے تھے ۔اس میں حضور علیہ السلام اور دوسرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے ۔ تیسرے کسی کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی ۔حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تلوار سجا کر خود عریش کے آگے پہرا پر کھڑے ہو گئے ۔سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ

''ہم میں سے مقداد کے بغیر کوئی بھی گھڑسوار نہ تھا۔ ہم نے دیکھا کہ تمام لوگ سوئے ہوئے ہیں ۔سوائے آنحضرت ﷺ کے ۔حضور ﷺ رات بھر ایک درخت کے نیچے نماز ادا فرماتے رہے ۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی ۔'' (رسولِ رحمت صفحہ ۲۷۶، دلائل النبوۃ للبیہقی جلد سوم صفحہ ۳۵، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۳۱، ۳۱۵)

جہیم بن صلت کا خواب

کفار قریش مکہ سے آئے ہوئے جب مقام جحفہ پر پہنچے تھے تو یہاں جہیم بن صلت بن مخرمہ بن مطلب بن عبدمناف نے خواب دیکھا اور اسے لوگوں سے بیان کیا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار آیا ہے اور ایک اونٹ بھی اس کے ساتھ ہے ۔ وہ شخص

آ کر کھڑا ہوا ہے۔ اور کہنے لگا کہ عتبہ بن ربیعہ قتل ہوا۔ شبیہ بن ربیعہ قتل ہوا۔ ابوجہل بن ہشام قتل ہوا۔ امیہ بن حلف قتل ہوئے اور اشراف قریش میں سے فلاں فلاں قتل ہوئے۔ اس نے سب کا نام لیا۔ پھر اس شخص نے اپنے اونٹ کی گردن میں نیزہ مار کر زخمی کر کے اسے ہماری طرف چھوڑ دیا۔ ہمارے لشکر میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ جس کو اس اُونٹ کا خون نہ لگا ہو۔

ابوجہل نے جب یہ خواب سنا تو کہنے لگا کہ بنی مطلب میں ایک اور نبی پیدا ہو گیا ہے۔ کل ہم نے جنگ کی تو خوب معلوم ہو جائے گا۔ کہ کون قتل ہوتا ہے۔

کفار مکہ میدانِ بدر میں

صبح کو کفار اٹھ کر بدر کے میدان کی طرف آئے۔ یہ بڑے غرور میں بن سنور کر اور ہتھیار اور زرہوں وغیرہ کے ساتھ آ رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھ کر فرمایا:

''اے اللہ یہ قریش کا لشکر ہے۔ جو بڑے تکبر اور غرور سے چلا آ رہا ہے۔ تاکہ تیرے ساتھ ٹکرائے اور تیرے رسول (ﷺ) کو جھٹلائے۔ اے اللہ اپنی وہ مدد بھیج جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ کل ان کو ہلاک کر دے۔''

پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے جو قریش کے قریب تھے دریافت فرمایا یہ سرخ اونٹ والا کون ہے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ عتبہ بن ربیعہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لشکر قریش میں سے کسی سے خیر چیز کی توقع کی جا سکتی ہے تو یہ عتبہ بن ربیعہ ہے۔ لوگ اگر اس کی بات مانیں گے تو فلاح پا لیں گے۔ (یہ لوگوں کو جنگ سے باز رہنے اور واپس چلے جانے کی ترغیب دے رہا تھا)

چند لوگ قریش کے حضور اکرم ﷺ کے لشکر کے پاس حوض جو مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ پانی پینے کے لیے آئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ ان کو پانی پینے دیں۔ ان سب لوگوں میں سے جس نے بھی پانی پیا۔ سب میدان بدر میں قتل ہوئے سوائے ایک حکیم بن حزام کے۔ جن کا اسلام بعد میں بہت اچھا ہوا۔ ان پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا۔ کہ یہ جب بھی قسم کھاتے تو فرماتے۔ ''قسم ہے اس زات کی جس نے مجھے بدر کی جنگ میں نجات دی۔''

جب قریش کے لوگ اطمینان کے ساتھ بدر کے میدان میں اتر آئے تو انہوں نے عمیر بن وہب الجہمی کو بھیجا۔ تاکہ مسلمانوں کی قوت کا اندازہ لگائے۔ عمیر بن وہب الجہمی نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے گرد چکر لگایا۔ اور آ کر بتایا کہ ان کی تعداد تقریباً تین سو کے قریب ہے کچھ اور یا کم ہے۔

پھر اس نے کہا کہ ٹھہرو کہ کہیں انہوں نے کوئی کمک نہ چھپا رکھی ہو۔ اس نے پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور دور نکل گیا۔ وہ واپس آیا تو ااس کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ اس نے کہا میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے کوئی اور لوگ چھپے ہوئے ہوں۔ مگر

اے قریش میں نے دیکھا ہے کہ تم پر بلائیں موت کو لے کر نازل ہو رہی ہیں۔ ان لوگوں کے خاموش چہروں کو دیکھ کر ایسے نظر آتا ہے کہ وہ کم از کم تم لوگوں کا ایک ایک آدمی ہر ایک ان میں سے ضرور قتل کرے گا۔ اور جتنی ان کی تعداد ہے تمہارے اتنے آدمی بھی قتل ہو گئے تو پھر زندگی کا کیا لطف باقی رہ جائے گا۔ میں نے اپنی رائے تمہیں بتا دی ہے باقی تمہاری مرضی۔

پھر کفار نے ایک اور آدمی ابوسلمہ الجشمیٰ کو بھیجا۔ تاکہ وہ مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگائے۔ اس نے بھی گھوڑے پر چکر لگایا۔ واپس آ کر اس نے بتایا:

> ''بخدا میں نے ان کے پاس نہ ہی اسلحہ کے انبار اور نہ ہی کوئی قوت دیکھی ہے۔ لیکن میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو گھروں کو لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ وہ لوگ اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔ ان کے پاس سوائے ان کی تلواروں کے کوئی جائے پناہ نہیں۔ ان کی نیلگوں آنکھیں دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ وہ چمڑے کی ڈھال کے نیچے کنکریاں ہوں۔ میں نے تمہیں اپنی رائے دے دی۔ اب جیسے مرضی کریں۔

عتبہ بن ربیعہ

حکیم بن حزام ان لوگوں کی باتیں سن کر مختلف لوگوں سے ملتا ہوا عتبہ بن ربیعہ کے پاس آیا۔ اور اسے کہا۔ اگر تم ایسا کارنامہ کرو کہ لوگ تمہیں ساری زندگی یاد رکھیں۔ تو ضرور کرو۔ کیونکہ تم ایک معزز سردار ہو۔ اور اس نے اسے ابوولید (عتبہ کی کنیت) سے اُسے مخاطب کیا تھا۔

حکیم بن حزام نے مزید کہا کہ تم اپنے حلیف عمرو بن حضری کا خون بہا اپنے ذمہ لے لو۔ اور لوگوں کو واپس لے چلو۔

عتبہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور کہا کہ ''میں نے عمرو بن حضری کا خون بہا اپنے ذمہ لے لیا۔ اس کی دیت میں اپنی گرہ سے ادا کروں گا۔ اور اس کے مال کا نقصان بھی پورا کروں گا۔

اے قریش کے لوگو تم محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب سے جنگ کر کے کیا کرو گے۔ وہ سب تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ پھر تم زندگی بھر ایک دوسرے کا منہ دیکھنا گوارہ نہیں کرو گے۔ کسی نے کسی کا بھائی کسی کا بیٹا کسی کا چچا یا ماموں قتل کیا ہو گا۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ محمد (ﷺ) کو عرب کے دوسرے لوگوں کے ساتھ لڑنے دو۔ اگر ان قبائل نے ان کو قتل کر دیا تو تمہارا مطلب پورا ہو جائے گا۔ اور اگر یہ غالب آ گئے تو ان سے ملتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آئے گی۔ کیونکہ تم نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا ہو گا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ محمد (ﷺ) کے اصحاب نے اپنی جانیں دینے کا عزم کر رکھا ہے۔ تم اپنی جانوں کے نقصان کے بغیر ان تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ اور نہ انہیں نقصان پہنچا سکتے ہو۔ اے قوم بزدلی کی تہمت تم مجھ پر لگا دو اور اعلان کر دو کہ عتبہ کی بزدلی کی وجہ سے ہم جنگ نہیں کر سکے۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بزدل نہیں ہوں۔

پھر اس نے حکیم بن حزام کو ابن حنظلہ ابوجہل کے پاس جانے کے لیے کہا۔ ابن حنظلہ ابوجہل کو کہتے تھے۔ حنظلہ ابوجہل

کی ماں کا نام تھا۔ کیونکہ عتبہ کو اندیشہ تھا کہ لوگ بغیر ابوجہل کی رائے کے واپس نہیں ہوں گے۔ ابوجہل کو ابوالحکم کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔

حکیم بن حزام ابوجہل کے پاس آیا۔ وہ اپنی زرہ درست کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ اے ابوالحکم! مجھے عتبہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور یہ یہ کہا ہے۔

ابوجہل کی چال

ابوجہل نے عتبہ کی باتیں سن کر کہا کہ محمد (ﷺ) کو دیکھ کر عتبہ کا سانس پھول گیا ہے۔ واللہ ہم واپس نہ جائیں گے کہ جب تک خدا ہمارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ نہ کر دے۔ عتبہ کا بیٹا (ابوحذیفہ بن عتبہ) چونکہ محمد (ﷺ) کے ساتھ ہے اس لیے وہ تم لوگوں کو محمد (ﷺ) سے ڈراتا ہے۔

پھر ابوجہل نے ایک چال چلی۔ اس نے عامر بن حضرمی جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اس کے بھائی عمرو بن حضری کو بلا بھیجا۔ جب وہ آیا تو اس نے اس کو کہا کہ تم لوگوں میں کھڑے ہو کر اپنے بھائی کے خون کی فریاد کرو۔

عمرو بن حضرمی لوگوں کے درمیان آیا۔ اور اس نے اپنا گریبان پھاڑ کر لوگوں کو دہائی دی ''واعمراہ واعمراہ'' اس کے اس طرح چیخنے سے لوگ پھر جنگ پر آمادہ ہو گئے۔

جب عتبہ نے ابوجہل کی بات سنی تو کہنے لگا ''اس ذلیل کو جلدی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا سانس پھولا ہوا ہے۔ میرا یا اس کا''

عتبہ کا سر بہت بڑا تھا۔ سارے لشکر میں اس نے اپنے لیے خود تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔ تو اس نے اپنے سر پر چادر لپیٹ لی۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۵۱ تا ۵۳)

رسول اللہ ﷺ کی دعائیں

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

''بدر کے دن ہمارے پاس حضرت مقداد کے بغیر کوئی سوار نہیں تھا۔ اس رات سب گہری نیند سوتے رہے سوائے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم ﷺ کے۔ آقا دو جہاں ﷺ ساری رات اللہ تعالیٰ کے آگے نوافل پڑھتے رہے۔ اور رحمت الٰہیٰ کے لیے اپنے آنسو بہاتے رہے۔''

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ بدر کی جنگ شروع ہوئی۔ تو میں کچھ دیر کافروں سے برسرپیکار رہا۔ پھر میں تیزی سے عریش کی سمت آیا تاکہ آقا علیہ السلام کو دیکھوں۔ سرکار دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود تھے۔ اور یاحیی یاقیوم کا ورد فرما رہے تھے۔ میں پھر واپس آ کر لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر دل بے چین ہوا۔ اور میں تیزی سے

سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھنے کے لیے آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ابھی تک سربسجود ہیں۔ اور یا حیی یاقیوم کا ورد فرما رہے ہیں۔ میں پھر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر آیا۔ اور آپ ﷺ یوں ہی سربسجود یاحیی یاقیوم کا ورد فرما رہے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی لفظ نہیں فرما رہے تھے۔ میں کئی بار لشکر میں گیا۔ کافروں سے لڑا اور واپس آیا۔ لیکن آپ ﷺ یوں ہی سربسجود یا حیی یاقیوم کا ورد فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اس شدت اور قوت سے کسی کو اپنے حق کا واسطہ دیتے ہوئے نہیں سنا جس شدت اور قوت سے حضور ﷺ نے روز بدر اللہ تعالیٰ کو واسطہ دیا۔ حضور ﷺ عرض کرتے رہے۔ اے اللہ میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ یا اللہ اگر تو اس گروہ کو ہلاک کر دے گا تو پھر تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اس دن فرما رہے تھے اور آپ ﷺ اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے۔

"اے اللہ۔ میں تجھے اس عہد اور وعدہ کا واسطہ دیتا ہوں جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے۔ اے اللہ اگر تو اسے پورا نہیں کرے گا تو پھر تا ابد تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔"

(دلائل النبوۃ جلد سوم صفحہ ۵۴، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۲۳ تا ۳۲۸)

(اس وقت میں ٹی وی پر ڈائریکٹ مسجد نبوی شریف کی زیارت کر رہا ہوں۔ مواجہ شریف کے سامنے صرف آٹھ دس لوگ کھڑے ہیں۔ ایک دو سپاہی بھی ڈیوٹی دے رہے ہیں۔ ان میں صرف ایک سعودی لگتا ہے۔ باقی پاکستانی وغیرہ لگتے ہیں۔ میں بھی آپ علیہ السلام کے حضور سلام عرض کرتا ہوا لکھ رہا ہوں اور دعا مانگ رہا ہوں۔ یا اللہ حضور ﷺ کی ساری امت کی اصلاح فرما۔ اس پر رحم کر اور اس کو بخش دے۔ یا اللہ اس وقت بھی امت مسلمہ کا بیڑہ بڑے خوفناک منجھدار میں پھنسا ہوا ہے۔ سوائے تیرے حبیب ﷺ کی دست رسی کے اسے اس مہیب گہرائی سے کوئی نہیں نکال سکتا ہے۔ یا اللہ ہم تجھے تیری پیارے حبیب ﷺ کا واسطہ دیتے ہیں جنہوں نے طائف کے میدان میں اسی امت مسلمہ کے لیے تیرے نام کو بلند کرنے کے لیے پتھر کھائے۔ آپ علیہ السلام کو لہولہان کیا گیا۔ آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔ یا اللہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کا دل ٹھنڈا فرما۔ وہ ہمیں دیکھ کو خوش ہوں۔ وہ دوسری امتوں پر اپنی امت کا فخر کر سکیں۔ یا اللہ ہمیں ایسا بنا دے جیسا تیرے حبیب ﷺ پسند فرماتے ہیں۔ اور ہمیں ایک لحظہ آنکھ کے جھپکنے کے برابر بھی اپنے نفسوں کے حوالے نہ فرما۔ یا اللہ ہمیں ایسا بنا دے کہ تو ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم سے کبھی بھی غصہ نہ ہو۔ ہمیں قبر کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ ہمیں حشر میں حضور نبی کریم ﷺ کی ہمسائیگی اور آپ ﷺ کی شفاعت نصیب فرما۔ حوض کوثر سے ایسا پانی پلا کہ پلانے والا ساقی تیرا حبیب ﷺ ہو۔ اور جس کے پینے کے بعد ہم حضور ﷺ کے دیدار سے مستفید ہوتے رہیں۔



چہ ہسنت آں کہ در یکدم رخت را صد نظر بینم
ہنوزم آرزو مندے کہ یک بار دگر بینم

یا اللہ تو نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کا کیسا حسن بنایا ہے کہ سوسو بار اور ہزار ہزار بار اور لاکھوں لاکھوں کروڑوں بار بھی تیرے پیارے حبیب ﷺ کا رخ انور دیکھنے کے بعد بھی دل سیر نہیں ہوتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ ایک بار پھر دیکھوں۔)
(نثارالنبی ولد صوفی محمد ریاض ولد صوفی محمد چراغ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یوم بدر رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کی طرف دیکھا۔ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔اور حضور ﷺ قبلہ رو کھڑے ہو گئے۔اور اپنے دونوں ہاتھ بارگاہ رب العزت میں پھیلا دیے۔اور اسی حالت میں اپنے رب کے حضور فریاد شروع کر دی۔(اور اتنی فریاد کی۔اتنی فریاد کی) کہ محویت کے عالم میں آقا علیہ السلام کی چادر مبارک ان کے مبارک کندھوں سے نیچے گر پڑی۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیزی سے وہ چادر اٹھا کر دوبارہ آپ ﷺ کے کندھوں مبارک پر ڈال دی۔سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ کو اپنی گود میں لے کر آپ علیہ السلام کی پشت مبارک کو اپنے سینے سے لگا لیا۔اور عرض کرنے لگے۔اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ نے واسطہ دینے میں انتہا کر دی۔یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے عہد کو ضرور پورا فرمائے گا۔

سرکار دو عالم ﷺ فرمانے لگے۔اے اللہ اگر یہ کافر مسلمانوں کے اس گروہ پر غالب آ گئے تو شرک غالب آ جائے گا۔اور پھر تیرا دین قائم نہیں ہو سکے گا۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔بخدا اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور غالب فرمائے گا۔اور حضور کے رخ انور کو فتح کی مسرت سے روشن فرما دے گا۔(ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۱۰)

جبرائیل علیہ السلام کی فرشتوں سمیت آمد

اچانک سرکار دو عالم ﷺ کو اونگھ آ گئی۔اور جبرائیل علیہ السلام یہ آیت شریف لے کر اترے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝۹ (الانفال)

ترجمہ: یاد کرو جب تم فریاد کر رہے تھے۔اپنے رب سے تو سن لی۔اس نے تمہاری فریاد۔اور فرمایا کہ یقینا میں مدد کرنے والا ہوں۔تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔

اسی وقت ایک ہزار فرشتے نازل ہوئے۔اور کافروں کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ہیں۔جبرائیل علیہ السلام جو زرد عمامہ پہنے گھوڑے کی باگ پکڑے آ گئے ہیں۔آسمان و زمین کے درمیان کھڑے ہیں۔پھر وہ نیچے اترے اور ایک ساعت مجھ سے غائب ہو گئے۔پھر ظاہر ہوئے۔اس وقت ان کے پاؤں پر گرد جمی ہوئی تھی اور عرض کی۔

جس وقت آپ ﷺ نے اپنے رب کو پکارا اللہ تعالیٰ کی نصرت آپ ﷺ کے پاس آ گئی۔ 47

اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: یاد کرو۔ جب وحی فرمائی آپ علیہ السلام کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم ثابت قدم رہو۔ اے ایمان والوں میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب۔ سو تم مارو ان کی گردنوں کے اوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔ (الانفال)

سورۃ آل عمران آیت ۱۲۳ تا ۱۲۶ میں اللہ تعالیٰ میدان بدر میں نشان لگے پانچ ہزار فرشتوں کا بتایا۔

یعنی پہلے ایک ہزار فرشتے جبرئیل علیہ السلام کی رفاقت میں زمین پر اترے بعد میں پے در پے چار ہزار فرشتے اور مدد کو آئے۔

اس فرشتوں کی جماعت نے سفید عمامے زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ سوائے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے۔ آپ نے صرف زرد رنگ کا عمامہ زیب تن فرمایا ہوا تھا۔

صفوں کی درستگی

سرکار دو عالم ﷺ نے بڑی عمدگی سے صفیں درست فرما دیں۔

ہر ہر آدمی کو اس کا مورچہ سمجھا دیا گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ صفیں درست فرما رہے تھے۔ اور لوگوں کو صف شکنی سے منع فرما رہے تھے۔ آپ کے ہاتھ مبارک میں تیر تھا۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرے۔ چونکہ یہ صف سے تھوڑا آگے کھڑے تھے۔ آپ علیہ السلام نے تیر سے ان کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو استویا برابر کیا۔ تو تیر ہلکا سا ان کو چبھ گیا۔

حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ حضور آپ ﷺ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس کا بدلہ مجھے دیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ آقا علیہ السلام نے اسی وقت بغیر کسی برہمی کے اپنی زرہ کے بند کھولے اور اپنی قمیض اوپر اٹھا دی۔ اور شکم مبارک کو ان کے سامنے کرتے ہوئے فرمایا۔ ''اِستَقِد'' اے سواد آؤ۔ اور بدلہ لے لو۔ وہ دوڑ کر آگے بڑھے۔ اور شکم مبارک سے لپٹ گئے۔ اور اس کو چومنا شروع کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا۔ اے سواد تو نے ایسا کیوں کیا۔ عرض کی:

''میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ جو مرحلہ ہمیں درپیش ہے وہ حضور ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری یہ آرزو تھی کہ اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت میری جلد حضور کی جلد سے مس ہو جائے۔''

سرکار دو جہاں ﷺ نے انہیں دعائیں دیں۔



خطبہ بدر

جب ساری صفیں برابر ہوگئیں تو آقاعلیہ السلام نے اپنے رب کی حمد وثنا کی پھر فرمایا:

''میں تمہیں اس بات پر برانگیختہ کرتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں برانگیختہ کیا ہے۔

اوران کاموں سے منع کرتا ہوں جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے۔

اللہ کی شان بہت بڑی ہے وہ حق کا حکم دیتا ہے۔اورسچائی کو پسند کرتا ہے۔

اورنیک کام کرنے والوں کو اپنی بارگاہ میں ان کی بلند منزلوں پر فائز کرتا ہے۔

اسی کے ساتھ ان کا زکر بلند ہوتا ہے۔اوراسی کے ساتھ انہیں فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

اورآج تم حق کی منزلوں میں سے ایک منزل پر کھڑے ہو۔اس مقام پر اللہ تعالیٰ محض اس کی رضا کے کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔

اور جنگ کے موقع پر صرف صبر ہی ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ حزن وملال کو دور کرتا ہے۔

اوراسی صبر کی برکت سے غم سے نجات دیتا ہے۔اوراسی چیز سے آخرت میں تم نجات پاؤ گے۔

تم میں اللہ کا نبی موجود ہے۔جو بعض چیزوں کے کرنے کا تمہیں حکم دیتا ہے اور بعض چیزوں سے تمہیں منع کرتا ہے۔

آج تمہیں حیا کرنا چاہیے۔کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی ایسے عمل پر آگاہ نہ ہو جس سے وہ تم پر ناراض ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بیزاری بہت سخت ہے۔اس بیزاری سے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے۔

اس نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کا تمہیں حکم دیا ہے۔ان کو غور سے دیکھو۔اور جو اپنی نشانیاں تمہیں دکھائی ہیں اور زلت کے بعد تمہیں عزت بخشی ہے۔

اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑلو۔اس سے تمہارا رب تم پر راضی ہوگا۔

اوران مقامات پر اپنے رب کو آزماؤ۔تم اس کی رحمت اور مغفرت کے مستحق ہو جاؤ گے۔جس کا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔

بے شک اس کا وعدہ حق ہے۔اوراس کا قول سچا ہے۔اوراس کا عذاب بہت سخت ہے۔بیشک میں اور تم اس اللہ کی مدد طلب کرتے ہیں جو حیی و قیوم ہے۔

وہی ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے۔اوراسی کا دامن کرم ہم نے پکڑا ہوا ہے۔

اسی پر ہم نے بھروسا کیا ہے۔اوراسی کی طرف ہم لوٹ کر جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری اور سارے مسلمانوں کی مغفرت فرمائے۔'' 

سبحان اللہ حضور علیہ السلام کی کیا شان ہے کہ اس حالت جنگ میں بھی لوگوں کو جنگ پر اُبھارنے کی بجائے بندے کا اپنے رب سے رشتہ استوار فرما رہے ہیں۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۵۵، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۳۴، سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۲۷)

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ جب عریش بن گیا تو ہم نے اعلان کیا کہ کون اس عریش میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے گا۔ ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ جو اپنی تلوار لہراتے ہوئے اٹھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے پاس آ کر پہرہ دینے لگے۔

آغاز جنگ

لشکر کفار کے ایک بدخو شخص نے اعلان کیا کہ وہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیئے گا۔ یا تو اسے منہدم کر دے گا یا اپنی جان دے دے گا۔ اس خبیث کا نام اسود بن عبد الاسد المخزومی تھا۔ جب وہ فاسد نیت کے ساتھ پانی کے تالاب کی طرف بڑھا۔ سیدنا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مد مقابل ہوئے اور اس کی پنڈلی کاٹ دی۔ وہ اپنی خون آلود پنڈلی کے ساتھ حوض کے اندر گھس کر پانی کو خراب کرنے کے لیے پھر حوض کی طرف لپکا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔

یہ پہلا کافر تھا جو جہنم رسید ہوا۔

اسود کا کام تمام ہوتے دیکھ کر عتبہ بن ربیعہ اپنے بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اپنے بیٹے ولید کو لیے ہوئے صفوں کے آگے کھڑا ہو کر پکارنے لگا۔

هل من مبارز۔

ترجمہ: ہے کوئی جو ہم سے مقابلہ کرے۔

انصار کے تین نوجوان عوف اور معاذ پسران حارث اور عفراء اور علاوہ عبداللہ بن رواحہ شیروں کی طرح ان کے مد مقابل آئے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو۔ وہ کہنے لگا ہم انصار سے ہیں۔ عتبہ کہنے لگا۔ ہمیں ضرورت نہیں۔

ان میں سے ایک نے زور سے آواز دی۔

یا محمد (ﷺ) اخرج علینا اکفاءنا من قومنا۔

یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہماری قوم کے لوگوں میں سے کوئی بھیجو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے مد مقابل بھیجا۔

جب یہ سامنے گئے تو جنگی ہتھیاروں کی وجہ سے یہ ان کو پہچان نہ سکے۔ پوچھا تم کون ہو۔ انہوں نے نام بتایا۔ تو یہ کہنے لگے۔ تم واقعی ہمارے ہم پلہ و مد مقابل ہو۔

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو للکارا۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عتبہ کے بیٹے ولید کو للکارا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اپنے مدمقابل شیبہ اور عتبہ کے بیٹے ولید کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔البتہ عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔اور تلواروں سے ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔عتبہ شدید زخمی ہو گیا اور عتبہ کے وار سے عبیدہ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ کٹ گئی۔اور یہ شدید زخمی ہو گئے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے مدمقابلوں سے فارغ ہونے کے بعد بڑی تیزی سے بڑھے اور عتبہ پر وار کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔اور حضرت عبیدہؓ کو شدید زخمی حالت میں اٹھا کر لے آئے اور آقا علیہ السلام کے قریب لے گئے۔اور ان کو لٹا دیا۔حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا رخسار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں پر رکھ دیا۔اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج حضرت ابو طالب اس حالت میں دیکھتے تو اِن کو پتہ چل جاتا کہ ان کے اشعار کا حق دار میں ہوں۔شعر ابو طالب ؎

؎ کذبتھم و بیت اللہ نبدی محمدا

ولما نطاعن حوله و نناضل

ترجمہ: اے مشرکو خانہ خدا کی قسم تم جھوٹ بول رہے ہو جب تم کہتے ہو کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔اور اس کے ارد گرد نیزوں اور تیروں سے جنگ نہیں کریں گے۔

؎ ونسلمه حتی نصرع حوله

و تذهل عن ابناء ناوالحلائل

ترجمہ: سن لو ہم انہیں تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔جب تک ہمارے لاشوں کے ڈھیر اِن کے آس پاس نہ لگ جائیں۔ہم اس کے دفاع میں اپنے بیٹوں اور اپنی بیویوں سے بھی بے پرواہ ہو جائیں گے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

اشھد انک شھید۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو شہید ہے۔

قربان جائیں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر۔وقت آخر سر آپ علیہ السلام کے قدموں پر ہے۔اپنی آنکھوں کی پیاس حضور علیہ السلام کی دید سے بجھا رہے ہیں۔ایسا وقت کس کو نصیب ہوگا۔اے ہمارے محبوب ہمارا سر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر ہو اور یوں ہمیں موت آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیار سے ہماری طرف دیکھ رہے ہوں۔اور ناز ان والی نظروں سے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہے ہوں۔ایسے میں ہمیں موت آ جائے۔آمین

واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے بیعت کا حق ادا کر دیا۔

ے دم آخر نمائی جلوہ دیدار جامی را 

(نثار النبی بن صوفی محمد ریاض بن صوفی محمد چراغ)

ابوجہل کو ڈر لگ گیا کہ لشکر کفار کے حوصلے نہ پست ہو جائیں۔ کیونکہ یکبارگی تینوں بڑے سرداروں عتبہ شیبہ اور ولید قتل ہو گئے تھے۔اس نے زور سے اعلان کیا۔ ہمارا مددگار عزیٰ ہے۔ اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں جو تمہاری مدد کرے۔

آقا علیہ السلام نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ اس کو یہ جواب دو۔

''اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے۔ اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔ ہمارے مقتول جنت میں اور تمہارے مقتول دوزخ میں ہیں۔''

ہندہ زوجہ ابوسفیان کو جب عتبہ شیبہ اور ولید کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ (نعوذ باللہ) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ نکال کر چبائے گی۔ (سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۱۴، ۴۱۵)

ابوجہل نے کفار کو عام حملے کا حکم دے دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مجاہدین کو یہ حکم فرمایا تھا۔ کہ آپ کے حکم کے بغیر حملہ نہ کریں۔ اگر کفار گھیرا تنگ کر لیں۔ تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر کے اُنہیں پرے ہٹا دیں۔

اب آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریش سے صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اور اپنے صحابہ کرام کو جہاد پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمایا:

''کھڑے ہو جاؤ۔ اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جو شخص آج مشرکین سے جنگ کرے گا۔ اور وہ اس حالت میں قتل ہو جائے کہ وہ صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا امیدوار ہو۔ دشمن کی طرف منہ کیے ہوئے ہو۔ پیٹھ پھیرے ہوئے نہ ہو۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا۔''

آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی سن کر حضرت عمر بن حمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت عمر بن حمام رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کیا جنت کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک۔ عرض کیا کہ میں کھجوریں کھانے تک زندہ رہوں تو یہ لمبا عرصہ ہو گا۔ اور عرض کی کہ میرے اور جنت کے درمیان سوا اس چیز کو کوئی چیز حائل نہیں کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔

یہ کہتے ہی اپنے ہاتھ کی کھجوریں پرے پھینکیں۔ اور اپنی بے نیام تلوار سے اتنا جہاد کیا کہ شرف شہادت تک پہنچ گئے۔

آقا علیہ السلام کے ایک صحابی عوف بن حارث جن کی والدہ کا نام حضرت عفراء رضی اللہ عنہا ہے۔ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ بندے کی کس بات پر خوش ہوتا ہے؟ فرمایا:

''بندے کا سَر برہنہ حالت میں دشمن کے حلقہ میں اپنا ہاتھ گھسیڑ دینا'' 

آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی سن تے ہی آپ پر وارفتگی طاری ہوگئی۔ فوراً اپنی زرہ اور خود اتارا اور تلوار بے نیام کرتے ہوئے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور اتنی شجاعت دی کہ لڑتے لڑتے اپنی جان دے دی۔ اور رتبہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

جب خوب گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی تو سرکار دو عالم ﷺ نے خود بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کفار کے ساتھ شدید جنگ شروع کر دی۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۷۰، ۷۱، سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۶۲، سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۷۱)

حضور علیہ السلام خود پیشوائی فرما رہے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''بدر کے دن جب جنگ شروع ہوئی تو حضور علیہ السلام ہماری پیشوائی فرما رہے تھے۔ اور ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ اور سب سے سخت جنگ کرنے والے اس دن حضور علیہ السلام تھے۔ اور سب سے زیادہ مشرکوں کے نزدیک حضور علیہ السلام کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

ابو جہل کہنے لگا:

''اے اللہ! ہم دونوں فریقوں میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا اور غیر معروف چیزیں لانے والا ہے اس کو ہلاک کر دے۔ یا اللہ۔ جو تیرا زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما''

اللہ تعالیٰ نے ابو جہل کی دعا قبول کی اور اسے اور اس کی بہت ساری قوم کو ہلاک کر دیا۔

امیہ بن خلف کی ہلاکت

امیہ بن خلف کو اپنی موت کا بہت عرصہ پہلے ہی ڈر لگ گیا ہوا تھا۔ کیونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زبانی۔ اسے معلوم ہوا تھا۔ کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ امیہ قتل کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے وہ مکہ سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ اور اسی وجہ سے وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا۔ لیکن ابو جہل زبردستی اسے ساتھ لے آیا تھا۔ اور وہ بھی اس امید پر کہ وہ شاید راستے سے ہی واپس ہو جائے۔ لوگوں کو دکھانے کے لیے ساتھ چل دیا تھا۔

لیکن تقدیر اس کو میدان میں لے ہی آئی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ایمان لانے سے پہلے اس کے دوست تھے اور اس وقت آپ کا نام عبد عمرو تھا۔ جسے آقا علیہ السلام نے تبدیل کروا کر عبدالرحمٰن رکھ دیا تھا۔ یہ آپ کو طعنہ دیتا کہ جو نام تیرے باپ نے رکھا تو نے اسے تبدیل کر دیا۔ وہ کہتا کہ میں رحمٰن کو (نعوذ باللہ) نہیں جانتا۔ میں تجھے تیرے پرانے نام سے بلاتا ہوں۔ تو جواب نہیں دیتا۔ اب ایسا کرتے ہیں کہ میں تجھے عبداللہ کہا کروں گا۔ تو تو مجھے جوب دے دیا کرنا۔ حضرت عبدالرحمن نے فرمایا۔ بہت اچھا۔

جنگ بدر کے دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے جب اسے دیکھا تو آپ نے فرماتے ہیں۔ میرے دل میں خیال

آیا کہ اسے جنگ سے منع کر دوں۔ میں نے اسے دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑے آ رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر عبد عمرو کہہ کر پکارا۔ میں نے جواب نہ دیا۔ پھر اس نے عبداللہ کہہ کر پکارا تو میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت چند زرہیں جو میں نے اپنے مقتولوں کے جسموں سے اتاری تھیں۔ اٹھائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا کہ میری زندگی ان زرہوں سے زیادہ قیمتی ہے میری جان کو بچاؤ۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہیں پھینک دیں۔ اور اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر ان کا ہاتھ پکڑ کر چلا۔ راستہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر اس کے بیٹے نے پوچھا کہ کون ہیں۔ میں نے نام بتایا تو کہنے لگا۔ انہوں نے سب سے زیادہ ہم پر بجلیاں گرائیں ہیں۔ انہوں نے اپنے سَر پر اس دن بطور علامت شتر مرغ کا پر سجایا ہوا تھا۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف مکہ مکرمہ میں بہت زیادہ تکلیف دیتا۔ آپ کے گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں گھماتا۔ اور اوباش لوگوں کو آپ کے پیچھے لگاتا اور جب آپ کا سر گھسیٹتے ہوئے کسی پتھر سے ٹکراتا تو یہ لوگ قہقہے لگاتے تھے۔

اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ یہ دوڑے ہوئے آئے۔ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو کہا: اسے چھوڑ دیں۔ میں اس کو قتل کروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے قیدی ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ ان کو نہیں چھوڑتے۔ تو اچانک زور سے انصار کو آواز دی۔

آس پاس انصار آ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یہ ہے کفر کا سرغنہ امیہ بن خلف۔ اگر آج وہ بچ کر نکل گیا تو میرا بچنا محال ہے۔''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے انصار کے ساتھ ہمارا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ ہم آگے بھاگ رہے تھے۔ امیہ بن خلف کا بیٹا علی فربہ و موٹا تھا۔ وہ تیز نہیں بھاگ سکتا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ انصار نزدیک آ گئے ہیں تو اس کا ہاتھ چھوڑ کر امیہ کو بچانے کے لیے بھگانے لگے۔ انصار نے امیہ کے بیٹے کو پکڑ لیا اور ایک ہی وار میں اس کی ٹانگ کاٹ دی۔ امیہ نے یہ منظر دیکھا تو اس نے ایسی چیخ ماری کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ میں نے ایسی چیخ پہلے نہیں سنی تھی۔ اب لوگ ہماری طرف آئے۔ میں نے امیہ کو نیچے گرا کر خود اس کے اوپر لیٹ گیا اور اس کو بچانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور انصار نے اسے چھین کر قتل کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ

''اللہ تعالیٰ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، میری زرہیں بھی چلی گئیں۔ اور میرے قیدیوں کو قتل کر کے مجھے ان کے فدیہ سے بھی محروم کر دیا۔''

اب کافروں کا بری طرح قتل عام ہو رہا تھا۔

ابلیس جو سراقہ بن مالک کی شکل میں تھا۔ فرشتوں کو دیکھ کر بھاگ اٹھا۔ حارث بن ہشام نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا کہ

ہم کو جنگ میں جھونک کر خود کہاں بھاگ رہا ہے۔ 

ابلیس نے ایک گھونسا حارث بن ہشام کے مارا۔ اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔

''میں دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہے۔''

مشرکین بھی میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ ابوجہل نے دیکھا کہ سراقہ بھی بھاگ گیا ہے اور بڑے بڑے سرداران مکہ بھی قتل ہو گئے ہیں۔ تو لوگوں کو آوازیں دے دے کر اکٹھا کرنے لگا اور جنگ پر اکسانے لگا اور انہیں جرات دلانے لگا۔ جس سے لوگ پھر اکٹھا ہو کر مسلمانوں پر حملے کرنے لگے۔ (ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۲۸ تا ۳۲۹، الکشاف، ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ ۱۳۸)

حضور علیہ السلام کا کنکریاں پھینکنا

آقا علیہ السلام نے پھر اپنے رب کے حضور دعا مانگی:

یارب ان تھلك هذه الحصابة فلن تعبدنی الارض ابدا۔

''اے میرے پروردگار۔ اگر یہ گروہ ہلاک ہو جائے گا تو پھر اس زمین میں تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی۔''

فوراً جبرائیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی حضور علیہ السلام ایک مٹھی بھر مٹی لے کر ان ظالموں کی طرف پھینکئے۔

حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: ''مجھے مٹھی بھر کنکریاں اٹھا کر دو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کنکریاں آپ کو دیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں اور فرمایا:

شاهت الوجوه۔ اللهم ارعب قلوبهم و زلزل اقدامهم۔

ترجمہ: اے اللہ۔ ان کے چہروں کو بگاڑ دے۔ ان کے دلوں کو مرعوب کر دے۔ ان کے قدم ڈگمگانے لگیں۔

اچانک ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ کفار میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ ہر ہر کافر کے چہرے پر وہ کنکریاں لگیں۔ اور اس کی آنکھوں میں مٹی پڑی۔ اور وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ اٹھا۔

مسلمان ان کو قتل کرنے کے لیے پیچھے لپکے۔ تو ان کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ دیکھتے کہ اس کافر کا سر کٹ کر دور جا گرا ہے۔ یہ فرشتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی مدد کر رہے تھے، اور کافروں کے سر قلم کر رہے تھے۔

دیکھیں کیا شان ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کہ شدید حالت جنگ میں بھی ان کا عشق ان کو پیارے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آس پاس رکھا ہوا ہے۔ یہ آپ علیہ السلام کی خاطر اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے ہر ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بھی آواز دی۔ جب بھی پکارا۔ ان لوگوں نے فوراً لبیک کہا۔ آپ جب بھی کہیں تشریف لے گئے۔ یہ لوگ ہمراہ تھے۔

جب کفار میں افراتفری مچ گئی۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ مجھے علم ہے کہ بنی ہاشم کے لوگ اپنی خوشی سے نہیں آئے۔ بلکہ زبردستی لائے گئے ہیں۔ اگر کوئی ان کو پائے تو ان کو قتل نہ کرے۔ اگر کوئی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پائے تو قتل نہ کرے۔ کیوں کہ وہ رضامندی سے نہیں آئے۔

''اور جو شخص ابوبختری کو پائے تو اس کو بھی قتل نہ کرے۔''

کیونکہ مکہ میں ابوبختری حضور علیہ السلام کا دفاع کیا کرتا تھا۔ اور شعب ابی طالب سے حضور علیہ السلام ﷺ اور آپ کے رفقاء کو باہر نکالنے میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا باپ عتبہ، ان کا چچا شیبہ ان کا بھائی ولید قتل ہو گیا تھا۔ اور یہ اس وقت بڑے جوش میں تھے۔ جب یہ بات سنی کہ آقا ﷺ فرما رہے ہیں کہ میرے چچا کو قتل نہ کیا جائے۔ تو اس وقت آپ کے ہوش کے اوپر جوش غالب تھا۔ بے خیالی میں نکل گیا کہ ہم تو اپنے باپوں بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کریں۔ اور عباس کو چھوڑ دیا جائے۔ مجھے اگر عباس ملے تو میں ان کے منہ میں تلوار کی باگ ڈالوں گا۔

آقا علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو پاس ہے تھے کو فرمایا:

''اے ابوحفص رضی اللہ عنہ! کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا کے منہ میں تلوار کی باگ ڈالی جائے گی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دن پہلی مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے ابوحفص کہہ کر پکارا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ابوحذیفہ منافق ہو گیا ہے۔ آپ اجازت دیں تو میں ابھی اس کا سر قلم کر دوں۔

حضرت ابوحذیفہ کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اور آپ اتنا پچھتائے اتنا پچھتائے کہ ساری زندگی پچھتاتے پچھتاتے گزر گئی۔ اور آپ فرماتے ہیں مجھے زندگی بھر یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ میرے منہ سے ایسی کیوں بات نکل گئی۔ جس سے رسول اللہ ﷺ کی دل آزاری ہوئی۔ آپ ہر وقت ڈرتے رہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے شہادت کی آرزو کرتے تھے۔ کہ شاید شہادت کے عمل سے اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو معاف فرما دیں۔ آپ کی یہ دعا جنگ یمامہ میں قبول ہوئی۔ اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

(سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۳۳، سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۷۴، ۷۵)

قرآن پاک کا حکم

جب خاتمہ بالخیر کا تعلق بھی حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم سے ہے۔ اور جب قرآن پاک فرماتا ہے۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۲

ترجمہ: اپنی آوازوں کو حضور علیہ السلام کی آوازوں سے پست رکھو۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح جھڑک کر بولو۔ جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے جھڑک کر بولتے ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہی نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔

تو ان سادہ لوح لوگوں کا کیا کہنا جو اس چیز کی خبر ہی نہیں رکھتے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ابھی مَس بھی نہیں ہوا ہے۔

ایک دفعہ ستائیس رمضان المبارک کی شب کو کر ایک دوست زبردستی مجھے ایک محفل میں لے گیا۔ یہ صاحب ٹی وی پر بہت بڑے مقرر تھے۔ اور ستائیسویں شب کو خدا تعالیٰ سے گناہ بخشوانے کے طریقے بتا رہے تھے۔ ایک گھنٹہ تقریر کی۔ لیکن کہیں بھی حضور علیہ السلام کی وساطت کا زکر نہ کیا۔ محفل کے اختتام پر میں بے اختیار اٹھ کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جناب بتائیں کہ قرآن پاک میں گناہ بخشوانے کا کیا طریقہ اللہ رب العزت نے بتایا ہے۔

کہنے لگے کہ آپ ہی بتائیں۔ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿٦٤﴾ (النساء)

ترجمہ: اور اے لوگو! جب تم اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو آؤ میرے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اور آ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور میرا رسول بھی تمہارے لیے معافی کی سفارش کرے تو تم اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاؤ گے۔

تو یہ صاحب کہنے لگے کہ تم نے یہ بنیادی بات کہی ہے۔ تو میں نے عرض کی آپ لوگوں کو بنیادی بات کیوں نہیں بتاتے۔

خیر ہر ایک کا اپنا حصہ ہے۔ جس کے نصیب میں جو ہے وہ اس کو مل کر رہتا ہے۔

ایک دفعہ ایک بزرگ ایک محفل میں لوگوں کو سمجھا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ آیت الکرسی میں فرماتے ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ کہ کون اس کے آگے سفارش کر سکتا ہے اور اس پر بحث کرتے رہے۔ جب بات ختم کر چکے تو میں نے عرض کی جناب اگلی بات بھی لوگوں کو بتائیں۔

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ

ترجمہ: کون ہے جو سفارش کرے اس کے آگے۔ مگر اس نے جس کو اذن دیا ہے، وہ کر سکتا ہے۔

ابو جہل کا انجام

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے اپنے دائیں بائیں دو نو عمر انصاری نوجوانوں کو

دیکھا۔ تو میں نے خیال کیا کہ بجائے ان کے میرے آس پاس بہادر جنگ جو لوگ ہوتے تو زیادہ اچھا تھا۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک نے آہستہ سے پوچھا۔ چچا جان کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا۔ بھتیجے میں اسے خوب پہچانتا ہوں۔ لیکن تمہیں اس سے کیا کام ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ میرے آقا کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ:

بخدا اگر میں اسے دیکھ لوں تو میرا جسم اس کے جسم سے اس وقت تک جدا نہ ہو گا جب تک کہ دونوں میں سے وہ نہ مر جائے۔ جسے مرنے کی جلدی ہے۔

اتنے میں دوسرے نوجوان نے بھی آہستہ سے یہی بات دہرائی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ابوجہل لوگوں کے درمیان رجز پڑھ پڑھ کر انہیں جوش دلا رہا ہے۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''یہ شدید جنگ مجھ سے کیا انتقام لے سکتی ہے۔ میں نوجوان اور طاقتور اونٹ ہوں۔ جو عفوان شباب میں ہے۔ میری ماں نے مجھے ایسی جنگوں کے لیے ہی جنا ہے۔''

میں نے انہیں کہا کہ یہی نوجوان ابوجہل ہے۔ وہ دونوں فوراً اس کی طرف لپکے۔ اور اپنی تلواروں کے واروں سے اُسے قتل کر دیا۔ ابوجہل کا پاؤں مع نصف پنڈلی کے کٹ گیا تھا۔

یہ دونوں بھائی حضرت عفراء رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے معوذ رضی اللہ عنہ اور معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے تیسرے صاحبزادے عوف بن حارث رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جو پہلے ننگے سر لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ وہ اپنی زرہ بھی اتار کر لڑتے رہے تھے۔ یہ واقعہ پہلے بیان کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کے چار اور صاحبزادے تھے جو جنگ لڑتے رہے۔ یہ وہ واحد خاندان تھا جس کے ایک ہی گھر کے اتنے افراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے رہے۔ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا ان بہادر تین خواتین میں تھیں جو عقبہ اول میں منیٰ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لائیں تھیں۔ جب کہ آٹھ آدمیوں نے آپ علیہ السلام سے ملاقات کی تھی ان میں ایک یہ بھی تھیں۔ یہ واقعہ بھی پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت عفراء بھی سب جنگوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ شریک جنگ ہوتی رہیں۔

جب ابوجہل کا پاؤں کٹ گیا۔ تو عکرمہ ابوجہل کے بیٹے نے حضرت معاذ کو تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ ان کا ہاتھ شانہ سے کٹ کر پشت کی طرف اپنی کھال سے لٹک گیا۔ تو انہوں نے ایسے ہی دشمن سے لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن ان کو لٹکتا ہاتھ بہت تکلیف دیتا تھا۔ تو انہوں نے اپنے ہاتھ کو اپنے پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے جسم سے الگ کر دیا۔ اور یوں ہی لڑتے رہے۔

بہر حال معوذ اور معاذ دونوں بھائیوں نے مل کر ابوجہل کا کام تمام کیا۔ تو آقا علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ اور آپ کو ابوجہل کے مارے جانے کی خوشخبری دی۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ تم دونوں اپنی تلواریں مجھے دکھاؤ۔ دونوں کی تلواریں خون آلود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم دونوں نے ابوجہل کو مارا ہے۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے حضرت معاذؓ کا کٹا ہوا بازو واپس اپنی جگہ پر لگایا اور اس کے اوپر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ لعاب دہن کے لگانے کی دیر تھی کہ وہ فوراً ٹھیک ہوگیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ابوجہل کی لاش تلاش کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ گئے اور اس کو ایسی حالت میں پا کا کہ وہ بے حس وحرکت پڑا ہوا تھا۔ اور مرنے کے قریب تھا۔ اس کی تلوار اس کی رانوں پر تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس کی چھاتی پر چڑھ گئے۔ اَب اس کے غرور کو دیکھیے۔ وہ اس حالت میں بھی کہنے لگا۔

''اے بکریوں کے نکمے چرواہے۔ تونے بڑے دشوار زینے پر قدم رکھا ہے۔''

آپ نے اٹھ کر اس کے سر پر ضربیں لگانی شروع کر دیں۔ جس سے اس کی اپنی تلوار پر گرفت ڈھیلی ہوگئی۔ آپ نے اس کی تلوار چھین لی۔ کیونکہ آپ کی تلوار پرانی ہوگئی تھی۔ آپ کو ڈر تھا کہ یہ شاید اس کا سر نہ کاٹ سکے۔

پھر آپ نے اس کے خود کو اتارا۔ اور داڑھی سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔ اس نے جان کُنی کے عالم میں پوچھا کہ فتح کس کی ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول کی فتح ہوئی۔ (للہ والرسولہ) وہ کہنے لگا۔ اپنے نبی (علیہ السلام) کو میرا پیغام دینا۔ کہ میں عمر بھر ان کا دشمن رہا اور میرا جذبہ عداوت اب بھی بہت شدید ہے۔

اور آپ اسے کہنے لگے کہ اے اللہ کے دشمن خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھے ذلیل کیا۔ آپ نے ایک ہی وار سے اس کی گردن کاٹ دی۔ اور اس کا اور اس کی زرہ وغیرہ اور اس کا سر لے کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ عالیہ میں پہنچ گئے۔

سرکار دوعالم علیہ السلام نے تین بار فرمایا:

الحمد للہ الذی اعز الاسلام واھلہ۔

ترجمہ: خدا تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت دی۔

پھر آقا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالائے اور فرمانے لگے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا سارے لشکروں کو شکست دی۔

جب ابوجہل کے جذبہ عداوت کی آخری بات آپ نے سنی تو فرمایا کہ جس طرح مَیں بارگاہ الٰہی میں تمام نبیوں سے منفرد ومکرم ہوں۔ اور جس طرح میری امت تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اسی طرح میری امت کا فرعون بھی تمام امتوں کے فرعونوں سے زیادہ سنگدل اور کینہ توڑ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کو جب بحر احمر کی موجیں ڈبونے لگیں تو وہ کہنے لگا:

''میں ایمان لایا۔ کہ اس خدا کے بغیر کوئی معبود نہیں۔ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے تھے۔''

لیکن اس امت کا فرعون جب مرنے لگا تو اس وقت بھی اس کی اسلام دشمنی کم نہیں ہوئی بلکہ اس میں اضافہ ہوگیا۔

(محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم صفحہ ۴۳۱، سیرت ابن کثیر جلد سوم صفحہ ۴۱۰)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا نشانہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرا سامنا عبیدہ بن سعید بن عاص سے ہوا۔ وہ سرتاپاؤں لوہے میں غرق تھا۔ صرف اس کی دو آنکھیں دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی کنیت ذات الکرش تھی۔ وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا میں ذات الکرش ہوں۔ ہمت ہے تو میرے سامنے آ۔

آپ نے اپنا نیزا کھینچ کر اور تاک کر اس کی آنکھ میں مارا۔ وہ اس کی آنکھ سے ہوتا ہوا سیدھا اس کے دماغ میں جا کر کھب گیا۔ جس سے فوراً اس کی موت ہوگئی۔ آپ نے اس کی کھوپڑی پر پاؤں رکھ کر زور لگا کر نیزے کو نکالا۔ جس سے نیزے کا پھل ٹیڑھا ہوگیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے نیزہ مانگ لیا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے واپس لے لیا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ سے یہ نیزہ مانگ لیا۔ پھر حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان نے اور پھر حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۸۰)

ابوبختری بن ہشام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کوئی ابوبختری کو قتل نہ کرے۔ کیوں کہ اس نے بھی آقا علیہ السلام اور ان کے صحابہ کو اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ اور شعب ابی طلب سے آپ کے نکالنے میں بڑی مدد کی تھی۔ مجذر بن زیاد سے اس کا سامنا ہوا تو اپ نے اسے بتایا کہ آقا علیہ السلام نے تمہارے قتل سے منع کیا ہے۔

ابوالختری کیساتھ اس کا ایک دوست جنادہ بن ملیحہ اللثی بھی تھا۔ اس نے پوچھا کہ میرے دوست کا کیا بنے گا۔ مجذر نے کہا کہ ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ اس نے کہا مرنا ہے تو ہم دونوں مریں گے۔ تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہیں کہ اپنی جان بچانے کے لیے اِس نے اپنے دوست کو قربانی کا بکرا بنا دیا۔

ابوالبختری نے اپنی تلوار سے مجذر بن زیاد پر حملہ کر دیا۔ مجذر نے ابوالبختری اور اس کے دوست دونوں کو قتل کر دیا۔
(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۵۹)

حضرت عکاشہ بن محض رضی اللہ عنہ

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی دورانِ جہاد تلوار ٹوٹ گئی۔ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام کے پاس ایک لکڑی تھی۔ آپ نے یہ فرمایا کہ اس سے جنگ کرو۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا تو وہ ٹہنی تلوار بن گئی۔ جو کافی لمبی تھی۔ اس تلوار کا نام العون تھا۔ آقا علیہ السلام نے اِن کے لیے دعا فرمائی تھی۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ تو حضرت عکاشہ بن محض رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور دعا فرمائیں کہ میں بھی ان میں سے

ایک ہوں۔سرکار دوعالم سرورِ کائنات ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔"اے اللہ اسے تو ان میں سے کر دے۔ایک اور صحابی نے بھی اسی دعا کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ تم سے دعا میں سبقت لے گیا۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں آپ نے واقعہ جسر میں شہادت پائی۔

(سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۴۶)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ

بدر کی جنگ میں ان کی آنکھ میں تیر لگ گیا۔ یہ اپنے رخسار پر بہتے ڈھیلے کو پکڑ کر آقا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے ڈھیلے کو دوبارہ درست فرما کر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔جس سے وہ فوراً ہی ٹھیک ہوگیا۔اور اس کی بینائی بھی دوسری آنکھ سے زیادہ ہوگئی۔

کفار کا پیچھا کرنا

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں مَیں نے آقا علیہ السلام کو خود کفار کا پیچھا کرتے ہوئے یہ فرماتے سنا:

"عنقریب پسپا ہوگئی یہ جماعت۔اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔بلکہ ان کے وعدہ کا وقت روز قیامت ہے اور قیامت بڑی خوفناک اور تلخ ہے۔"

ایک مشورہ

جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کفار کو رسیوں سے باندھ کر قیدی بنا رہے تھے تو حضرت سعد بن معاذ عریش میں حضور ﷺ کے ساتھ کھڑے نظارہ فرما رہے تھے۔اور آپ کے چہرہ کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ کر آقا علیہ السلام نے فرمایا:

"تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ کفار کو قیدی بنایا جائے۔"

آپ نے عرض کی:"بیشک مجھے یہ بات پسند نہیں۔ یہ پہلا معرکہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی ہے۔اس لیے ان کا زیادہ سے زیادہ مارنا ان کو زندہ رکھنے سے بہتر تھا۔"

جنگ سے فراغت کے بعد کسی نے مشورہ دیا کہ اب قافلے پر حملہ کر دیں۔آقا علیہ السلام کے پاس حضرت عباس رضی اللہ عنہ رسی سے بندھے ہوئے تھے۔فرمانے لگے۔ یہ بات مناسب نہیں۔آقا علیہ السلام سے فرمایا کیوں۔عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام سے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبے کا وعدہ فرمایا تھا۔سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا عباس رضی اللہ عنہ تم سچ کہتے ہو۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔کہ نبی کریم آقا علیہ السلام نے ایک روز پہلے جس جس جگہ جس جس کافر سردار کے قتل ہو کر گرنے کا پتہ دیا تھا۔خدا کی قسم اس جگہ اس کی لاش پائی گئی۔

پرانا کنواں

آقا علیہ السلام اور ان کے صحابہ صبح سویرے سے کافروں کے ساتھ لڑ رہے تھے۔اب زوال کا وقت ہو گیا تھا۔آپ نے میدان جنگ کا معائنہ کیا اور تمام کفار کی لاشوں کو ایک پرانے کنویں میں ڈالنے کا حکم دے دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔امیہ بن خلف بہت موٹا تھا۔اس کو جہاں اس کی لاش تھی وہیں اوپر مٹی ڈال دی گئی۔

حضور علیہ السلام کا مردوں سے خطاب

آقا علیہ السلام اس کنویں پر تشریف لائے جہاں کافروں کو پھینکا گیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوجہل، اے امیہ بن خلف، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے تو کیا مسرور نہ ہوتے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ کیا تھا۔کیا اس وعدہ کو تم نے سچا پایا۔میرے ساتھ تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے اسے سچا پایا۔''

پھر ارشاد فرمایا:

''اپنے نبی علیہ السلام کے تم بہت بُرے رشتہ دار تھے۔تم نے میری تکذیب کی اور دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی۔تم نے مجھے اپنے گھر سے نکالا اور دوسرے لوگوں نے مجھے پناہ دی۔تم نے میرے ساتھ جنگ کی اور دوسرے لوگوں نے میری مدد کی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور ان کو مَرے ہوئے تین دن گزر گئے ہیں۔آپ انہیں ندا فرما رہے ہیں۔بے روح جسم کیسے گفتگو کر سکتا ہے؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما انتہم باسمع لما اقول منہم ان ہم الان یسمعون ما اقول لہم غیر انہم لا یستطیعون ان یردو علینا شیئًا۔

ترجمہ: جو میں کہہ رہا ہوں۔تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔وہ اب سن رہے ہیں۔جو میں کہہ رہا ہوں لیکن وہ جواب دینے کی قوت سے محروم ہیں۔(ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۶۴،سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۸۴)

ایک اہم مسئلہ

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کفار اپنی قبروں میں سنتے ہیں تو مسلمان بھی بعد از وفات بطریق اولی سنتے ہیں۔ اور اگر کوئی مَر کر مٹی ہوگیا ہے تو پھر سزا اور جزا کس کو ملے گی۔

اور حدیث پاک کے مطابق قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور یا پھر کفار کے لیے دوزخ کے گھڑوں میں سے ایک گھڑا ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے۔

جس نے کہا: من کان لا الہ الا اللہ۔ اس کے لیے دوزخ کی آگ حرام ہوگئی۔

علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ

''میت اپنے زیارت کرنے والے کو پہچانتی ہے۔ اور خوش بھی ہوتی ہے۔''

اور فرمایا گیا ہے۔ جب قبرستان میں آدمی السلام علیك یا اھل القبور کہتا ہے۔ تو تمام مردے اس کو جواب دیتے ہیں اور اگر وہ دنیا میں اس کو پہچانتا تھا تو اب بھی اس کو پہچانتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا گیا قرآن پاک میں ارشاد گرامی ہے۔

القرآن: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ (الانفال)

ترجمہ: بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو

القرآن: وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ (فاطر)

ترجمہ: بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو۔ اور آپ نہیں سنانے والے ہیں۔ جو قبروں میں ہیں۔

''بیشک آپ نہیں سنا سکتے مردوں کو اور نہ بہروں کو جب وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں۔'' (سورۃ نمل)

اس کا مطلب ہے کہ آپ بذات خود ان مردوں اور بہروں کو جو پیٹھ کر پھرنے والے ہیں۔ نہیں سُنا سکتے اور اگر آپ کا خدا چاہے تو پھر سنوا سکتے ہیں۔ جیسا کہ آگے ہے۔

القرآن: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمہ: آپ ان کو سنوا سکتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لائے ہیں اور وہ مسلمان ہیں۔

یعنی اے نبی ﷺ ہم نے ان کے دلوں پر ان کی شنوائی پر ان کو بصارتوں پر مہریں لگا دی ہیں اور اوپر سے ڈھانک دیا ہے۔

القرآن: خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۷﴾ (البقرہ)

ترجمہ: ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔ ان کی شنوائی پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر مہر لگا دی

ہے۔ اور اوپر سے ڈھانک دیا ہے (پردہ ڈال دیا ہے)۔ اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

یہ تو بڑی محبت سے آپ سے کلام کیا جارہا ہے۔

القرآن: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٣

ترجمہ: اے میرے پیارے محبوب۔ آپ کہیں اس غم میں کہ یہ لوگ مومن کیوں نہیں ہو جاتے اپنے نفس کو ہلاک ہی نہ کر لیں۔

اور فرمایا:

القرآن: طٰهٰ ۝١ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝٢ (طٰہٰ)

ترجمہ: (اے چودھویں کے چاند کے چہرے والے۔) ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لیے نازل نہیں کیا ہے کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

اور سورۃ فاطر میں فرمایا گیا ہے:

القرآن: وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝١٩ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝٢٠ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝٢١ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝٢٢

ترجمہ: اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہ زندے اور مردے برابر ہو سکتے ہیں۔ خدا جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔ اور تم ان کو جو قبروں میں مدفون ہیں۔ نہیں سنوا سکتے۔"

اے میرے حبیب علیہ السلام! یعنی یہ خدا کا کام ہے جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔

اور ایک جگہ ان کو فرمایا ہے۔

مفہوم: کہ ان کے دل ہیں۔ مگر یہ ان سے سمجھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں مگر یہ ان سے سنتے ہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں مگر یہ دیکھتے نہیں۔ یہ جانور چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی برے ہیں۔

اور ایک جگہ فرمایا ہے:

مفہوم: یعنی کہ زمین پر چلتے پھرتے بھی مردہ ہیں۔ ہر بات کا ایک مطلب ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک دوسرے فرقے کے ایک مولوی صاحب نے جو کہ ظاہر میں بھی آنکھوں سے محروم تھے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب سے فرمایا۔ تم لوگ مجھ سے صاف قرآن کی روشنی میں بات کرو۔ تم ادھر ادھر سے مطلب نکال کر لے آتے ہو۔ صاف ظاہری معنوں میں بات کرو۔ آپ نے اس سے فرمایا:

القرآن: وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝٧٢

ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا رہا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائیگا۔ اور وہ راہ سے گمراہ ہوا۔ 47

وہ جو ظاہری بھی اندھا تھا لاجواب ہو کر بھاگ گیا۔

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ

آپ ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے شعب ابی طالب سے بھی پہلے ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ آپ عتبہ بن ربیعہ کے بیٹے تھے۔ یہ اسلام لائے تو ان کے اہل خاندان اور دوسرے کفار نے ان کی زندگی اجیرن کر دی۔ یہ اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو بیٹا دیا۔ جس کا نام محمد رکھا گیا۔ پھر یہ واپس مکہ مکرمہ نہ آئے۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد یہ آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے مدینہ طیبہ چلے آئے۔ جب ان کے باپ عتبہ کی لاش کو آقا علیہ السلام نے کنوئیں میں ڈالنے کا حکم دیا تو ان کے چہرے کے رنگ کو دیکھ کر آقا علیہ السلام نے فرمایا:

''اے ابو حذیفہ اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر تمہارے دل میں کچھ خیال کو پیدا نہیں ہوگیا۔''

فوراً عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخدا مجھے اپنے باپ اور اس کے انجام کے بارے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میں اپنے باپ کو صاحب الرائے حلیم اور اچھی صفات کا مالک خیال کرتا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی یہ خوبیاں اسے اسلام کی طرف لے آئیں گی۔ میں نے اس کے انجام کو دیکھا اور حالت کفر میں اس کے مَرنے کو دیکھا۔ تو اس بات سے مجھے بہت دکھ ہوا۔'' (سبل الہدیٰ جلد ۲ صفحہ ۸۷، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۶۹)

رسول اکرم حضور علیہ السلام نے انہیں دعاؤں سے نوازا۔ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد سوم صفحہ ۴۴۷)

مکہ میں کہرام

الحیسمان بن راس الخزاعی سب سے پہلے مکہ پہنچا۔ یہ بعد میں مسلمان ہوگیا۔ لوگ اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ اور اس سے لڑائی کے نتیجے کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اس نے انہیں بتایا۔ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ابو جہل جس کو ابو الحکم بن ہشام بھی کہتے تھے۔ امیہ بن خلف، زمعہ بن اسود، بنیہ پسران حجاج، ابوالبختری وغیرہ اور کئی اور روؤسا قریش بھی مارے گئے ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر لوگ ایک دم حیرت زدہ ہو گئے۔ صفوان بن امیہ اس وقت حجر اَسود کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہنے لگا کہ یہ پاگل ہوگیا ہے۔ اس کے ہوش و حواس اڑ گئے ہیں۔ اس سے پوچھو کہ میں کون ہوں۔ الحیسمان نے کہا کہ تو صفوان بن امیہ ہے۔ اور یہ کہ میں نے خود تیرے باپ اور تیرے بھائی کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

آقا دو جہاں سرور کائنات حضور اکرم ﷺ کے ایک آزاد کردہ غلام ابورابع ہیں۔ یہ حضرت عباس کے گھر رہتے تھے۔ حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ ہم سب لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور میں حضرت عباس کے پاس رہتا تھا۔ آپ بھی مسلمان ہو گئے ہوئے تھے۔ لیکن چونکہ آپ نہایت ہی مالدار شخص تھے۔ اور آپ کا بہت سارو پیہ و مال کفار کے پاس تھا۔ اور آپ اس ڈر سے کہ یہ کہیں میرا سارا مال و پیسہ قبضہ نہ کرلیں اَپنے اسلام کو ظاہر نہیں کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

میں لکڑی کے تیر زمزم کے پاس حجرہ میں بنایا کرتا تھا۔ ایک دن تیر بنا رہا تھا اور ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہ ابولہب پاؤں گھسیٹتا ہوا حجرہ میں آ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ اور اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اتنے میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی وہاں آ گیا۔ لوگوں نے ابولہب کو کہا۔ کہ ابھی میدان جنگ سے آیا ہے۔ وہاں کے بہتر حالات تمہیں بتائے گا۔ ابولہب نے ابوسفیان کو کہا کہ میرے بھتیجے ادھر آ۔ اور مجھ کو میدان جنگ کے حالات سنا۔

وہ کہنے لگا کہ جب جنگ شروع ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے مسلمانوں کے سامنے کر دیے۔ وہ جس طرح چاہیں ہمیں قتل کر دیں۔ اور جیسے چاہیں ہمیں قید کر لیں۔ اور میں لوگوں کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ ہمارا سامنا سفید لباس میں ملبوس ان لوگوں سے ہوا۔ جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زمین و آسمان کے درمیان صفیں باندھے کھڑے تھے۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ بے اختیار میرے منہ سے نکل گیا۔

''خدا کی قسم یہ فرشتے تھے۔''

ابولہب میری بات سن کر فوراً میری طرف آ گیا۔ اور آتے ہی اس نے مجھے ایک زبردست طمانچہ میرے منہ پر رسید کیا۔ اور مجھے مارنے لگ گیا۔ میں بھی اس سے چمٹ گیا۔ اس نے مجھے مارتے ہوئے نیچے گرا دیا۔ اور میری چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ کیوں کہ میں ایک ناتواں کمزور سا شخص تھا۔ حضرت عباس کی بیوی ام الفضل نے دیکھا۔ تو ایک چوب اٹھالی۔ اور زور سے ابو لہب کے سر پر دے ماری۔ جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ اور لہو بہنے لگا۔

ام الفضل بولیں تو کیا سمجھتا ہے کہ اس کا مالک گھر نہیں ہے۔ تو یہ کمزور ہے۔ میں تمہارا دماغ درست کر دوں گی۔ ابولہب ذلیل ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۱۰۳، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۷۶،۳۷۵)

ابولہب کا انجام

ابورافع بیان کرتے ہیں کہ اس واقع کے بعد سات دن کے اندر اندر ابولہب ہلاک ہو گیا۔ اس کا انجام بہت برا ہوا۔

اس کو ایک پھنسی نکل آئی۔جس کو عرب لوگ بہت منحوس اور متعدی سمجھتے تھے۔اور اس بندے کے پاس بھی نہیں جاتے تھے۔
ابولہب کے بیٹوں نے بھی اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔وہ کئی روز تن تنہا اذیت میں تڑپتا رہا۔اور اسی حالت میں ہی مر گیا۔تو پھر بھی اس کے پاس کوئی نہ گیا۔پھر اس کی لاش سے بدبو آنے لگی۔اور یہ پھٹ گئی۔تو لوگوں نے اس کے بیٹوں کو عار دلائی۔ان لوگوں نے بڑی بڑی لکڑیوں کی مدد سے اس کی لاش کو اٹھایا اور ایک گھڑے میں پھینک دیا۔اور ایک روایت کے مطابق ایک دیوار کے پیچھے کھڑا کر کے دوسری طرف سے اس کے اوپر پتھر پھینکے کہ وہ دب گیا۔

نعوذ باللہ العظیم من اساءۃ الادب فی حضرۃ حبیبہ و ھنیہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والے کا انجام دیکھ لیا۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔آمین ثم آمین۔

حضور اکرم ﷺ کو مکہ میں ایک شخص بہت تکلیفیں دیا کرتا تھا۔یہ بدبخت دوسرے مسلمانوں کو بھی بہت تنگ کیا کرتا تھا۔اس کا نام اسود بن مطلب تھا۔آقا علیہ السلام نے اس کی حرکتوں اور شرارتوں سے تنگ آ کر اس کے لیے بددعا کی تھی۔کہ یہ اندھا ہو جائے اور اپنے بیٹوں پر روئے۔تو یہ واقعی اندھا ہو گیا اور بدر کی جنگ میں اس کے دو جوان بیٹے اور ایک پوتا قتل ہو گیا۔تو یہ ان پر بہت رویا کرتا تھا۔

ایک ماہ تک مسلسل مکہ کے کفار اپنے معشوقوں پر نوحہ کناں رہے۔لوگ اپنے اپنے عزیزوں کی سواریوں کے پاس آتے اور ان کے اردگرد حلقہ بنا لیتے اور پھر ان کو لے کر سارے مکہ میں گھومتے اور پھر ساتھ ساتھ نوحا کرتے جائے اور پیٹتے جاتے۔اپنے سَر کے بال نوچتے۔عورتوں نے اپنے سروں کے بال منڈوا دیے۔یہ سینہ کوبی کرتیں اور اپنے گریبان پھاڑ ڈالتیں اور اپنے منہ پر طمانچے مارتیں۔یہ سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا اور مکہ کی فضا سوگوار رہی۔

(سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۱۰۳،ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۷۵)

ایک ماہ بعد قریش مکہ کو ہوش آیا کہ ہماری ان حرکتوں پر مسلمان ہنستے ہوں گے۔اور خوش ہوتے ہوں گے۔

انہوں نے پابندی لگا دی کہ آج کے بعد کوئی نہیں روئے گا نہ ماتم کرے گا۔

اسود بن مطلب نے یہ سنا تو اس کو بھی ضبط کرنا پڑا۔لیکن بڑی مشکل سے اس نے چند دن نکالے۔اور ایک دن ایک عورت کے رونے کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔تو اس نے اپنے غلام سے کہا کہ پتہ کر کے آؤ کہ کیا قریش نے رونے کی اجازت دے دی ہے۔

غلام جا کر پتہ کر کے آیا۔کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔اور وہ اس کے فراق میں رو رہی ہے۔

اسود کا زخم پھر تازہ ہو گیا۔اور اس نے فی الدلیہ اشعار کہے۔جن کا مطلب یہ ہے۔

وہ اس بات پر رو رہی ہے۔ کہ اس کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اور بے خوابی اسے سونے نہیں دیتی۔
اسے کہو کہ اونٹ کے گم ہونے پر نہ روئے۔ اور سانحہ بدر پر روئے۔ جب دشمنوں نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔
اگر تم رونا چاہتی ہو تو عقیل اور حارث پر روؤ جو شیروں کے شیر تھے۔
اور اگر تم رونا چاہتی ہو تو ابی حکیمہ (اس کا بیٹا) پر روؤ۔ جس کا کوئی ہمسر ہے ہی نہیں۔
اب ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں۔ اگر جنگ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو یہ ہمارے سردار بن ہی نہیں سکتے تھے۔
(سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۱۰۳، دلائل النبوۃ جلد سوم صفحہ ۱۴۶)

مدینہ منورہ میں فتح کی خوشخبری

خاتم الرسول حضور نبی کریم رؤوف الرحیم آقا دو جہاں سرورکون و مکان ﷺ نے بدر کے میدان میں فتح مبین کے بعد وہاں تین روز گزارے۔ کہیں بھی فتح کے بعد آقا علیہ السلام کا یہ معمول مبارک تھا۔ اس کے بعد لشکر واپس مدینہ روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر اُثیل کے مقام پر پہنچا تو سرکار دو جہان علیہ السلام نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ کو مدینہ منورہ فتح کی خوشخبری دینے کے لیے بھیجا۔ یہ دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ محلہ عالیہ کی طرف چلے گئے۔ اور آپ اونٹ پر سوار تھے۔ اور اسی حالت میں آپ نے با آواز بلند آقا علیہ السلام کی خیریت کی خوشخبری سنائی اور مسلمانوں کی فتح کی اور کفارِ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کے قتل ہونے کی خوشخبری بھی سنائی اور کہا کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے حجاج کے دونوں بیٹے۔ ابوجہل، زمعہ بن اسود، امیہ بن خلف وغیرہ قتل ہو گئے ہیں اور سہل بن عمرو وغیرہ بڑے بڑے لوگوں کو جنگی قیدی بنا لیا گیا ہے۔

عاصم بن عدی آپ کو ایک طرف لے گئے۔ اور کہا کہ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم۔ میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ کل رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ تم خود مکہ کے بڑے بڑے رؤسا کو جنگی قیدی زنجیروں سے بندھے ہوئے دیکھو گے۔ آپ نے انصار کے گھر گھر جا کر خوشخبری سنائی۔ بچے خوشی سے مدینہ کی گلیوں میں دوڑتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ فاسق و فاجر ابوجہل کو قتل کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح حضرت زید بن حارث اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کے نشیبی علاقوں کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں سب لوگوں کو آقا علیہ السلام کی خیریت اور مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری سنائی۔ اور کفار کے قتل ہونے اور اسیر ہونے کی خوشخبری بھی سنائی۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ زید (رضی اللہ عنہ) بھاگ کر آ گیا ہے۔ اُن کے بیٹے حضرت اسامہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں۔ جب تک جنگی قیدیوں کو نہ دیکھ لیا مجھے تسلی نہ ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ کی روانگی کے وقت سرکار دو عالم ﷺ کی لخت جگر بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بہت بیمار تھیں۔ اسی وجہ سے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آپ علیہ السلام نے اُن کے پاس ان کی تیمارداری کا حکم دیا تھا اور ساتھ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو بھی مقرر کر دیا تھا۔

منافقین طرح طرح کی باتیں کرنے لگے۔ ایک منافق نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارا لشکر تتر بتر ہو گیا ہے اور (نعوذ باللہ) آقا علیہ السلام قتل کر دیے گئے ہیں۔ اور آپ کی اونٹنی قصوا کو ہم پہچانتے ہیں۔ اور زید کفار مکہ سے ڈر کر ایسی باتیں کر رہا ہے اور یہ خود میدان سے بھاگ کر آیا ہے۔

یہود کی بھی یہی رائے تھی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے پوچھا: کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں سچ کہہ رہا ہوں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس منافق کو کہا تو جھوٹ بک رہا ہے۔ آقا نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور تشریف لے آئیں گے۔ اور میں تم کو آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ جو تو نے کہا ہے وہ آپ کو بتاؤں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا سر قلم کر دیں گے۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے تو جو سنی سنائی بات کہی ہے۔ میری اپنی رائے نہیں ہے۔

(سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۹۴، سیرت ابن کثیر جلد دوم صفحہ ۴۷۳، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۸۰)

شہدائے بدر

ابن اسحاق کے مطابق یہ گیارہ ہیں۔ جمہور علماء کے مطابق ان کی تعداد چودہ ہے۔ یہ وہ خوش قسمت ہیں جنہوں نے اپنی پیاری جانوں کو اپنے پیارے خدا کے سپرد کر دیا اور ہمیشہ کے لیے اس کی رضا اور اس کی جنت کے وارث بن گئے۔ ان میں چھ مہاجر تھے۔ اور آٹھ انصاری تھے۔

۱۔ عبیدہ بن حارث
۲۔ عمیر بن ابی وقاص
۳۔ عمیر بن حمام
۴۔ سعد بن خثیمہ
۵۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی
۶۔ مبشر بن عبد المنذر
۷۔ عاقل بن بکیر اللیثی
۸۔ مہجع
۹۔ صفوان بن بیضاء الضہری

۱۰۔ یزید بن حارث خزرجی

۱۱۔ رافع بن معلیٰ

۱۲۔ حارث بن سراقہ

۱۳۔ عوف بن عفراء

۱۴۔ محوز بن عفراء رضوان اللہ علیہم اجمعین (ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۹۸،۳۹۷)

مالِ غنیمت

آقا دو جہاں حضور نبی سرور کائنات رؤوف الرحیم حضرت محمد ﷺ نے بدر سے نکل کر عقیق الصفراء کے پاس سے گزرتے ہوئے جب عقیق اور نازیہ کے درمیان ٹیلہ پر پہنچے تو تمام مجاہدین میں برابر حصہ تقسیم کیا گیا۔

یہ مال غنیمت ان لوگوں میں بھی تقسیم کیا گیا جو آنحضرت ﷺ کے حکم میں لگے ہوئے تھے۔

عرب کے پرانے رسم و رواج کے مطابق جنگوں میں جو چیز جس کے ہاتھ لگتی وہ اس کا مالک بن جاتا تھا۔ اس جنگ میں بھی کچھ لوگ تو کفار کا پیچھا کر رہے تھے۔ کچھ آقا علیہ السلام کی حفاظت میں تھے۔ کچھ لوگوں نے مال و اسباب اکٹھا کرنا شروع کر دیا تھا۔ تو کچھ تھوڑا سا نزع پیدا ہوا کہ مال غنیمت کو کس طرح تقسیم کیا جائے۔ کیوں کہ مال غنیمت اکٹھا کرنے والے اپنا حق جتا رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ اور اس رحمت نے گوارہ نہ کیا کہ میرے نبی کریم ﷺ کے ماننے والے کسی جھگڑے میں پڑیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال نازل فرما دی۔ اور تمام مال کو اللہ اور اس کے رسول کا مالک قرار دے دیا۔

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ

ترجمہ: آپ فرما دیں کہ سب مال غنیمت اللہ اور اُس کے رسول (علیہ السلام) کا ہے۔

(سیرت ابن کثیر جلد چہارم صفحہ ۴۷۲، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۹۸)

یعنی تمام مال کا مالک اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے حضور نبی کریم رؤوف الرحیم ﷺ کو بنا دیا۔

حضور علیہ السلام نے تمام مجاہدین کو برابر برابر حصہ تقسیم فرما دیا۔ بعض علماء سیرت کے مطابق یہ مال بغیر خمس نکالے تقسیم کیا گیا۔ لیکن علامہ ابن کثیر کے مطابق اس مال غنیمت میں سے خمس نکالا گیا تھا۔

جن لوگوں کو مال غنیمت میں سے جنگ میں شریک نہ کرنے کے باوجود حصہ دیا گیا۔ کیوں کہ یہ آقا علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ آقا علیہ السلام کے حکم سے اپنی بیوی یعنی آقا علیہ السلام کی بیٹی کی تیمارداری میں مصروف تھے۔ حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر کو حضور علیہ السلام نے مدینہ میں قائم مقام مقرر کیا تھا۔ حضرت عاصم بن عدی کو قبا اور

العالیہ میں انتظام کے لیے مقرر کیا تھا۔ الروحا کے مقام پر خوات بن جبیر کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ اس لیے واپس بھیج دیا گیا تھا۔ حضرت حارث صمہ بھی چوٹ لگنے کی وجہ سے واپس چلے گئے تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت سعید بن زید کو ابوسفیان کے قافلہ اور قریش مکہ کی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات کے لیے بھیجا گیا تھا۔ جب آقا علیہ السلام واپس مدینہ شریف لا رہے تھے تو ان کی ملاقات آپ سے ہوئی تھی۔ اور لبیس بن عمر اور عدی بن الزعباء جو بنی جہم قبیلہ سے تھے۔ اور دشمن کی نقل و حرکت پر متعین تھے۔ کو بھی مال غنیمت سے برابر کا حصہ دیا گیا۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مبین حاصل کرنے کے بعد جب واپس ہوئے اور جنگ ختم ہوگئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی۔ آپ کا رب فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک واپس نہ آنا جب تک کہ میرا حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی نہ ہو جائے۔ اور ابھی تک حضرت جبرائیل علیہ السلام کا چہرہ گرد آلود تھا۔ اور آپ ایک گھوڑی پر سوار تھے۔ اس وقت اثیل کے مقام پر آپ نماز ادا فرما چکے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں راضی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے کثیر مقدار میں مال غنیمت مسلمانوں کو عطا فرمایا تھا۔ اس میں ایک سو چالیس اونٹ، دس گھوڑے، مختلف قسم کا سامان، چمڑے کے دستر خوان، مختلف پارچات، کثیر مقدار میں رنگا چمڑا۔ کثیر مقدار میں ہتھیار، ابوجہل کا اونٹ، یہ سرکار دو عالم علیہ السلام نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس پر سوار ہو کر غزوات میں تشریف لے جاتے اور حدیبیہ کے مقام پر قربانی کے جانوروں میں اس کو بھی لے جایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال نازل فرما کر تمام مال غنیمت رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضے میں دے دیا۔ تاکہ کسی مسلمان کو اختلاف نہ رہے۔ اور ہر ایک کو برابر برابر حصہ مل جائے۔ کیونکہ کچھ لوگ تو کفار سے برسر پیکار رہے تھے۔ اور کچھ لوگ مال غنیمت اکٹھا کرتے رہے تھے۔ اور کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت پر متعین رہے تھے۔

آقا علیہ السلام تمام قیدیوں اور تمام مال غنیمت کو لے کر جب مفیق الصفرا کے قریب ایک ٹیلہ پر پہنچے تو تمام مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم فرمایا گیا۔ اس سے قبل عبد اللہ بن کعب نجاری مال غنیمت پر نگران تھے۔ جب کوئی آدمی آقا علیہ السلام سے کوئی بھی چیز مانگا کرتا تھا تو آپ علیہ السلام اسے عنایت فرما دیا کرتے تھے۔ ابو اسیر اساعدی جن کا نام مالک بن ربیعہ تھا کو اس جنگ میں بنی عائد کی ایک تلوار ملی تھی۔ جس کا نام برزبان تھا۔ آپ نے وہ تلوار مال غنیمت کے ڈھیر پر لا کر رکھ دی۔ اس تلوار کو ارقم بن ابی ارقم نے پہچان لیا۔ اور آپ سے مانگا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دے دی۔

الروحا کے مقام پر مدینہ کے لوگ آپ کو مبارک دینے اور آپ کا استقبال کرنے یہاں پہنچ گئے۔ ان میں اُسید بن حضیر بھی تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے سمجھا تھا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ابوسفیان

کے قافلے کی غرض سے تشریف لے گئے ہیں۔اگر مجھے بدر کی جنگ میں دشمن سے ٹکرانے کا پتہ ہوتا تو میں ضرور اس میں شرکت کرتا۔آقا علیہ السلام نے فرمایا:

''صدقت''۔اے سید بن حضیر تم نے سچ کہا۔

سلمہ بن سلامہ بن رقش اہلِ مدینہ کی مبارکوں کے جواب میں کہنے لگے۔تم لوگ کس چیز کی مبارکباد ہمیں دیتے ہو۔ بخدا ہمارے مقابلے میں تو گویا بوڑھی گنجی عورتیں نکلیں۔ان اونٹنیوں کی طرح رسیوں سے بندھی ہوئی تھیں اور ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔

آقا علیہ السلام اس کی یہ بات سن کر مسکرا دیے۔اور فرمایا ''وہ بوڑھی عورتیں تو نہ تھیں۔وہ لوگ اپنے قبیلے کے نامور سالار اور بہادر تھے۔

جنگی قیدیوں میں عقبہ بن ابی محیط اور نضر بن حارث کو بہت زیادہ اسلام دشمنی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔

الزبیجہ کے مقام پر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کریم نے عقبہ کو قتل کیا تو یہ کہنے لگا کہ میری بچیوں کا کون پرسان حال ہو گا۔فرمایا گیا۔''آگ''۔

اور عاصم بن ثابت جب نصرین حارث کو قتل کرنے کے لیے بڑھے تو نصر بن حارث کہنے لگا۔اتنے دوسرے قریشی لوگوں کو چھوڑ کر صرف مجھے کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔عاصم نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی کی وجہ سے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ن فرمایا کہ ایک دن مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے میں سر بسجود تھا۔کہ نصرین حارث آیا اور میری گردن کے اوپر اس زور سے اپنا پاؤں رکھا اور اس کو اتنا زیادہ دبایا کہ مجھے محسوس ہوا کہ میری آنکھیں باہر ابل پڑیں گی۔

پھر یہ ایک دن آیا۔اور بدبودار اوجڑی اٹھا لایا۔جب میں سجدہ میں گیا تو اس نے وہ اوجڑی میری گردن اور میرے سر پر رکھ دی۔میری بیٹی فاطمہ آئی اور میری گردن اور میرے سر کو دھویا۔

قربان جائیں آقا علیہ السلام کے سجدوں پر۔ہم لوگوں کے اوپر نماز پڑھتے ہوئے ایک دو مکھیاں بیٹھ جائیں تو ہم انہیں اڑانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک وہ سجدہ نیاز جو اپنے کریم کی عظیم بارگاہ میں آپ علیہ السلام فرماتے تھے۔اور امت کی بخشش کے لیے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔اور وہ اتنا طویل ہوتا تھا۔کہ اس کے آگے رات بھی سمٹتی جاتی تھی۔اور دن بھی سکڑتا جاتا ہے۔لیکن وہ ختم نہیں ہوتا تھا۔اس سجدے کی حالت میں اگر ایک کافر کوئی اوجڑی کا بوجھ رکھ دیتا ہے تو آقا علیہ السلام اس بوجھ کو دور کرنے کے لیے فوراً سجدے کو ختم نہیں فرما دیتے۔آپ اپنے رب کریم کی عظیم بارگاہ میں یوں ہی سجدہ ریز جوں کے توں راز و نیاز میں مصروف رہتے ہیں۔کوئی گھر جا کر حضرت فاطمہ زہرہ، آپ کی لخت جگر، آپ کی بیٹی کو اطلاع کرتا ہے تو وہ دوڑی ہوئی آتی ہیں۔آپ جوں کے توں سجدہ میں ہوتے ہیں۔اور وہ تشریف لا کر کافروں کو سخت سُست فرماتی ہیں اور اس بدبودار اوجڑی کو اتارتی ہیں۔

اور یہ نضر بن حارث آقا علیہ السلام کی ہجو میں اشعار لکھا کرتا تھا۔ اور پڑھتا تھا۔ اس کے قتل ہونے کے بعد اس کی بہن رضی اللہ عنہا نے اس کا دردناک مرثیہ لکھا۔ جب حضور علیہ السلام نے سنا تو آپ کی رحم دلی کی انتہا دیکھیے۔ آپ نے فرمایا کہ ان اشعار کو میں نے پہلے سنا ہوتا۔ تو اس کو میں فدیہ لیے بغیر ہی آزاد کر دیتا۔

فتح مکہ کے موقع پر اس کے بھائی نضیر بن حارث کو آقا علیہ السلام نے سو اونٹ مرحمت فرمائے تھے اور اس نے دس اونٹ اس خوشخبری سنانے والے کو دے دیے تھے۔ پہلے اس نے کہا تھا کہ میں اسلام لانے پر کوئی انعام نہیں لینا چاہتا۔ بعد میں اس نے سوچا کہ یہ تو بن مانگے آقا علیہ السلام نے عطا فرمائے ہیں۔ اور ان کا نہ لینا کہیں بے ادبی نہ ہو جائے تو اس نے وہ سو اونٹ قبول فرما لیے۔

اور آقا علیہ السلام نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی فرمایا تھا کہ ''اگر تمہیں کچھ مال دیا جائے لیکن تم اسے للچائی نظروں سے نہ تک رہے ہو تو اسے لے لیا کرو۔''

اور آقا علیہ السلام کے ہجام ابو ہند نے جو خاص حلوہ کی ایک مشک آپ علیہ السلام کو یہاں ہدیہ کی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انصار میں اس کی تقسیم کرنے کا حکم فرما دیا۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۹۸، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۸۶)

اسیران جنگ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قیام و طعام وغیرہ کے بارے میں بہت تاکید فرمائی تھی۔ صحابہ اکرام میں سے جس جس کے حصے میں کوئی قیدی آیا۔ انہوں نے اسے بہت آرام سے رکھا۔ خود بھوکے رہتے۔ اپنے بچوں کو بھی بھوکا رکھتے اور روٹی اپنے اپنے قیدی کو کھلاتے رہتے۔

ان کے اس رویے سے بہت سے قیدی بعد میں مسلمان ہو گئے۔

یہ ہے آقا علیہ السلام اور ان کے صحابہ کرامؓ کا کریمانہ اخلاق۔ جس کی اسلام بار بار تاکید کرتا ہے۔ اور اسی اخلاق کی بدولت حضور نبی کریم روؤف الرحیم نے پوری انسانیت میں انقلاب برپا کر دیا۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④

ترجمہ: بے شک (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو عظیم اخلاق عطا فرمایا گیا ہے۔''

حضور پرنور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۲ رمضان المبارک جمعہ المبارک کے دن مدینہ طیبہ میں فتح و کامرانی کے ساتھ رونق افروز ہوئے۔ تمام اہلِ مدینہ آپ کے استقبال کے لیے امڈ آئے۔ انصار کی بچیوں نے دف بجا بجا کر یہ اشعار پڑھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

آقا علیہ السلام ثنیۃ الوداع کی طرف سے مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کے دلوں میں اس فتح و کامرانی سے خوف بٹھا دیا۔ اور عبداللہ بن ابی بھی بادل نخواستہ لوگوں کو دکھانے کے لیے مسلمان ہو گیا۔

مدینہ منورہ کے نواح میں نقیع نام کی ایک بستی میں حضرت سعد بن نعمان الانصاری رضی اللہ عنہ رہتے تھے۔ انہوں نے سنا تھا کہ عمرہ و حج کے لیے جانے والے لوگوں سے کفار مکہ کوئی تعرض نہیں کرتے ہیں۔ یہ اپنی بیوی کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ گئے۔ تو ابوسفیان نے ان کو اپنا قیدی بنا لیا۔

ہوا یہ تھا کہ ابوسفیان کا بیٹا عمرو بھی مسلمانوں کی قید میں تھا۔ ابوسفیان کہتا تھا کہ اس کا خون بھی مسلمانوں نے بہایا ہے۔ اب ان کو میں فدہ بھی ادا کروں۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔ مسلمان خود ہی اسے قید کر کے اِسے چھوڑ دیں گے۔

اب اس کو موقع ہاتھ آ گیا۔ اس نے حضرت سعد بن نعمان انصاری کو قید کیا۔ اور ان کی رہائی کے بدلے میں اپنے بیٹے عمرو کی رہائی کی شرط رکھی۔

جب ان کے قبیلے کو حضرت سعد کی گرفتاری کی اطلاع ملی تو یہ آقا علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ اور بڑے ادب سے گزارش کی کہ ابوسفیان نے یہ چال چلی ہے۔ آپ احسان فرمائیں۔ اور عمرو کو چھوڑ دیں اور اسے ہمیں دے دیں تا کہ ہم سعد بن نعمان کو آزاد کروا سکیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گزارش کو قبول فرمایا۔ اور عمرو کو ان کو دے دیا گیا اور انہوں نے عمرو کو ابوسفیان کو دے کر سعد بن نعمان کو آزاد کرا لیا۔ (سبل الہدیٰ جلد چہارم صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۸، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۸۸)

ابوالعاص

ابولعاص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داماد تھا۔ جنگ بدر میں یہ بھی قید کر لیا گیا۔ یہ حضور علیہ السلام کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حولہ کا بیٹا تھا۔ آقا علیہ السلام پر سب خاندان کے لوگ ایمان لے آئے۔ اور آپ کی بیٹیاں بھی ایمان لے آئیں۔ لیکن یہ ایمان نہیں لایا تھا۔ ابھی مشرکوں سے رشتہ ازواج توڑنے کا حکم نہیں آیا تھا۔ یہ حکم صلح حدیبیہ کے بعد ۶ ہجری میں نازل ہوا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سفارش پر آقا علیہ السلام نے اپنی بیٹی حضرت زینب کا رشتہ ابوالعاص سے کر دیا تھا۔ دوسری بیٹی کا نکاح آپ نے ابولہب کے بیٹے سے کر دیا تھا۔ لیکن ابھی رخصتی نہیں کی تھی۔

جب آقا علیہ السلام نے اسلام کی تبلیغ شروع کی تو کفار مکہ نے آپ علیہ السلام کو ایذا دینے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے اپنائے۔

انہوں نے باہم مشورہ کیا۔ کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں۔

کفار نے ابوالعاص سے یہ بات کی اور اس کو کسی اور جگہ شادی کروا دینے کا لالچ دیا۔لیکن یہ تیار نہیں ہوا۔اور کہا کہ میں اپنی بیوی زینب کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔حضور علیہ السلام اس کی اس بات کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

کفار کے لوگ ابولہب کے بیٹے عمرو کے پاس بھی گئے۔اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آنحضرت محمد ﷺ کی بیٹی جن کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔کو طلاق دینے کا کہا۔

اس نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔اس طرح رخصتی سے پہلے ہی آقا علیہ السلام کی بیٹی اس کے چنگل سے بچ گئی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا مکہ ہی میں تھیں۔انہوں نے ابولعاص کو آزاد کرانے کے لیے اپنا وہ ہار جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو دیا تھا۔حضور علیہ السلام کے پاس بھیجا۔

حضور سرور کائنات رونق بزم کون و مکان ﷺ نے اپنی بیوی کا یہ ہار پہچان لیا اور آپ ﷺ پر رقت طاری ہوگئی۔آقا علیہ السلام نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو ان کا یہ ہار بھی واپس کر دو۔اور ان کے قیدی کو بھی واپس کر دو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بخوشی حضور علیہ السلام کی اس بات کو قبول فرماتے ہوئے۔ابوالعاص کو بھی آزاد کر دیا اور اس ہار کو بھی اس کو واپس کر دیا۔

حضور علیہ السلام نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ وہ مکہ جا کر آپ (علیہ السلام) کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ روانہ کر دے گا۔اور آپ علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ابوخثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کے ساتھ بھیجا۔ اور ان کو نصیحت کی کہ تم لوگ اس کے ساتھ مکہ جاؤ اور مقام بطن یا جج کے قریب رک جانا۔جب حضرت زینت رضی اللہ عنہا یہاں پہنچیں تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ آجانا۔

انہوں نے ایسا ہی کیا۔اور مقام بطن یا جج میں رک گئے۔ابوالعاص واپس مکہ پہنچ گیا اور وعدے کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور کہنے لگی۔کہ مردوں کی باتوں کو ہم درمیان میں نہیں لاتیں۔میں نے سنا ہے کہ تم مدینہ کی تیاری کر رہی ہو۔میرے چچا کی بیٹی میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ۔کسی چیز کی ضرورت ہو یا زادِراہ کی یا پیسوں کی ضرورت ہو تو بتاؤ۔میں تمہارا راز ہی رکھوں گی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔اس نے یہ پیشکش خلوص نیت سے کی تھی۔لیکن میں نے اس راز کا فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔اور کہا کہ میرا جانے کا کوئی ارادہ نہیں۔

آپ کے خاوند کا بھائی آپ کی تیاری مکمل ہونے کے بعد آپ کے پاس ایک اونٹ لے آیا۔آپ کو اس پر سوار کیا۔ اور اپنی کمان اور ترکش حمائل کر کے دن کے اجالے میں آپ کو لے کر روانہ ہوگیا۔

قریش مکہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو ان کے چند جوانوں نے ان کا پیچھا کیا اور زی طوی کے مقام پر ان کو روک لیا۔

ہبار بن اسود بن مطلب اس بد بخت نے اپنے نیزے سے آپ کو اتنا خوفزدہ کیا کہ آپ کے پیٹ کا بچہ ضائع ہو گیا[47]
آپ کے خاوند کے بھائی کنانہ نے جب یہ دیکھا تو انہوں نے اپنے تیروں کو نکال کر سامنے رکھ لیا اور ایک تیر اپنی کمان میں ڈال کر ان کو للکارا۔ کہ خبردار جو آگے بڑھا۔ میں یہ تیر اس کے سینے میں پیوست کر دوں گا۔

سب لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ اتنے میں ابوسفیان چند اور لوگوں کو لے کر آ گیا۔ اس نے صورتحال بھانپ لی۔ اور کنانہ کو کہا ٹھہر جاؤ۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے اپنے لوگوں کو بھی پیچھے کر دیا۔ اور علیحدگی میں کنانہ کو کہا۔ کہ تم دن کے اجالے میں سب کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر جا رہے ہو۔ اس میں ہم لوگوں کی بہت بے عزتی ہے۔ ہمیں اس عورت سے کوئی تعرض نہیں۔ ایک دو دن کے بعد تم چپکے سے ان کو چھوڑ آنا۔ اب ان کو واپس لے جاؤ۔

چنانچہ کنانہ بن ربیع نے ایسا ہی کیا۔ اور دو دن کے بعد رات کی تاریکی میں چپکے سے آپ رضی اللہ عنہا کو اونٹ پر سوار کر کے اور اس کی باگ خود پکڑ کر وادی جج یا بطن میں حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور ابو خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے کر آیا۔

حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ اور ابو خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر خیر و عافیت سے مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔

ہبار بن اسود اور اس کے جس ساتھی نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو خوفزدہ کر کے ان کا بچہ ضائع کروایا تھا کہ متعلق آنحضرت ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔

ایک سریہ میں حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق جس میں آپ ﷺ خود بھی شریک تھے۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہبار اور اس کے ساتھی کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ قابو آ جائیں تو ان کو آگ میں جلا دینا۔ لیکن دوسرے دن آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ آگ میں جلانے کا صرف اللہ تعالیٰ سزاوار ہے۔ تم ان کو قتل کر دینا۔

ابوالعاص کا ایمان

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں رہنا شروع کر دیا۔ ابوالعاص مکہ میں رہنے لگا۔

کچھ عرصہ بعد ابوالعاص ایک قافلہ میں کفار مکہ کا بہت سا سامان لے کر ملک شام گیا۔ یہ خود بھی بہت امیر آدمی تھا۔

شام سے واپسی پر راستہ میں ایک اسلامی لشکر سے اس کی مدبھیڑ ہو گئی۔ یہ اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا۔ مسلمانوں نے کفار کے مال کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور اسے لے کر مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ پیچھے سے چپکے سے ابوالعاص بھی مدینہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے جب صبح کی نماز شروع کی تو پیچھے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر زور سے آواز

دی کہ اے لوگو! میں نے ابو العاص کو پناہ دے دی ہے۔ 

آقا علیہ السلام نے سلام پھیرنے کے بعد صحابہ کرام سے فرمایا کہ تم نے وہ آواز سنی ہے جو میں نے بھی سنی ہے۔ صحابہ نے عرض کی ہم نے بھی سنی ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جان ہے۔ مجھے اس واقعہ کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔ میں نے بھی یہ بات اب سنی ہے جیسے تم نے سنی ہے۔

آقا علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ مسلمانوں سے ایک ادنیٰ درجے کا آدمی بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔

یعنی میری بیٹی کی ابو العاص کو پناہ کا احترام تم سب پر واجب ہے۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت زینب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''اے بیٹی! ابو العاص کی تعظیم و تکریم کرنا۔ لیکن اس کو اپنے قریب نہ آنے دینا کیونکہ تم اس کے لیے حلال نہیں ہو۔''

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سریہ کے مجاہدین کو بلایا۔ اور ان سے فرمایا کہ تم لوگ احسان کرتے ہوئے ابو العاص کا مال واپس کر دو۔ تو مجھے بہت خوشی ہوگی اور اگر واپس نہ کرو تو یہ مال فئی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے۔ تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔

سب مجاہدین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم اپنی خوشی سے یہ مال واپس کرتے ہیں۔ اور انہوں نے چھوٹی سے چھوٹی چیزیں بھی واپس کر دیں۔

ابو العاص کے دل پر اس چیز کا بہت اثر ہوا۔ اسے کسی نے کہا کہ تم ایمان لے آؤ۔ تو تمام مال تمہارا ہو جائے گا۔ اس نے کہا کہ ''اگر میں امانت میں خیانت کر کے اپنے اسلام کا آغاز کروں تو یہ آغاز بہت برا ہو گا۔''

ابو العاص تمام مال لے کر مکہ مکرمہ واپس آیا۔ اور اس تمام مال کو نفع سمیت اس کے وارثوں کو دینے کے بعد اس نے بھرے مجمع میں اعلان کیا کہ:

''اے گروہ قریش، کیا کسی کا کوئی مال رہ گیا ہے۔ جو اس نے نہ لیا ہو۔''

سب نے بہ یک زبان کہا کہ بالکل نہیں۔ تم امانتوں کو ادا کرنے والے بہت کریم النفس ہو۔ ابو العاص نے کہا۔ تو پھر سب سنو۔

فانا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمدا عبدہ و رسولہ۔

کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان سب کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں نے اس سے پہلے اپنے اسلام کا اعلان اس لیے نہیں کیا تھا۔ کہ کہیں تم یہ کہو کہ میں نے تمہارا مال واپس نہ کرنے کے بعد اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

(سیرت ابن ہشام جلد دوم صفحہ ۳۰۲، ضیاء النبی جلد سوم صفحہ ۳۸۹ تا ۳۹۲)

اسیرانِ جنگ کا مسئلہ

حضور علیہ السلام نے جنگ بدر سے دوسرے روز اپنے صحابہ کرام کو اکٹھا کیا تھا۔ اور ان سے فرمایا کہ ''تم لوگ مشورہ دو کہ اسیرانِ جنگ سے کیا سلوک کیا جائے۔''

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ان سے فدیہ لے کر ان کو آزاد کر دیا جائے تا کہ فدیہ سے جو سرمایہ اکٹھا ہو اس سے مسلمانوں کو تقویت حاصل ہو گی۔ او ر اللہ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ ان میں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری رائے اس چیز کے بالکل خلاف ہے۔ میرے خیال میں ہر قیدی کو اس کے رشتہ دار کے حوالے کیا جائے۔ اور ہمیں حکم دیا جائے کہ ہم اس کی گردن کاٹ دیں۔ تا کہ یہ لوگ پھر اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں۔''

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک وادی میں بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے اس کو آگ لگا کر سارے قیدیوں کو اس میں ڈال دیا جائے۔

آقا علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تجویز کو پسند فرمایا۔ اور باقی تجویزوں کو مسترد فرمایا۔

دوسرے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور پرنور سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یارِ غار کو روتا دیکھ کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بتائیں کہ آپ علیہ السلام کیوں رو رہے ہیں۔ تا کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رو سکوں۔ اور اگر نہ رو سکوں تو آپ علیہ السلام کا اتباع کرتے ہوئے رونے والی صورت ہی بنا لوں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تیرے دوستوں نے فدیہ لینے کا جو مشورہ دیا تھا۔ میں اس کے لیے رو رہا ہوں۔ اس رائے کے باعث جو عذاب انہیں دیا جانے والا تھا۔ وہ اس درخت سے بھی نزدیک تر میرے سامنے پیش کیا گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾

ترجمہ: نبی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہوں یہاں تک کہ غلبہ حاصل کرے۔ زمین میں تم چاہتے ہو۔ دنیا کا سامان اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لیے) آخرت چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ گریہ فرمانا۔ ان لوگوں کے لیے تھا۔ جنہوں نے متاع دنیا حاصل کرنے کے لیے فدیہ کی تجویز پیش کی تھی۔ اس کے باعث وہ عذابِ الٰہی کے مستحق قرار پائے تھے۔ آقا علیہ السلام کے گریہ فرمانے سے ان سے عذاب ہٹا لیا گیا۔

کیوں کہ متاع دنیا کے لیے فدیہ وصول کرنے کا ارادہ نہ ہی آقا علیہ السلام کا تھا اور نہ ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا۔ یہ بعض عام مجاہدین تھے جنہوں نے متاع دنیا کے لیے فدیہ لینے کا ارادہ کیا تھا۔

قیدیوں سے حسن سلوک

حضور علیہ السلام نے مفلس و نادار قیدیوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتا ہے وہ دس دس لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو وہ آزاد ہے۔ آقا علیہ السلام نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید فرمائی۔

مسلمانوں نے آپ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔

یہ لوگ خود بھوکے رہتے لیکن ان کو کھانا کھلاتے۔

قیدیوں سے فدیہ

حضور علیہ السلام نے فدیہ کی کوئی رقم مقرر نہیں فرمائی تھی۔ ہر ایک کی حیثیت کے مطابق اس سے فدیہ لیا جاتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی فرمایا کہ آپ آزاد ہونا چاہتے ہیں تو چار سو درھم ادا کریں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرے پاس اتنا مال نہیں کہ میں اتنا فدیہ ادا کرسکوں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

''چچا وہ مال کدھر گیا جو آپ نے میری چچی ام الفضل کے ساتھ مل کر زمین میں دفن کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میں میدان جنگ میں مارا جاؤں تو میرے بیٹوں، فضل، عبداللہ اور قثم کے حوالے کر دینا۔''

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی سن کر آپ کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور پکار اٹھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے واقعی سچے رسول ہیں۔

سب سے مہنگا فدیہ ایک سو اوقیہ سونا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے لے کر انہیں رہا کیا گیا۔

اسی طرح حضور علیہ السلام نے نوفل کو جو بدر کی جنگ میں قید ہو کر آیا تھا۔ فرمایا تھا کہ جو نیزے تم جدہ میں رکھ کر آئے ہو وہ

فدیہ کے طور پر دے کر آزاد ہو سکتے ہو۔ وہ ہکا بکا رہ گیا۔ اور بے اختیار کہہ اٹھا کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں ﷺ اس بات کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ انہوں نے یہ سب نیزے فدیہ میں دے کر رہائی حاصل کی۔

فتح کے اثرات

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

القرآن: وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۲۶

ترجمہ: اور یاد کرو جب تم ملک میں تھوڑے کمزور اور بے بس سمجھے جاتے تھے۔ اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ کہیں اچک کر نہ لے جائیں۔ پھر تمہیں اللہ نے پناہ دی اور طاقت بخشی۔ اپنی نصرت سے۔ اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی فتح و نصرت سے مسلمان کفار پر غالب آ گئے۔ اور مسلمانوں کی دھاک ان کے دلوں پر بیٹھ گئی۔ پہلے وہ مسلمانوں کو بہت کمزور سمجھتے تھے۔ اب ان کو معلوم ہو گیا کہ ہمارے بت ہمیں کچھ فائدہ نہیں دے سکے۔

لیکن مدینہ منورہ کے یہودی قبائل اس فتح سے انگاروں پر لوٹنے لگے۔ ان کے اندر بغض و حسد اور زیادہ ہو گیا۔

اسی طرح عبداللہ بن ابی منافق کی سرگردگی میں دوسرے منافقوں نے بھی اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔

لیکن کچھ ایسے ان میں سے اچھے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے حق کو قبول کر لیا تھا اور ایمان لے آئے۔

اور قرآن پاک میں اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کو منافقوں اور یہود و نصاریٰ سے محتاط رہنے کا حکم فرما دیا۔

(ضیاء النبی ۳، ۴۰۳)

ایک سازش

مکہ مکرمہ میں حجر کے مقام پر ایک دن عمیر بن وہب اور امیہ بن خلف جو بدر میں مارا گیا تھا۔ کا بیٹا صفوان بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں میں دوستی تھی۔ عمیر بن وہب کہنے لگا۔ اگر میرے اوپر قرضہ اور بال بچوں کی کفالت کا بوجھ نہ ہوتا تو میں (نعوذ باللہ) مدینہ جا کر حضور ﷺ کو قتل کر آتا۔ صفوان نے کہا۔ تو کسی بات کی فکر نہ کر۔ میں تیرا دوست ہوں۔ تیرے بال بچوں کی ساری کفالت میرے ذمے آئی۔ اور تیرا سارا قرض بھی میں اتاروں گا۔ تو بے فکر ہو کر مدینہ جا کر اپنا کام کر۔

اس نے اپنی تلوار کو زہر میں بجھایا اور مدینہ آیا۔ اور اپنے اونٹ کو مسجد نبوی کے دروازے کے باہر کھڑا کیا۔ اس کی ٹانگیں باندھیں۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے عمیر بن وہب کو دیکھا اور تلوار اس کے گلے میں دیکھی۔تو گھبرا گئے کہ یہ کسی اچھی نیت سے نہیں آیا۔اور آقا علیہ السلام سے عرض کی۔حضور ﷺ عمیر کسی اچھی نیت سے نہیں لگتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔اسے پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ گئے اور جس چمڑے سے اس نے گلے میں تلوار حمائل کی ہوئی تھی۔اس سے پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے بارگاہ سالت ﷺ میں لے آئے۔

آقا علیہ السلام نے پوچھا۔عمیر کیوں آئے ہو۔وہ کہنے لگا۔حضور میرا بیٹا آپ کے پاس قیدی ہے۔میں آپ کے پاس آیا ہوں۔کہ مجھ سے رعایت کی جائے اور اس کا کم سے کم فدیہ لے کر اسے رہا کر دیا جائے۔

آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تلوار گلے میں کیوں حمائل کی ہے۔

وہ کہنے لگا: حضور ان تلواروں کا ستیاناس ہو۔یہ ہمارے کون سے کام آتی ہیں۔میں نے جلدی میں اسے گلے سے نہیں اتارا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے سچی بات بتاؤ۔

وہ پھر پس وپیش کرنے لگا۔کہ حضور ﷺ اور کوئی بات نہیں ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مقام حجر میں تو نے صفوان کے ساتھ کیا گفتگو کی ہے۔اس نے پھر پیں و پیش کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''تم نے مجھے قتل کرنے کی اس شرط پر ذمہ داری قبول کی ہے کہ وہ تمہارے بچوں کے اخراجات کا بھی کفیل ہوگا اور تیرے قرض خواہوں کو تیرا قرض بھی ادا کرے گا اے عمیر سن میرے اور تیرے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہے۔تیری مجال نہیں کہ میرا بال بھی بیکا کر سکے۔''

آقا علیہ السلام کی اس بات سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ۔

یا رسول اللہ ﷺ جس بات سے آپ (علیہ السلام) نے پردہ اٹھایا ہے۔اسے میرے اور صفوان کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا۔بے شک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں جو مجھے آپ علیہ السلام کے قدموں میں لے آیا۔میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہوں۔اور جس طرح میں پہلے مسلمانوں کو تکلیفیں دیتا تھا۔اب میں کافروں کو تکلیفیں دیا کروں گا۔آپ مجھے مکہ جانے کی اجازت عطا فرمادیں۔آقا علیہ السلام نے اسے مکہ جانے کی اجازت فرمادی۔اور حکم دیا کہ اس کے بیٹے کو بغیر فدیہ چھوڑ دیا جائے۔عمیر بن وہب اپنے بیٹے کے ساتھ مسلمان ہو کر مکہ پہنچ گیا۔صفوان کو پتہ چلا تو اس نے اس سے اپنی دوستی ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔

حضرت عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

(سیرت ابن کثیر، ۴/ ۴۸۶ تا ۴۸۹)

۲ ہجری کے واقعات

آقا علیہ السلام نے پہلے مختلف سریہ روانہ فرمائے۔ اور پھر سب سے پہلے اس ۲/ ہجری میں جنگ بدر وقوع پذیر ہوئی۔ اسی ۲ ہجری میں روزے فرض کیے گئے۔ پہلے سفر وحضر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اس ۲ ہجری میں حکم الہی کے مطابق سفر کی وہی دو رکعتیں رہیں۔ اور حضر میں یہ چار کر دی گئیں۔ مسلمانوں میں سے جو غنی تھے۔ ان پر زکوۃ فرض کی گئی۔ اور ان کے مصارف کا تعین فرمایا گیا۔ قصاص کا قانون نافذ کیا گیا۔ دستوں کا نظام مقرر ہوا۔ اور یکم شوال کو عید الفطر کی ابتداء کی گئی۔ اور عید الفطر سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور اسی ۲ ہجری میں تحویل کعبہ ہوا۔

کعبہ کی طرف نماز پڑھنے کا حکم

القرآن: قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ

ترجمہ: ہم بار بار آپ ﷺ کا آسمان کی طرف منہ فرمانا دیکھ رہے ہیں۔ تو ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ لو اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔ (اے مسلمانوں) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو۔ اپنے منہ اس کی طرف۔

حضور نبی کریم ﷺ ہجرت کے بعد سے بھی ابھی (تک الحمدللہ) تک بیت المقدس کی طرف ہی منہ فرما کر نمازیں ادا فرما رہے تھے۔ مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اندر آقا دو جہاں علیہ السلام اس طرح نماز ادا فرماتے تھے کہ کعبہ شریف آقا علیہ السلام اور بیت المقدس کے درمیان ہوتا تھا۔

حضور پرنور حضور اکرم ﷺ کی دیرینہ خواہش تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم فرما دیں۔ اور اسے ہی مسلمانوں کا قبلہ بنا دیں۔ اور اپنی اس خواہش کا اظہار مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بھی فرمایا۔ اور آقا علیہ السلام دعا مانگتے ہوئے بار بار آسمان کی طرف بھی دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیارے حبیب حضور اکرم حضرت محمد ﷺ کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قرآن پاک میں فرما دیا کہ

''ہم بار بار آپ کا آسمان کی طرف دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔ تو ہم ضرور آپ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے۔ جسے آپ پسند فرماتے ہیں۔ تو پھیر لو اپنا چہرا مسجد حرام کی طرف۔ تو اے (مسلمانو) جہاں کہیں تم ہو پھیر

لیا کرو اپنے منہ اس کی طرف۔" 

الحمدللہ ۱۹۸۱ء میں جرمنی سے واپسی کے دوران اللہ تعالیٰ نے مجھے حج کی سعادت عطا فرمائی۔ جب میں مدینہ منورہ آقا علیہ السلام کے قدموں میں حاضری کے لیے گیا تو وہاں مسجد قبلتین کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اس مسجد کے دو آمنے سامنے محراب ہیں۔ آقا علیہ السلام شمال کی طرف چہرہ مبارک فرما کر نماز ادا فرما رہے تھے۔ آقا علیہ السلام اس وقت بشر بن براء کی والدہ کو دیکھنے گئے ہوئے تھے۔ کھانے کا انتظام بھی تھا۔ کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا۔ دو رکعتیں نماز ظہر کی پڑھ چکے تھے۔ کہ جبرائیل امین علیہ السلام یہ آیت مبارکہ لے کر اترے۔ اور آپ علیہ السلام کو اپنا رخ انور کعبہ شریف کی طرف کرنے کا حکم الٰہیٰ سنایا۔ آقا علیہ السلام نے دوران نماز ہی اپنا چہرہ انور کعبہ شریف کی طرف موڑ لیا۔ نماز کی حالت میں چلتے ہوئے آقا علیہ السلام پیچھے تشریف لے آئے۔ اور پچھلی رکعت میں کھڑی عورتوں کی جگہ تک چلے آئے۔ اور عورتیں مردوں سے پیچھے چلی گئیں۔ یہ سب کچھ دوران نماز ہوا۔ کسی صحابی کے دل میں بھی یہ خیال نہ آیا کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ ان کی جانیں آقا علیہ السلام کی اداؤں پر قربان تھیں۔ ان کے دل بے چوں و چرا آپ ﷺ کے ہر ہر حکم کے سامنے تسلیم و رضا کے پیکر بنے ہوئے تھے۔ اور ان کے دلوں میں کسی بھی کام میں کیا اور کیوں کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

حضرت عباد بن بشر آقا علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد انصار کے محلہ بنی حارثہ میں گئے۔ اس وقت عصر کا وقت ہوگیا تھا۔ انصار با جماعت نماز ادا فرما رہے تھے۔ اور اس وقت وہ حالت رکوع میں تھے۔ حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند کہا۔ "میں اللہ کے نام کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں نماز ظہر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے ادا کی ہے۔ یہ سنتے ہی تمام نمازی بغیر کسی چوں و چرا کے سب نے اپنا رخ بیت اللہ کی طرف موڑ لیا۔ اور بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

اسی طرح حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم محلہ بنی اشہل میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک آدمی آیا۔ اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوگیا ہے کہ کعبہ شریف کی طرف منہ پھیر لیں۔ یہ آواز سنتے ہی ہمارے امام نے اپنا منہ بیت اللہ کی طرف موڑ لیا۔ اور ہم سب نے بھی اپنے منہ بیت اللہ کی طرف موڑ لیے۔

اب یہودیوں اور منافقوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مسلمان پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اب انہوں نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی ہے۔ دیکھو یہ آہستہ آہستہ مشرکوں کی طرف (نعوذ باللہ) مائل ہو رہے ہیں۔ اور اس طرح کی اور لغو باتیں بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حجت بازیوں کا جواب فرمایا:

"اور نہیں مقرر کیا ہم نے بیت المقدس کو قبلہ مگر اس لیے کہ دیکھ لیں کہ کون پیروی کرتا ہے رسول (ﷺ) کی۔ اور کون پھرتا ہے الٹے پاؤں۔" (سورۃ البقرہ)

اب یہودیوں نے ایک نئی چال چلی۔ ان کا ایک وفد جس میں رفاع بن قیس۔ جزدم بن عمرو۔ کعب بن اشرف۔ رافع

بن ابی رافع حجاج بن عمر۔ ربیع بن ربیع۔کنانہ بن ربیع پسران۔ابی الحقیق شامل تھے۔اکٹھے ہو کر آقا علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور آ کر کہنے لگے کہ یا محمد (ﷺ) آپ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین پر ہونے کا دعوہ کرتے ہیں۔تو آپ نے بیت المقدس کی طرف سے کیوں منہ موڑ لیا ہے۔اگر آپ واپس بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگیں۔اور بیت المقدس کو ہی کعبہ بنالیں تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تمام یہودی آپ کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں گے۔

ان لوگوں کی یہ باتیں کسی خلوص نیت پر مبنی نہیں تھیں۔ یہ صرف چاہتے تھے کہ دیکھیں کہ آقا علیہ السلام کیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا جواب دیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾

''بیشک جنہیں کتاب دی گئی ہے۔وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ حکم برحق ہے۔ان کے رب کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ ان کے کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔بے خبر نہیں ہے۔'' (سورۃ بقرہ، ۱۴۴)

اور آقا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

''اور اگر (بفرض محال) آپ کے پاس علم آچکنے کے بعد بھی آپ ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے۔تو آپ اس وقت ظالموں میں شمار ہوں گے۔'' (سورۃ بقرہ ۱۴۵)

دیکھیں اللہ کریم کو اپنے پیارے محبوب کبریا علیہ السلام سے کتنی والہانہ محبت ہے۔کہ جہاں کہیں بھی کوئی مسئلہ پیش ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً اسے حل فرما دیا۔(سیرت ابن ہشام ۲/ ۱۷۶)

رمضان کے روزے

القرآن: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔ تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔'' (سورۃ بقرہ: ۱۸۳)

اللہ کریم جل شانہ نے یہ آیت کریمہ ہجرت کے دوسرے برس شعبان میں نازل فرما کر مسلمانوں پر روزے فرض کر دیے۔